مسائلِ جنازہ پر 40 خطباتِ جمعہ کا مجموعہ

خُطباتِ نورپُوری

کتاب و سنت کی روشنی میں جنازہ کے متعلق تمام مسائل کا احاطہ اور معاشرتی بدعات و رسومات کا رد

www.KitaboSunnat.com

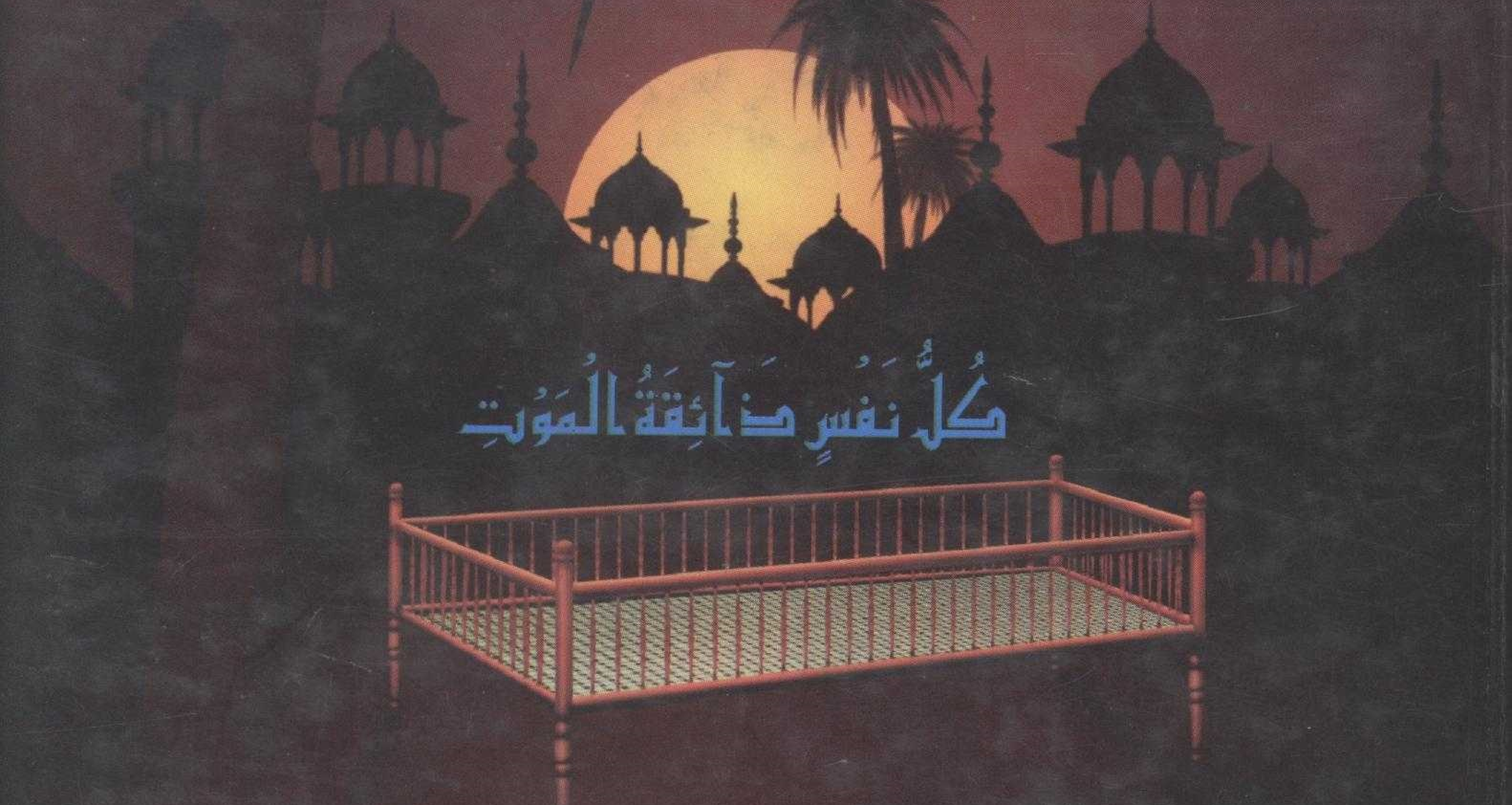

حافظ عبدالمنان نورپُوری حفظہ اللہ

ترتیب و تخریج محمد طیب محمدی مدرس جامعہ شمس الہدیٰ اہلحدیث ڈسکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	**خطبات نور پوری**
مقام خطبات	:	جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث۔ گوجرانوالہ
خطیب	:	حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ
		مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ۔ گوجرانوالہ
موضوع	:	جنازے کے مسائل
تعداد خطبات	:	۴۰ عدد
ترتیب وتخریج	:	محمد طیب محمدی
		مدرس جامعہ شمس الہدیٰ۔ ڈسکہ
کمپوزنگ	:	العرفان کمپوزرز۔ گوجرانوالہ

ناشر

ادارہ تحقیقاتِ سلفیہ

گلی ماہنا گجر، آبادی محبوب عالم، نوشہرہ روڈ۔ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

حافظ عبدالمنان نورپوری

ولدیت: عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین نورپوری

ولادت: ۱۹۴۴ء بمطابق ۱۳۶۳ھ نورچہل حافظ آباد روڈ۔ گوجرانوالہ

تعلیم:

حافظ عبدالمنان نورپوری پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا تھا' مگر جب مولانا چراغ دین نورپوری نے آپ کو جامعہ محمدیہ میں داخل کرایا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ نے آپ کے نام خوشی محمد کو اپنے شیخ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کے نام سے تبدیل فرما دیا۔ چنانچہ اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ آپ کو مخاطب کر کے از راہ شفقت فرمایا کرتے تھے:

''میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا ہے۔''

اساتذہ کرام:

حافظ عبدالمنان نورپوری نے مندرجہ ذیل اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ کیا:

- حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
- شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ

- حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ
- مولانا جمعہ خان ہزاروی
- مولانا عبدالحمید گجراتی
- مولانا عبدالرحمٰن لکھوی
- خواجہ عبدالمنان راز
- خواجہ محمد قاسم
- مولانا نذیر احمد طیب
- مولانا عبداللہ امجد چھتوی
- قاری محمد یونس پانی پتی
- عبدالمجید الطبیب نظام آبادی
- غلام رسول پھلوکی
- مولانا عبدالحمید ہزاروی
- مولانا غلام رسول گجراتی
- مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی
- مولانا وزیر کشمیری
- علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر اللہ
- قاری ولی محمد
- حافظ ابوالحسن عبداللہ بڈھیمالوی
- نذیر احمد
- چراغ دین
- عبدالواحد (کاتب)
- غلام محمد (درزی)

برتن سازی میں آپ کے استاذ آپ کے والد گرامی ہیں۔ فراغت کے بعد آپ جامعہ محمدیہ ہی میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ اور تا حال یہیں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ آپ اواخر شعبان تا نصف شوال ۱۴۰۴ھ نورستان کا سفر کر چکے ہیں۔

تصانیف وتالیفات:

آپ کی تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- غنچہ نماز
- تحقیق التراویح
- نخبة الأصول
- ادائے سنت فجر بعداز فرض قبل ازطلوع آفتاب
- کیا تقلید واجب ہے؟ .... (تحریری گفتگو قاضی شمس الدین)
- جادة القرى لإثبات الجمعة في القرى

- إرشاد القاری إلى نقد فیض الباری

(یہ حضرت حافظ محمد گوندلوی اللہ کے ''فیض الباری'' پر نوٹس کی ترتیب و تفصیل ہے)

- احکام ومسائل ....(سوال وجوابات)
- تحقیق التراویح ....(تحریری مناظرہ قاضی عصمت اللہ)
- زبدۃ المقترح ....(عربی)
- زبدۃ التسفیر لوجه التفسیر ....(عربی)
- مقالات نور پوری
- مضمون ردِ تقلید ....(مفتی عبدالرشید کے فتویٰ تقلید کا رد)
- تعریب' إثبات توحید ....(از حافظ گوندلوی)
- تعریب' ختم نبوت ....(از حافظ گوندلوی)
- تعریب' اسلام کی دوسری کتاب ......(از حافظ گوندلوی)
- مراۃ البخاری ....(اردو)
- بیع التقسیط ....(عربی)
- نماز مترجم

حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں جامعہ محمدیہ میں کچھ اسباق پڑھانے شروع کئے۔ جب کہ اس وقت آپ ابھی جامعہ سے فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے۔ پھر ۱۳۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
خطبہ نمبر: ۱	۱۷
مسلم کے حقوق	۱۷
مسلم کے مسلم پر چھ حقوق ہیں	۱۹
پہلا حق: سلام کہنا اور جواب دینا...........	۲۰
دوسرا حق: دعوت قبول کرنا	۲۳
تیسرا حق: مسلمان کی خیر خواہی کرنا...........	۲۳
چوتھا حق: چھینک کا جواب دینا	۲۸
پانچواں حق: مریض کی عیادت کرنا	۲۸
چھٹا حق: اتباع الجنائز	۳۰
خطبہ نمبر: ۲	۳۲
سات امور جن کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور وہ سات امور جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے	۳۲
سونے کی انگوٹھی پہننا	۳۴
چاندی کے برتن	۳۶
ریشمی لباس پہننا	۳۷
موٹا اور باریک ریشم پہننا اور سرخ گدے استعمال کرنا	۳۸
قسی کپڑا پہننا	۳۸
خطبہ نمبر: ۳	۴۰
چند مخصوص بیماریاں جن کا مخصوص اجر ہے............	۴۰
۱- مرگی کا دورہ پڑنا	۴۰

عطاء بن ابی رباح کا مقام	۴۲
۲- بینائی سے محرومی	۴۲
۳- پیٹ کی بیماری	۴۴
۴- طاعون کی بیماری	۴۶
معرکے کے علاوہ شہید ہونے والے	۴۷
خطبہ نمبر: ۴	۵۰
بیمار پرسی کرتے وقت بیمار کے لیے دعا کرنا	۵۰
بیمار کو کیا کہنا چاہیے	۵۱
مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرے اور دعا کرے	۵۲
بیمار کو کیسے دم کیا جائے؟	۵۳
جسم کی تکلیف دور کرنے والا دم	۵۴
جبرائیل علیہ السلام کا دم	۵۵
وہ دم جو نبی کریم ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو کرتے تھے	۵۶
جس دعا سے مریض شفایاب ہوتا ہے	۵۷
خطبہ نمبر: ۵	۵۸
موت کی خواہش کرنا	۵۸
اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھنا	۶۳
مستریح اور مستراح منہ	۶۵
مرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے	۶۶
خطبہ نمبر: ۶	۶۸
قریب المرگ شخص کے متعلق احکام	۶۸
کلمہ کی تلقین کرنا	۶۸
لا الٰہ الا اللہ کس کو فائدہ دے گا	۶۹
سورۂ یٰسین کی قراءت	۷۶

➢ تلقین پورے کلمے سے کرنا چاہئے	۷۷
خطبہ نمبر: ۷	۷۹
میت کی آنکھیں بند کرنا	۷۹
➢ حاضرین کو واویلا کرنے سے روکنا چاہیے	۸۰
➢ مومن کی موت کا منظر	۸۱
خطبہ نمبر: ۸	۹۱
کافر کی موت کا منظر	۹۱
➢ نفس امارہ	۹۳
خطبہ نمبر: ۹	۱۰۱
میت کے غسل اور کفن کا بیان	۱۰۱
➢ مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے	۱۰۱
➢ میت کو غسل دینے والے کا غسل کرنا	۱۰۳
➢ میت کو اٹھانے والا وضو کرے	۱۰۳
➢ حسب توفیق عمدہ کفن پہنانے میں کوئی حرج نہیں	۱۰۴
➢ میت کو کفن کتنے کپڑوں میں دیا جائے؟	۱۰۶
خطبہ نمبر: ۱۰	۱۰۷
فوت شدہ بچے کی نمازِ جنازہ فرض نہیں	۱۰۷
➢ جنازہ کے ساتھ چلنے کے آداب	۱۰۸
➢ جنازہ کے ساتھ آگ لے کر جانا منع ہے	۱۱۰
➢ جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت کی آواز لگانا جائز نہیں	۱۱۰
➢ عورتیں جنازہ کے ساتھ نہ چلیں	۱۱۱
خطبہ نمبر: ۱۱	۱۱۴
جنازہ کو لے کر جلدی جانا چاہئے	۱۱۴
➢ جن کے پاس سے جنازہ گزرے وہ کیا کریں	۱۱۵

جنازے کے ساتھ چلنے کا ثواب 117

خطبہ نمبر 12 124

نمازیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی میت کو اتنا زیادہ
فائدہ ہوگا 124

نماز جنازہ میں صفیں طاق ہونا ضروری نہیں 126

نماز جنازہ میں ایک مقتدی ہو تو 127

میت کی نماز جنازہ کون پڑھائے 127

خطبہ نمبر 13 131

نماز جنازہ میں امامت کے آداب 131

امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان کھڑا ہو 131

نماز جنازہ 134

تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین 134

خطبہ نمبر 14 139

نماز جنازہ کی نیت 139

نیت کا شرعی مطلب 140

نماز جنازہ کی نیت 141

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ 141

نماز جنازہ میں درود 144

خطبہ نمبر 15 147

نماز جنازہ کی دعائیں 147

خطبہ نمبر 16 152

نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے کی صورت 152

سلام کیسے پھیرے 153

نمازِ جنازہ کے اوقات 155

خطبہ نمبر: ۱۷	۱۵۷
میت خواہ مسلم کی ہو خواہ کافر کی اس کو دفن کرنا فطری طریقہ ہے	۱۵۷
➢ کافر کو دفن کرنا	۱۵۹
➢ سماع موتی سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۱۶۱
خطبہ نمبر: ۱۸	۱۶۵
میت کو جلانا غیر شرعی اور غیر فطری عمل ہے	۱۶۵
خطبہ نمبر: ۱۹	۱۷۲
مسلم کو کافر کے ساتھ اور کافر کو مسلم کے ساتھ دفن نہ کیا جائے	۱۷۲
➢ مسجدوں اور گھروں میں قبریں نہیں بنانا چاہئے	۱۷۵
خطبہ نمبر: ۲۰	۱۷۹
معرکہ کے شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں شہید ہوئے ہیں	۱۷۹
➢ رات کو مجبوری کی بنا پر دفن کیا جا سکتا ہے	۱۸۰
خطبہ نمبر: ۲۱	۱۸۳
سامی اور ،حانے والی قبر دونوں جائز ہیں	۱۸۳
➢ قبر کو گہرا' کھلا اور اچھا بنانا چاہئے	۱۸۴
➢ میت کو قبر میں کون اتارے	۱۸۶
➢ خاوند اپنی اہلیہ کو دفن کر سکتا ہے	۱۸۸
خطبہ نمبر: ۲۲	۱۸۹
میت کو قدموں کی طرف سے داخل کرنا سنت ہے	۱۸۹
➢ میت کو قبر میں کیسے رکھنا چاہئے؟	۱۹۱
➢ قبر پر مٹی ڈالنا	۱۹۲

خطبہ نمبر: ۲۳	۱۹۵
قبر کی اونچائی	۱۹۵
➤ قبر کوہان نما ہو	۱۹۵
➤ اونچی قبروں کو برابر کر دینا چاہیے	۱۹۶
➤ قبر پر بخشش کی دعا کرنا	۱۹۷
➤ عثمان بن مضعونؓ کی وفات' اور قبر پر پتھر یا اس جیسی کوئی نشانی رکھنا	۱۹۸
➤ قبر پر میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنا	۲۰۱
خطبہ نمبر: ۲۴	۲۰۲
قبر پر دعا کرنا	۲۰۲
➤ زندگی میں اپنی قبر بنانا	۲۰۳
➤ زندگی میں قبر بنانے والوں کا بہانہ اور ان کا رد	۲۰۳
➤ تعزیت کرنا	۲۰۵
➤ تعزیت کے متعلق ایک ضعیف روایت کی نشاندہی	۲۰۸
خطبہ نمبر: ۲۵	۲۰۹
تعزیت کے متعلق چند احادیث	۲۰۹
➤ تعزیت کے متعلق پہلی حدیث	۲۰۹
➤ ہر شے اللہ تعالیٰ کی ہے	۲۱۰
➤ صابر کون ہیں؟	۲۱۲
➤ تعزیت کے متعلق دوسری حدیث	۲۱۵
➤ تعزیت سے متعلق تیسری حدیث	۲۱۸
خطبہ نمبر: ۲۶	۲۲۰
تعزیت کرنے کا وقت	۲۲۰
➤ بذات خود امیر بننا	۲۲۲
➤ سوگ کرنا	۲۲۵

❀ **خطبہ نمبر**: ۲۷ ۲۲۷

میت کے گھر والوں کو کھانا کھلانا اور ہمارے

رسم ورواج ۲۲۷

❀ **خطبہ نمبر**: ۲۸ ۲۳۴

جن کاموں سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے ۲۳۴

➢ فوت شدگان کے لیے دعا کرنا ۲۳۴

❀ **خطبہ نمبر**: ۲۹ ۲۴۱

فوت شدہ کی طرف سے فرض روزے رکھنا ۲۴۱

➢ میت کی طرف سے فرضی روزوں کی قضاء دینے پر

اعتراض اور اس کا جواب ۲۴۴

❀ **خطبہ نمبر**: ۳۰ ۲۴۸

میت کی طرف سے قرضہ ادا کرنا ۲۴۸

➢ قرض کی ادائیگی کی اہمیت ۲۴۸

➢ میت کا قرضہ کون ادا کرے ۲۵۲

❀ **خطبہ نمبر**: ۳۱ ۲۵۴

میت کی طرف سے صدقہ کرنا ۲۵۴

➢ پہلی حدیث ۲۵۴

➢ دوسری حدیث ۲۵۵

➢ وصیت کرنا فرض ہے ۲۵۶

➢ میت کو صدقہ کا فائدہ کیسے پہنچے گا؟ ۲۵۸

❀ **خطبہ نمبر**: ۳۲ ۲۶۰

انسان کے وہ اعمال جن کا فائدہ اس کو مرنے کے

بعد بھی پہنچتا ہے ۲۶۰

➢ پہلی حدیث ۲۶۰

(۱) صدقۂ جاریہ ۲۶۰
(۲) دین کا علم ۲۶۱
(۳) نیک اولاد ۲۶۲
حدیث رسول ﷺ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا لگاؤ ۲۶۲
جاری رہنے والے اعمال ۲۶۴

خطبہ نمبر: ۳۳ ۲۶۹
قبرستان کی زیارت کرنا ۲۶۹
قبرستان جانے کی دو صورتیں ۲۶۹
سفر کر کے قبرستان جانا منع ہے ۲۶۹
اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت ۲۷۰
پہلی حدیث ۲۷۰
قبرستان میں خلاف شرع کوئی بات نہیں کرنا چاہئے ۲۷۱
قبرستان کی زیارت سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے ۲۷۲
دوسری حدیث ۲۷۲
تیسری حدیث ۲۷۲

خطبہ نمبر: ۳۴ ۲۷۵
عورتوں کا قبرستان جانا ۲۷۵
عورتوں کے قبرستان جانے کی دوسری دلیل ۲۷۵
عورتوں کے قبرستان جانے کی تیسری دلیل ۲۷۷
عورتوں کے قبرستان جانے کے خصوصی دلائل ۲۷۷
دوسری خصوصی دلیل ۲۷۸
عورتیں کثرت سے قبرستان نہ جائیں ۲۸۰

خطبہ نمبر: ۳۵ ۲۸۱
قبرستان جانے کے آداب اور دعائیں ۲۸۱

- نبی کریم ﷺ کی قبر پر کون سی دعا پڑھنا چاہیے ۲۸۴
- سلام کہنا اور مردوں کا سننا ۲۸۴
- سلام مومن اور مسلم کو کرنا چاہیے ۲۸۵
- قبرستان میں قرآن خوانی کرنا ۲۸۵
- ایک من گھڑت روایت ۲۸۸
- مذکورہ روایت کی تحقیق ۲۸۸
- تنبیہ ۲۸۹
- دو ضعیف روایات کی نشاندہی ۲۸۹
- مذکورہ روایت کی تحقیق ۲۸۹

خطبہ نمبر: ۳۶ ۲۹۱

قبرستان میں دعا کرنے کا طریقہ ۲۹۱
- قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۲۹۱
- قبر پر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا ۲۹۲
- ہر دعا کے لیے قبلہ رخ ہونا شرط نہیں ۲۹۳

خطبہ نمبر: ۳۷ ۲۹۶

قبر پر پھول چڑھانا اور ٹہنیاں لگانا ۲۹۶

خطبہ نمبر: ۳۸ ۳۰۲

قبر پر کیے جانے والے ناجائز اور حرام کام ۳۰۲
- پہلا فرمان ...... قبر پر جانور ذبح کرنا ۳۰۲
- دوسرا فرمان ۳۰۴

(۱) قبروں کو پختہ بنانا ۳۰۴
(۲) قبر پر بیٹھنا ۳۰۵
(۳) قبر پر عمارت بنانا ۳۰۶
(۴) قبر پر زیادہ مٹی ڈالنا ۳۰۹

﴿۵﴾ قبر پر لکھائی کرنا ٣١٠

خطبہ نمبر: ٣٩ ٣١١

قبرستان میں نماز پڑھنا ٣١١

خطبہ نمبر: ٤٠ ٣١٥

قبروں کو عبادت گاہ بنانا ٣١٥

- پہلا فرمان ٣١٥
- دوسرا فرمان ٣١٦
- تیسرا فرمان ٣١٧
- چوتھا فرمان ٣١٨

خطبہ نمبر:۱

مسلم کے ذمے حقوق

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ذمے حقوق ہیں اور بندوں کے اللہ کے ذمے حقوق ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے امت پر حقوق ہیں اور امتیوں کے نبی اکرم ﷺ پر حقوق ہیں، والدین کے اولاد پر حقوق ہیں اور اولاد کے والدین پر حقوق ہیں، اور بیوی کے خاوند کے ذمے حقوق ہیں اور خاوند کے بیوی کے ذمے حقوق ہیں، مالک کے مملوک کے ذمے حقوق ہیں اور مملوک کے مالک ذمے حقوق ہیں، مستاجر کے مزدور کے ذمے اور مزدور کے مستاجر کے ذمے حقوق ہیں ہمسائیوں کے ایک دوسرے کے ذمے حقوق ہیں، الغرض ہر کسی کے ایک دوسرے کے ذمے حقوق ہیں مسلم کے مسلم کے ذمے حقوق ہیں کتاب وسنت میں ان کی تفصیل اور اجمال موجود ہے۔

ایک دفعہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ام درداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا ابو درداء کیسے آدمی ہیں؟ (بیوی اپنے خاوند کے متعلق جو کچھ جانتی ہے دوسرا اتنا کچھ نہیں جانتا) ام درداء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں آپ کا بھائی بڑا ہی نیک ہے دن کو روزہ رکھتا ہے ناغہ نہیں کرتا اور رات قیام میں گزار دیتا ہے، سلمان فارسی بات سمجھ گئے۔ «العاقل تكفيه الإشارة». عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کھانا پیش کیا، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا

کھائیں' ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرا تو روزہ ہے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہنے لگے جب تک آپ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھائیں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے نفلی روزہ کھولا اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

رات ہوئی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ قیام اللیل کے لئے تیار ہو گئے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہنے لگے ابھی سو جاؤ تھوڑی دیر کے بعد ابو درداء رضی اللہ عنہ پھر اٹھ پڑے اور قیام کرنے لگے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پھر کہنے لگے سو جاؤ ابھی بہت وقت ہے دو تین مرتبہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کو منع کیا پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خود بھی اٹھے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کو بھی اٹھایا رات کے آخری حصے میں قیام کیا اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کو وعظ کیا آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے مہمان کا بھی آپ پر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی آپ پر حق ہے۔ [1]

«فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ».

''ہر حق والے کا حق ادا کرو۔'' [2]

صبح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی کہ انہوں نے رات مجھے قیام سے منع کیا اور روزہ بھی کھولنے کو کہا ہے اور یہ وعظ کیا ہے کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صدق سلمان رضی اللہ عنہ». ''سلمان رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا ہے۔'' [1]

{1} صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب من اقسم على اخيه ليفطر في التطوع ولم ير عليه قضاء اذا كان اوفق له، حديث: ۱۹۶۸، ترمذي حديث ۲۴۱۳.

{2} صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب من أقسم على أخيه ليفطر على التطوع ولم ير عليه، حديث: ۱۹۶۸.

ہر ایک کا حق ادا کرو۔ کچھ کا حق ادا کر دیا اور کچھ کے حقوق کو پامال کر دیا اسلامیت تو ایک طرف رہی یہ تو انسانیت بھی نہیں فطرت کے ہی خلاف ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی اور دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو بھی یہی وعظ فرمایا ہے، وہ بھی دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زیادہ سے زیادہ ایک روزہ اور ایک ناغہ کریں داؤد علیہ السلام والا روزہ رکھیں۔ اس سے زیادہ آپ نہیں رکھ سکتے اور قرآن مجید تین راتوں سے پہلے آپ ختم نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ رات قیام میں تین راتوں میں ختم کر سکتے ہو اور ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بدن کا بھی تیرے اوپر حق ہے اور تیرے گھر والوں کا بھی تیرے اوپر حق ہے، سب حق والوں کا حق ادا کرو۔ (۲)

مسلم کے مسلم پر چھ حقوق ہیں:

صحیح مسلم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ».

''مسلم کے دوسرے مسلم پر چھ حق ہیں۔'' (۳)

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں پانچ حقوق کا بھی ذکر آیا ہے۔ (۴)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع ولم یر علیه قضاء اذا کان اوفق له، حدیث ۱۹۶۸، ترمذی حدیث ۲۴۱۳.

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب مایکره من ترك قیام اللیل ممن کان یقومه، حدیث: ۱۱۵۳. ابو داؤد ۱۳۹۱.

(۳) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، حدیث: ۲۱۶۲.

(۴) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر واتباع الجنائز، حدیث ۱۲۴۰

صحیح مسلم والی حدیث میں چھ کا ذکر آیا ہے محدثین نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ اصول بنایا ہے کہ اگر ایک راوی کم چیزیں بیان کرتا ہے اور دوسرا راوی زیادہ بیان کرتا ہے تو زیادہ بیان کرنے والا اگر ثقہ ہے' معتبر ہے تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی۔ (۱)

لہٰذا پانچ اور چھ بیان کرنے میں کوئی تعارض نہیں ہے اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب پچیس درجے ہے اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ستائیس درجے ہے دو درجے زیادہ بیان کر دیئے یہ کوئی تعارض نہیں ہے۔

پہلا حق : سلام کہنا اور جواب دینا:

«اِذَا لَقِیْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ».

''جب آپ اپنے مسلم بھائی سے ملیں تو اس کو سلام کہیں۔''

دوسری حدیث میں آپ کے الفاظ ہیں: «رَدُّ السَّلَامِ» ''سلام کا جواب دینا۔''

سلام کہنا یہ بھی حق ہے اور سلام کا جواب دینا یہ بھی حق ہے۔

ایک مسلم دوسرے مسلم کو ملے تو اس کو سلام کہے دوسرا اس کا جواب دے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا ﴾

''جب تم کو تحیہ دیا جائے (مفسرین کرام نے لکھا ہے اس سے مراد سلام ہے) تو تم اس سے اچھا جواب دو۔'' (۲)

---

(۱) نخبة الفکر

(۲) سورة النساء' آیت: ۸۶

سلام کہنے والے نے اگر «السلام علیکم» کہا ہے تو آپ اس کو جواب میں «وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته» کہیں سلام کے ساتھ رحمت کی دعا کو زیادہ کریں' اس سے بھی زیادہ «برکاته» بھی کہہ دیں رحمت بھی ہو اور برکت بھی ہو۔

اگر طبیعت میں اتنی سخاوت نہیں تو کم از کم اس نے جتنا کہا ہے اس کا جواب تو ضرور دیں «وعلیکم السلام» ہی کہیں دیں۔

لیکن یہاں ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ کوئی مسلم کسی کو سلام کہتا ہی نہیں' اگر کہہ دے تو جواب کوئی نہیں دیتا' کئی تو ایسے ہیں جو سلام لینے اور سلام کا جواب دینے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ **نعوذ باالله من ذلك!**

رسول اکرم ﷺ تو اس کو حق قرار دے رہے ہیں اور یہ ادائیگی اس کو ہتک سمجھ رہا ہے۔

یہ نخوت ہے کیونکہ حق کے سامنے اکڑنا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا لوگوں کو حقیر سمجھنا یہ تکبر ہے اور کئی اچھے بھلے نمازی حاجی پرہیز گار روزے رکھنے والے زکوٰۃ دینے والے سلام نہیں لیتے اور نہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

«أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوا الْهَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ».

"سلام کو عام کرو ایک دوسرے کو کھانا کھلاؤ (کوئی ضروی نہیں کہ گوشت اور بریانی ہی کھلاؤ بلکہ جس طرح کی ہمت اور توفیق ہے اس طرح کا کھلاؤ) رات کو نماز ادا کرو جب لوگ سوئے ہوتے ہیں اور کفار سے جہاد کرو ان کی کھوپڑیاں اڑا دو جب تم یہ کام کرو گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی جنت میں سلامتی سے داخل

ہو جاؤ گے۔“ [1]

رب تعالیٰ کی جانب سے آواز آئے گی:

﴿ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴾

”امن اور سکون کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ [2]

بہر حال سلام کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے لیکن ہم نے اس کی قدر و قیمت کو نہیں جانا۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا:

«أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ».

”کونسا مسلم زیادہ فضیلت والا ہے؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ».

”فرمایا ایک دوسرے کو کھانا کھلاؤ اور سلام کہو مسلم آپ کے جان پہچان والے ہیں پھر بھی سلام کہو اگر جان پہچان والے نہیں پھر بھی سلام کہو۔“ [3]

یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہیں کہنا، مسلمان کو سلام کہنا ہے۔ جب ہم ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو آپس میں سلام نہیں کہتے۔ کیا ہم ان کو یہود و نصاریٰ سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک!

اگر مسلم ہیں تو سلام ضرور کہو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بہتر اور فضیلت

---

(۱) جامع الترمذی' کتاب الاطعمة عن رسول اللہ ﷺ' باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام' حدیث: ۱۸۵۴.

(۲) سورۃ الحجر' آیت: ۴۶

(۳) صحیح بخاری' کتاب الایمان' باب اطعام الطعام من الاسلام' حدیث: ۱۲

والا مسلم وہ ہے جو ہر ایک کو سلام کہتا ہے۔ یہ شش گانہ حقوق میں سے پہلا حق ہے۔

دوسرا حق: دعوت قبول کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ».

''جب وہ دعوت کرے تو وہ (دعوت کو) قبول کرے۔''

دعوت قبول کرنا ایک مسلم کا دوسرے مسلم پر حق ہے۔

تیسرا حق: مسلمان کی خیر خواہی کرنا:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ».

''جب آپ سے مسلم بھائی نصیحت اور خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کریں۔''[1]

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ».

''دین ہے ہی خیر خواہی۔''[2]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا:

«لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ».

''اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کس کی خیر خواہی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَكِتَابِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ».

''اللہ کی خیر خواہی اللہ کے پیغمبر کی خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الایمان' باب اطعام الطعام من الاسلام' حدیث: ۱۲۔

(۲) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان ان الدین نصیحة' حدیث: ۵۵۔

خیر خواہی مسلمانوں کے پیشواء ان کے لیڈروں کی خیر خواہی اور عام تمام مسلمانوں کی خیر خواہی۔''

الغرض مسلم کا مسلم کے ذمے حق ہے جب وہ اس سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرے۔ اس حق کی اہمیت کا اندازہ لگائیں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ چیزوں کے بارے میں بیعت لی۔ ان میں نماز بھی تھی زکوٰۃ بھی تھی، صدقات بھی تھے اور بھی کئی چیزیں تھیں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کے متعلق بھی بیعت لی۔

«وَالنُّصحِ لِكُلِّ مُسلِمٍ».

''ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا۔''(۱)

اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی پختہ عہد لیا اس کے بعد جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ ساری عمر ہر مسلم کی خیر خواہی کرتے رہے ہیں۔

ایک دفعہ کوفے کے گورنر فوت ہو گئے، ابھی نیا گورنر مقرر نہیں ہوا تھا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو انتشار سے بچانے کے لئے مسجد میں وعظ کیا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی کہ ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا ہے تو جب تک نیا امیر مقرر نہیں ہوتا کوئی فساد بگاڑ پیدا نہیں کرنا عنقریب مرکز کی طرف سے امیر مقرر ہو جائے گا۔ اپنے وعظ کے آخر میں انہوں نے کہا کہ:

«وَاَنَا نَاصِحٌ لَكُم». ''میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں''(۲)

---

(۱) صحيح بخاری: كتاب الايمان، باب الدين النصيحة لله و لرسوله ولائمة المسلمين و عامتهم، حديث: ۵۷.

(۲) صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب الدين النصيحة، حديث: ۵۸.

«فَاسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ».

اس بات پر انہوں نے اپنا خطبہ ختم کیا' استغفار کیا اور نیچے اتر آئے۔

ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دین ہے ہی خیر خواہی۔ اور ہر مسلم کی خیر خواہی کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ لیکن ہم اس حق کے متعلق بھی بہت زیادہ کوتاہی کرتے ہیں۔ «إلا ما شآء اللہ». چند ایک ہیں جو کسی کی خیر خواہی کرتے ہیں ورنہ کوئی کسی سے اگر مشورہ پوچھے تو اسے ایسا مشورہ دیں گے جس سے اس کا بیڑا غرق ہو جائے گا پہلے وہ آدمی یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ حاجی صاحب میرے بڑے خیر خواہ ہیں اور مجھے بہت اچھا مشورہ دیں گے۔ لیکن جب اس کے مشورے پر عمل کرتا ہے اور نتیجہ سامنے آتا ہے' تو اس کو سمجھ آتی ہے کہ میری تو انہوں نے جڑ ہی اکھیڑ دی ہے۔

ایسی حرکت بالکل نہیں کرنا چاہیے رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں مسلم کا مسلم کے ذمے حق ہے اس کی خیر خواہی کرے اگر اس کی خیر خواہی نہیں کر سکتا تو اس سے معذرت کر لے اپنی ناتجربہ کاری یا اپنے دل کی خرابی کی بنا پر کسی مسلمان کی بدخواہی کرنا دین داری والی بات نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ».

"جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے اس کو امانت دار سمجھا جاتا ہے۔"[1]

مشورہ طلب کرنے والا اس کو امانت دار سمجھتا ہے' کوئی بات راز میں رکھنے والی ہوتی ہے اس کو راز میں رکھنا ہی اس کی خیر خواہی ہے۔

اگر راز میں ضرر ہے تو اس کی خیر خواہی نہیں رہتی اور کچھ باتیں اس سے

---

[1] سنن ترمذی' کتاب الادب' باب ان المستشار موتمن' حدیث: ۲۸۲۲. ابو داؤد' حدیث: ۵۱۲۸. ابن ماجہ' حدیث: ۳۷۴۵.

کرنے والی ہوتیں ہیں جو اس کو فائدہ دیتی ہیں' ہر لحاظ سے اس کی خیر خواہی کرے بدخواہی نہ کرے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کی خیر خواہی کرتے تھے:

﴿ وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (1)

نوح علیہ السلام سے قوم نے کیا سلوک کیا! آپ سنتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ انہوں کہا اگر باز نہ آئے تو پتھر مار مار کر سنگسار کردیں گے اس کے باوجود نوح علیہ السلام ان سے خیر خواہی کرتے ہی رہے ہیں' گالیاں سن سن کے ماریں کھا کھا کر امت کی خیر خواہی کرتے رہتے تھے ھود علیہ السلام کو قوم نے برا کہا اور بے وقوف کہا' ھود علیہ السلام نے کہا کہ میں بے قوف نہیں ہوں:

﴿ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ ﴾

''میں تو (اللہ کا پیغمبر ہوں اور) تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں۔'' (2)

نبی ﷺ نے امت کی کتنی خیر خواہی کی! لیکن قوم نے اور خاندان والوں نے زدوکوب ہی کیا مکہ سے نکال دیا مدینہ میں بھی امن سے نہیں رہنے دیا بدر اور احد میں لڑائی کی لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی خیر خواہی ہی کرتے رہے۔

طائف والوں سے آپ ﷺ نے خیر خواہی کی لیکن انہوں نے کیا مصائب ڈھائے آسمان کے فرشتے نے کہا اجازت دو ان کو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے آپ نے فرمایا نہیں' بلکہ آپ نے دعا فرمائی (یا اللہ ان کو ہدایت عطاء فرمادے یہ نہیں جانتے) ہوسکتا ہے ان کی اولاد میں سے مسلمان اور نیک لوگ پیدا ہوجائیں۔

---

(1) سورۃ الاعراف: ۶۲

(2) سورۃ الاعراف: ۶۸

«بَلْ أَرْجُو أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا». (1)

جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو اس وقت بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خیال تھا کہ آپ ﷺ اپنے اوپر کیے ہوئے ظلم کا بدلا لیں گے اور مکہ کی گلیاں خون کی ندیاں بن جائیں گی۔

لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾

جو بات یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت عطاء کردی بھائی یوسف علیہ السلام کے ماتحت ہو گئے تو یوسف علیہ السلام نے کہا:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾

''آج تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے۔''

رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا جو خانہ کعبہ کے پاس چلا جائے اس کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا جو اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اس کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا جو ابوسفیان کے گھر چلا جائے اس کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔

یہ آپ کی ان سے خیر خواہی تھی' خیر خواہی کا جذبہ تھا۔ اور آپ ﷺ کا

---

(1) صحيح بخاري' كتاب بدء الخلق' باب ذكر الملائكة' حديث: ٣٢٣١
صحيح مسلم' باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين' حديث ١٧٩٥۔

فرمان بھی ہے۔ مسلم کا مسلم پر حق ہے کہ اس کی خیر خواہی کرے۔

چوتھا حق: چھینک کا جواب دینا:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«وَإِذَا عَطِسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ».

''جب مسلم آدمی چھینک لگائے تو الحمد اللہ کہے تو اس کی چھینک کا

جواب دو۔

«يَرْحَمُكَ اللّٰهُ».

''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے''

پھر وہ چھینکنے والا جواب دے گا۔

«يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ».

چھینک کا جواب دینا یہ بھی مسلم کا مسلم پر حق ہے۔

پانچواں حق: مریض کی عیادت کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ». ''جس وقت وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔''

خود رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لئے جایا کرتے تھے عار محسوس نہیں کرتے تھے کہ میرا اتنا بلند و بالا مقام ہے اللہ کا پیغمبر ہوں اور پیغمبروں کا بھی سردار ہوں میں اس کی بیمار پرسی کے لئے جاؤں!

آپ عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ بیمار پرسی کے لئے جاتے تھے' سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے رسول اللہ ﷺ ساتھیوں کو ساتھ لے کر گدھے پر سوار ہو کر ان کی بیمار پرسی کیلئے گئے۔ [1]

---

[1] صحيح بخاري' كتاب المرضى' باب عيادة المريض راكبا وماشيا وردفا على الحمار' حديث: ٥٦٦٣.

یہ تو سردار آدمی تھے کوئی کالے دل والا سمجھ سکتا ہے کہ سردار کی بیمار پرسی کے لئے آپ چلے گئے تھے کسی اور کے لئے نہیں جاتے تھے' یہ اس کی خام خیالی ہے بلکہ ایک یہودی کا بچہ جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اس کو کہا اے بچے کلمہ پڑھ لے اسلام قبول کر لے اس کا باپ پاس موجود تھا وہ بچہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھے اور کبھی اپنے باپ کی طرف دیکھے اسلام قبول کرنے کو دل تو چاہتا تھا لیکن یہودی باپ سے ڈرتا تھا اس کے باپ کو سمجھ آ گئی کہ اس کا دل نبی ﷺ کی بات ماننے کو چاہتا ہے۔ کہنے لگا «أطع أبا القاسم» ابو القاسم کی اطاعت کر اس نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ [1]

یہودیوں کو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا علم تھا پہلی کتابوں میں وہ پڑھ چکے تھے لیکن ضد بغض اور حسد جیسی بیماریوں نے ان کو اسلام قبول نہیں کرنے دیا بہر حال بچے کو اس نے کہہ دیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔

گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کرتے تھے خواہ وہ غیر مسلم ہوتا خواہ بڑا ہوتا خواہ چھوٹا ہوتا عار محسوس نہیں کرتے تھے اب ہم عار محسوس کرتے ہیں کہ میں تو اتنا بڑا ہوں اس کی بیمار پرسی کیوں کروں۔

مسجد کی خادمہ فوت ہو گئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو دفن کر دیا' نبی اکرم ﷺ نے پوچھا مسجد کی خادمہ نظر نہیں آ رہی صحابہ کرام نے بتایا ہم رات اس کو دفن کر آئے ہیں۔ اور ہم نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ تو آرام کر رہے ہیں کیا خلل ڈالنا ہے۔ انہوں نے خادمہ کو کوئی اہمیت نہ دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ نے مجھے اطلاع تو دینا تھی اب آپ مجھے اس کی قبر

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه' حدیث ۱۳۵۶

بتلائیں۔ آپ اس کی قبر پر گئے اور باقاعدہ جس طرح آپ نماز جنازہ پڑھاتے' اس طرح اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھائی۔ ❶

لیکن ہمارے ہاں جس کو چند حرف آجاتے ہیں وہ پھولا نہیں سماتا کیا میں خادمہ کی بیمار پرسی کرنے کے لئے جاؤں یہ کسی کی بات نہیں ہمارا اپنا یہ حال ہے اس معاملے میں ہم لوگ بہت زیادہ کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مسلم کا مسلم کے ذمے حق بیان فرمایا ہے۔ مسلم کا لفظ رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیا ہے باپ کا لفظ استعمال نہیں کیا والدہ کا بھائی کا چچا کا بیوی کا خاوند کا قریبی کا رشتے داروں کا ذکر نہیں کیا بلکہ:

«حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ».

مسلم کا حق مسلم پر ہے مسلم کا لفظ استعمال کیا ہے مسلم خواہ اعلیٰ ہے خواہ ادنیٰ ہے کسی بھی طبقے سے ہے ہر مسلم کا مسلم کے ذمے حق ہے' یہ چھ حقوق مشترکہ ہیں ان میں کوئی امتیاز نہیں۔

ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھنے والے نمازی کا ہمیں نام تک نہیں آتا ان کے گھر کا علم نہیں اتنی غفلت اور اتنی سستی ہے' ہم نے بیمار پرسی کیا کرنی ہے۔ دینی ادارے اور مساجد والوں کو خاص طور پر اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے اس سے اچھا اثر قائم ہوگا۔

چھٹا حق: اتباع الجنائز:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «واذا مات فاتبعه». ''جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ کے ساتھ ساتھ جاؤ۔'' ❷

❶ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر بعد مايدفن، حديث: ١٣٣٧.

❷ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم على المسلم رد السلام، حديث: ٢١٦٢.

جنازہ پڑھنا ہر مسلم کا مسلم کے ذمے حق ہے اگر جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے تو ایک قیراط ثواب ملے گا اور اگر جنازہ پڑھنے کے بعد قبر میں دفنانے تک ساتھ رہتا ہے تو اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔ ایک قیراط ایک اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم ان تمام حقوق کا خیال رکھیں۔ وہ چھ حقوق اختصار کے ساتھ پھر سماعت فرمالیں جو رسول اللہ ﷺ نے اس ایک حدیث میں بیان کئے ہیں:

﴿۱﴾ سلام کہنا اور اس کا جواب دینا۔

﴿۲﴾ جب کوئی مسلم کسی مسلم کو دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔

﴿۳﴾ جب کوئی مسلم کسی مسلم سے خیر خواہی کے جذبے سے مشورہ طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرے۔

﴿۴﴾ جب کوئی مسلم چھینک لگائے تو «الحمد لله» کہے اور سننے والے مسلم اس کا جواب دیں «يرحمك الله» کہیں۔

﴿۵﴾ جب بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے۔

﴿۶﴾ جب کوئی مسلم فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

خطبہ نمبر: ۲

سات امور جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور وہ سات امور جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے

گذشتہ جمعہ میں ایک مسلم کے دوسرے مسلم کے ذمے جو حقوق ہیں آپ نے وہ تفصیل سے سماعت فرمائے۔ آج کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرنا مقصود ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع کیا ہے۔

براء ابن عازب فرماتے ہیں:

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ». [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع کیا ہے یہ سات چیزوں کا حکم اور سات چیزوں سے منع کرنے کی بات ایک خاص موقع کی ہے ویسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے۔ اور بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے۔

اور وہ سات چیزیں یہ ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حکم دیا ہے۔

(۱) أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ (۲) وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ
(۳) وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ (۴) وَرَدِّ السَّلَامِ

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المظالم والغضب، باب نصر المظلوم، حدیث: ۲۴۴۵، ۱۲۳۹.

﴿۵﴾ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي ﴿۶﴾ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ
﴿۷﴾ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ

ان سات چیزوں میں پانچ چیزیں تو وہی ہیں جو ایک مسلم کے دوسرے مسلم کے ذمہ شش گانہ حقوق میں بیان ہوئیں ہیں۔

﴿۱﴾ بیمار پرسی کرنا ﴿۲﴾ جنازے میں شامل ہونا
﴿۳﴾ چھینک کا جواب دینا ﴿۴﴾ سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا
﴿۵﴾ دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا۔

اس حدیث میں مزید رسول اللہ ﷺ نے دو چیزن بیان فرمائی ہیں۔

﴿۶﴾ «إِبْرَارُ الْمُقْسِمِ»

جو جائز قسم اٹھائے اس کی قسم پوری کرنے میں تعاون کرنا' کیونکہ اس نے نیک قسم اٹھائی ہے اس کی قسم پوری ہو جائے تو اس کو بھی اتنا ہی اجر وثواب ملے گا۔

﴿۷﴾ ساتویں چیز جس کا آپ نے اس حدیث میں جو حکم دیا ہے وہ یہ ہے:
«وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ» مظلوم کی مدد کرنا اس کو ظلم سے بچانا۔
ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا».
''اپنے بھائی کی مدد کرو اگر وہ ظالم ہے پھر بھی اس کی مدد کرو اور اس کو ظلم سے بچاؤ اگر مظلوم ہے تو تب بھی اس کی مدد کرو۔'' [1]

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے کہ ظالم کا ہاتھ روکیں اور مظلوم کو ظلم سے بچائیں لیکن ظالم کی مدد کرنے کا کیا

﴿۱﴾ صحیح بخاری' کتاب المظالم والغضب' باب اعن اخاك ظالما او مظلوما' حدیث: ۲۴۴۳.

مطلب ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظالم کو ظلم سے منع کرو اس کو ظلم نہ کرنے دو «ذاك نصره» یہ ظالم کی مدد ہے وہ ظلم کر کے اپنا اعمال نامہ سیاہ کر رہا ہے آپ اس کو ظلم سے روکیں گے تو یہ اس کی مدد ہو جائے گی براء بن عازب فرماتے ہیں:

«وَنَهَانَا عَنْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْاِسْتَبْرَقِ»۔ [1]

نبی اکرم ﷺ نے ایک خاص موقعہ پر جن سات چیزوں سے منع کیا وہ یہ ہیں:

سونے کی انگوٹھی پہننا:

مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا بھی حرام ہے یہاں اگر کسی کو منع کریں تو وہ بہت سے بہانے بنانے شروع کر دیتا ہے جی سفر پر جانا ہوتا ہے لوگ جیب کاٹ لیتے ہیں پھر انگوٹھی کام آ جاتی ہے اس لئے ہم انگوٹھی پہنتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ منع کر رہے ہیں یہ حیلے اور بہانے بنا رہا ہے لوگ تو آدمی کو ہی جان سے مار ڈالتے ہیں پھر یہ انگوٹھی کیا کرے گی بعض اوقات حادثہ بھی ہو جاتا ہے بس ہی ٹکرا جاتی ہے پھر کیا کرے گا انگوٹھی کیا کرے گی۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے جناب مولانا محمد منظور احمد صاحب شیر پنجاب حفظہ اللہ تعالیٰ خوشاب کے علاقہ میں وعظ کرنے گئے تھے واپسی پر بس ٹکرا گئی سات آٹھ افراد وہیں موقع پر ہلاک ہو گئے مولانا منظور احمد صاحب شیر پنجاب صاحب پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا لیکن ان کے بچے کی ٹانگیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، حدیث: ۱۲۳۹.

ٹوٹ گئیں اور بچی انتہائی زخمی ہوگئی وہ ہسپتال میں ہے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت وعافیت عطا فرمائے۔آمین!

ایکسیڈنٹ حادثات بہت زیادہ ہوتے رہتے ہیں لہٰذا یہ بہانہ بنانا کہ پیسے لے جائے تو انگوٹھی کام آجاتی ہے۔بے بنیاد اور فضول ہے۔جب کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل دیکھو حدیث میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں پھر حکم آگیا کہ سونے کی انگوٹھی نہیں پہننا نبی اکرم ﷺ نے انگوٹھی اتار دی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اتار دی ہے تو صحابہ کرام نے بھی فوراً سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں تعمیل کرنے کا لطف آگیا۔ [1]

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [2]

ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں «سمعنا وأطعنا» حیلے بہانے نہیں بناتے بلکہ کہتے ہیں کہ حکم سن لیا اور اس کی تعمیل کر لی یہ بھی نہیں کہتے کہ تعمیل کرینگے۔جیسا کہ ہمارا تکیہ کلام بن گیا ہے مولوی جی عمل کریں گے'صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو نبی اکرم ﷺ کا عمل دیکھ کر فوراً عمل کرتے تھے حدیبیہ کے مقام کا ایک واقعہ ہے جب نبی اکرم ﷺ کو کافروں نے عمرہ کرنے سے روک دیا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ

---

[1] صحيح بخاري' كتاب اللباس' باب خاتم الفضة' حديث: ٥٨٦٦.
صحيح مسلم' حديث: ٢٠٩١.

[2] سورة النور: ٥١.

قربانیوں کے جانور ذبح کردو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوچ میں پڑ گئے کہ کیا کریں ہوسکتا ہے کہ شاید کہ کوئی حکم اتر آئے نبی اکرم ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے گئے آپ پریشان تھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا پریشانی ہے آپ نے فرمایا میں نے ان کو کہا ہے کہ قربانیوں کے جانور ذبح کردو یہ ذبح نہیں کر رہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اطاعت سے واقف تھیں کہنے لگیں آپ قربانی کا جانور ذبح کردیں نبی اکرم ﷺ نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کردیا جونہی آپ نے اپنا جانور ذبح کیا تو فوراً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے جانور ذبح کردیئے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرلی۔ (1)

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے سونے کی انگوٹھی پہن لی اس کو اس کے حرام ہونے کا پتہ نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتار کر پھینک دی رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو فرمایا کہ یہ انگوٹھی پہننا منع ہے۔ آپ اس کو اٹھالیں اور فروخت کرلیں یا اپنی کسی عورت کو دے دینا وہ پہن لے گی اس صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نبی اکرم ﷺ نے بذات خود اس کو میرے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیا ہے اب میں نے اس کو ہاتھ نہیں لگانا۔ (2)

تعمیل کا لطف آگیا یہاں کسی کی انگوٹھی کو ہاتھ لگا کر تو دیکھو ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کر چھرا ہی گھونپ دے۔

<u>چاندی کے برتن:</u>

دوسری چیز جس سے رسول اللہ ﷺ نے اس خاص موقعہ پر منع فرمایا وہ

---

(1) صحیح بخاری' کتاب الشروط' باب الشروط فی اجهاد والمصالحة مع اهل الحرب و کتابة' حدیث: ٢٧٣٤.

(2) مسند احمد' حدیث: ٢١٨٣١.

چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ہے اس روایت میں چاندی کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں سونے کا بھی ذکر آتا ہے آپ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔

ریشمی لباس پہننا:

دوسری چیز جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ وہ ہے ریشمی لباس نبی اکرم ﷺ نے ریشمی لباس سے منع کیا ہے۔ لیکن امت میں بہت سارے افراد ہیں جو ریشمی لباس پہن رہے ہیں ان کو کوئی سمجھائے بھی تو نہیں سمجھتے ایسے لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی بھی ہے آپ نے فرمایا ایسے قومیں آجائیں گی:

«يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ». (1)

جو چار چیزوں کو حلال سمجھیں گے:

﴿۱﴾ خمر شراب کو۔۔۔۔۔ دیکھ لو حلال سمجھ رہے ہیں پانی کی طرح پی رہے ہیں لائسنس جاری ہو رہے ہیں یہ جائز شراب ہے اور یہ ناجائز شراب ہے۔

نعوذ باللہ من ذلک!

﴿۲﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ریشم کو حلال سمجھیں گے دیکھ لو اب ریشم بڑے ذوق شوق سے پہنتے ہیں۔

﴿۳﴾ رسول اللہ فرماتے ہیں زنا کو حلال سمجھیں گے اب تو حالات دگرگوں ہو رہے ہیں زنا آسان ہو رہا ہے۔ اور شادی کرنا مشکل ہو گیا ہے کوئی نکاح کرلے تو اس کو ملامت ہوتی ہے جی اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہے زنا کوئی چاہے تو لاکھ مرتبہ کرتا جائے اس کو کوئی پوچھتا ہی نہیں قوت اور

﴿۱﴾ صحیح بخاری کتاب الاشربة باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه.

اقتدار کے بل بوتے پر مسلمانوں میں بے حیائی اور برائی کو عام کیا جا رہا ہے اور پھر نام اسلام کا بھی لیتے ہیں۔

﴿۴﴾ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا باجے گانے کو حلال سمجھیں گے۔ اس کی تو حد اور انتہاء ہو چکی ہے اچھے بھلے سمجھ دار انسان اس میں ملوث ہو چکے ہیں بد لوگوں کا کام ہی یہ ہے۔ اب تو رہی سہی کسر بھی ختم ہو چکی ہے ایسے ذرائع اور وسائل آ چکے ہیں کہ ہر گھر میں بڑے آرام سے برائی اور بے حیائی کے سامان پہنچ رہے ہیں۔ اور اس کو بڑا سستا کیا جا رہا ہے تا کہ برائی اور بے حیائی میں ہر آدمی ملوث ہو جائے۔ الا ماشاء اللہ رسول اللہ کی پیش گوئی پوری ہو رہی ہے۔

موٹا اور باریک ریشم پہننا اور سرخ گدے استعمال کرنا:

نبی اکرم ﷺ نے موٹے اور باریک ریشم سے منع کر دیا ہے استبرق اور دیباج دونوں سے رسول اللہ نے منع کر دیا ہے رسول اللہ نے «الْمَيْثَرَةُ الْحَمْرَاءُ» سرخ گدے سے بھی منع کر دیا ہے اس وقت یہ رواج تھا کہ ریشمی موٹی چادر کا گدا بنایا جاتا تھا اس کو گھوڑوں کی کاٹھیوں پر ڈالا جاتا تھا اس پر سوار سوار ہوتا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی ریشمی چادروں اور کاٹھیوں سے بھی منع کر دیا ریشم کی قسموں کے نام لے لے کر ان سے منع فرمایا۔

قسی کپڑا پہننا:

آپ نے «قسی» کپڑے سے منع کر دیا قس مصر میں ایک مقام تھا۔ وہاں السی کے دھاگے سے ایک خاص کپڑا بنایا جاتا تھا جو بڑا ہی نرم اور صاف ہوتا تھا نبی اکرم ﷺ نے ان سے بھی منع کر دیا ہے اہل علم نے اس کے کپڑے کے منع کرنے کی دو وجوہات بیان کی ہیں:

﴿۱﴾ ان کپڑوں میں ریشم غالب ہوتا تھا۔ السی کا دھاگہ تھوڑا اور ریشم کا دھاگہ

زیادہ ہوتا تھا۔

(۲) کچھ اہل علم فرماتے ہیں وہاں خالص السی کے دھاگے کے کپڑے بنتے تھے۔ وہ لوگ اس کپڑے کو پیشاب میں رنگتے تھے۔ اور سمجھا جاتا تھا جو کپڑا پیشاب میں رنگا جائے اس کا رنگ بڑا مضبوط ہوتا ہے اترتا نہیں نبی اکرم ﷺ نے اس کی پلیدگی کی وجہ سے منع فرمایا۔

گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں جن ساتھ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ان میں بیمار کی بیمار پرسی کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتنی زیادہ اہمیت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بیمار کی بیمار پرسی کریں اراس کا خاص خیال رکھیں۔ بیمار پرسی کرنا ایک مسلم کا دوسرے مسلم پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

بیمار پرسی کرنا ایک مسلم کا دوسرے مسلم پر حق ہے۔ اور حق ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا ہے:

«وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ».

"جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کر۔"

آپ نے حکم دیا ہے اس کی بیمار پرسی کرو صحیح بخاری میں ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فُكُّوا الْعَانِيَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ».[1]

"بھوکے انسان کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی بیمار پرسی کرو اور جنگی قیدی کو چھڑاؤ۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کا حکم دیا ہے۔

---

[1] صحيح بخاري كتاب الجهاد والسير باب فكاك الأسير حديث: ٣٠٤٦

خطبہ نمبر: ۳

چند مخصوص بیماریاں جن کا مخصوص اجر ہے

آج کی نشست میں کچھ مخصوص بیماریوں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔جن کا بیماروں کو مخصوص اجر اور ثواب ملتا ہے۔

﴿۱﴾ مرگی کا دورہ پڑنا:

مرگی یا اس جیسی اور کوئی بیماری جس سے انسان کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔انسان بیہوش ہو جاتا ہے اس قسم کی بیماری مؤمن اور مسلم کے لئے مخصوص اجر وثواب کا باعث بنتی ہیں۔

مرگی کا دورہ پڑنا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

عطاء ابن ابی رباح جو کہ افضل ترین تابعی ہیں فرماتے ہیں:

«قَالَ لِی ابنُ عَبَّاسٍ أَلاَ أُخبِرُكَ بِامْرَاۃٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ».

عبداللہ بن عباس نے کہا ابن ابی رباح میں تجھ کو ایسی عورت کی خبر نہ دوں جو جنت والوں میں سے ہے۔«قُلْتُ: بلیٰ» میں نے کہا کیوں نہیں تو انہوں نے فرمایا:«هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ» یہ سیاہ رنگ کی جو عورت ہے یہ جنتی ہے۔

«أَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّی أُصرَعُ وَأَتَكَشَّفُ».

یہ عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں گر جاتی ہوں بے ہوش ہو جاتی ہوں اور میرا جسم ننگا ہو جاتا ہے۔

«فَادْعُ اللهَ لِی».

آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ».

اگر تو چاہے تو صبر کر۔

«وَلَكِ الْجَنَّةُ».

اور تجھے اللہ تعالیٰ جنت عطاء فرمادے گا۔

«وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ».

اگر تو چاہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھ کو عافیت عطاء کردے۔

ان دونوں میں سے جو مرضی اختیار کرلے:

«قَالَتْ أَصْبِرُ»

اس نے کہا میں صبر کرتی ہوں۔

کیونکہ صبر کرنے سے جنت مل رہی ہے۔

پھر کہنے لگی آپ صرف یہ دعا کریں کہ

«أَلَّا أَتَكَشَّفَ».

جب مجھ پر یہ حالت طاری ہو میں بے پردہ نہ ہوں رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا کردی یا اللہ یہ بے پردہ نہ ہو۔ [1]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کی بیماری کسی کو اگر لگ جائے تو وہ صبر کرے اور شریعت کے خلاف کوئی عمل نہ کرے اور زبان سے کوئی برا کلمہ نہ نکالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطاء کردے

---

(1) صحيح بخاري: كتاب المرضى: باب فضل من يصرع من الريح: حديث ٥٦٥٢.

گا۔ اس روایت کو بیان کرنے والے عطاء بن ابی رباح ہیں ان کا مختصر سا تعارف آپ کو کرواتا ہوں۔

عطاء بن ابی رباح کا مقام:

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ مشہور معروف تابعی ہیں اور بہت بڑے جلیل القدر محدث اور مفسر ہیں جابر بن عبداللہ عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت سے مشرف ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ:

«مَا لَقِيتُ فِيمَنْ لَقِيتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاءٍ وَمَا لَقِيتُ فِيمَنْ لَقِيتُ أَكْذَبَ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِي».

''میں نے جن جن سے ملاقات کی ہے ان میں عطاء ابن ابی رباح سے زیادہ فضیلت والا کوئی بھی نہیں ہے اور جن جن سے میں نے ملاقات کی ہے ان میں سے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی بھی نہیں ہے''۔

﴿۲﴾ بینائی سے محرومی:

انس بن مالک رسول اللہ ﷺ کے خادم ہیں نبی اکرم ﷺ جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اس وقت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی نبی اکرم ﷺ نے ابوطلحہ اور کئی صحابہ کو فرمایا کوئی بچہ سمجھ دار ہو جو میری خدمت کر سکے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیگم ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بچہ تھا انس، یہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھا ام سلیم رضی اللہ عنہا اس بات پر بڑی خوش ہوئیں کہ میرا بچہ نبی اکرم ﷺ کا خادم بن جائے ابوطلحہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الوصایا استخدام الیتیم فی السفر والحضر اذا کان صلاحا له، حدیث: ۲۷۶۸.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دس سال میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی آپ کے دنیا سے رخصت ہونے تک خدمت کرتا رہا' لیکن میں نے نبی نے اکرم سے بڑھ کر کوئی کریمانہ اخلاق کا مالک نہیں دیکھا اور فرماتے ہیں:

«واللهِ ما قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ؟»

''اللہ کی قسم مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں کہا' تو نے کیوں کیا؟''❶

خادم کو آدمی کسی وقت جھڑک بھی لے تو کوئی بات نہیں ہے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ:

«إِنَّ خُلُقَهُ الْقُرآنُ».❷

تو انس بن مالک فرماتے ہیں:

«سمعت البنی ﷺ يقول: قال سبحانه وتعالى:»

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمار ہے تھے:

اللہ سبحان وتعالیٰ فرماتے ہیں۔''

(ایسی حدیث جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بیان کریں وہ حدیث قدسی ہوتی ہے (اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا صراحتاً نام لے کر بیان نہ کریں وہ حدیث نبوی ہوتی ہے۔)

ویسے تمام احادیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پایہ ثبوت تک پہنچتی ہیں وہ تمام کی تمام قدسی بھی ہیں اور نبوی بھی ہیں۔

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب كان رسول الله ﷺ احسن الناس خلقا، حديث: ٢٣٠٩.

❷ سنن نسائی: کتاب قيام الليل وتطوع النهار: باب قيام الليل حديث: ١٨٥٣.

ان کے اعتبارات مختلف ہیں ایک اعتبار سے ہر حدیث نبوی ہوتی ہے دوسرے اعتبار سے ہر حدیث قدسی ہوتی ہے تیسرے اعتبار سے کچھ احادیث نبوی ہیں اور کچھ احادیث قدسی ہیں۔)

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ».

"جس کو میں اس کی دو بڑی پیاری چیزوں سے آزماؤں یعنی آنکھوں سے آزماؤں اس کی بینائی ختم کردوں اور پھر وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطاء کروں گا۔"[1]

نابینا ہونا ایک بیماری ہے اس پر آدمی صبر کرے تو اس کا بھی اجر ہے اور گناہ کا کفارہ بھی ہے اور اس کے بدلے میں جنت مل جاتی ہے۔

﴿۳﴾ پیٹ کی بیماری:

پیٹ کی بیماری کوئی بھی ہو۔ جو آدمی پیٹ کی بیماری سے مرجائے اس کا بھی مخصوص اجر اور ثواب ہے نبی اکرم ﷺ کے صحابی سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ».

"جو پیٹ کی بیماری سے فوت ہو اس کو قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔"[2]

بشرطیکہ وہ مومن ہو اور صبر کا دامن نہ چھوڑے یہ اجر اور ثواب ایمان والوں

﴿۱﴾ صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره، حديث: ۵۶۵۳.

﴿۲﴾ سنن الترمذي، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الشهداء من هم، حديث: ۱۰۶۴.

کے لئے ہے اور صبر کرنے والوں کے لئے ہے بے ایمان اور بے صبر لوگوں کے لئے ثواب اور اجر نہیں ہے۔ صبر کرنے والے کے لئے کتنا بڑا اجر اور ثواب ہے کہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا قبر آخرت کی گھاٹیوں میں سب سے پہلی گھاٹی ہے جو اس سے بچ گیا وہ آگے بھی بچ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے آخرت کا تذکرہ ہوتا جہنم اور دوزخ کی ہولناکیاں بیان ہوتیں تو اتنا نہیں روتے تھے جتنا قبر کے عذاب سے روتے تھے اتنا روتے کہ داڑھی مبارک بھیگ جاتی، آپ سے پوچھا گیا کہ آخرت کی ہولناکیاں اور جہنم کے عذاب کا ذکر ہوتا ہے تو اتنا نہیں روتے جتنا آپ قبر کے عذاب سے روتے ہیں فرمانے لگے کہ قبر آخرت کی منازل سے سب سے پہلی منزل ہے جو یہاں کامیاب ہو گیا وہ آگے بھی کامیاب ہو جائے گا اور جو پہلی منزل میں ہی رہ گیا وہ آگے بھی ناکام ہی ہوگا اس لئے مجھے قبر کے عذاب سے زیادہ رقت طاری ہوتی ہے۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی پیٹ کی بیماری سے فوت ہو جائے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں کا تذکرہ کیا اس میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

«وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ».

''جو پیٹ کی بیماری سے فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔'' (۲)

پیٹ کی بیماری سے فوت ہونے والا شہادت کے اجر وثواب کو بھی پہنچ گیا ہے اور قبر کے عذاب سے بھی بچ گیا۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الذهد، باب ما جاء فی ذکر الموت، حدیث: ۲۳۰۸.

(۲) صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون، حدیث: ۵۷۳۲.

﴿۴﴾ طاعون کی بیماری:

چوتھی بیماری طاعون کی ہے جو آدمی طاعون کی بیماری پر صبر کرے اور نیک نیتی سے اس کا طالب ہو تو اس کو بڑا اجر و ثواب ملے گا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

«سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ».

''میں نے نبی اکرم ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔''[1]

«فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَشَآءُ».

''طاعون اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔''

«إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ».

''اللہ تعالیٰ نے طاعون کو مومنوں کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔''

اللہ کا احسان دیکھو جو چیز دوسروں کے لئے زحمت ہے وہی چیز ایمان والوں کے لئے ثواب اور رحمت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی بھی علاقے میں طاعون کی بیماری آ گئی تو جو آدمی اپنے علاقے میں ہی رہا' طاعون سے ڈر کر اس نے علاقہ نہیں چھوڑا صبر کیا اور دل میں ثواب کی نیت رکھی۔

«وَيَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ».

''اور اس کو یقین ہے کہ مجھے وہی مصیبت پہنچنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے لکھی ہے۔''

دوسری مصیبت میرے قریب نہیں آ سکتی یہ طاعون اگر اللہ نے میرے

﴿۱﴾ صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء' باب حدیث الغار' حدیث ۳۴۷۴۔

لئے لکھا ہے تو مجھ پر طاری ہو گا۔

اگر نہیں لکھا ہے تو پھر میرے اوپر طاری نہیں ہو گا اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [1]

ہمیں وہی مصیبت آئے گی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں آسکتی ساری دنیا کے انسان اور جن ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جو مصیبت اللہ تعالیٰ نے نہیں لکھی وہ کبھی نہیں آسکتی۔ جو یہ یقین رکھے اور طاعون میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائیں گے۔

طاعون میں شہید ہونے والا معرکہ میں شہید ہونے والا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت کا ثواب عطاء کر دیا ہے۔

معرکہ کے علاوہ شہید ہونے والے:

امت میں اور بھی بہت سارے انسان ہیں جن کو شہادت کا اجر اور ثواب ملتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الشهداء خمسة». [2]

شہید پانچ ہیں:

﴿۱﴾ (المَطعُونُ) ...... ''جو طاعون کی بیماری سے فوت ہو جائے۔''

﴿۲﴾ (وَالمَبطُونُ) ...... ''جو پیٹ کی بیماری سے فوت ہو جائے۔''

﴿۱﴾ سورة التوبة: ۵۱

﴿۲﴾ صحيح بخاري' كتاب الاذان' باب فضل التهجير الى الظهر' حديث: ۶۵۴' ۲۸۲۹

﴿۳﴾ (الْغَرِيْقُ) ...... ''پانی میں ڈوب کر فوت ہو جانے والا۔''

﴿۴﴾ (صَاحِبُ الْهَدْمِ) ...... ''کسی چیز کے گر جانے سے فوت ہونے والا۔''

﴿۵﴾ (وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ اللهِ) ...... ''جو اللہ کے رستے میں شہید ہو۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے معرکے والے شہید سمیت پانچ شہداء کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور موطا امام مالک اور نسائی کی حدیث جس کو جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ اس میں نبی اکرم ﷺ نے قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ سات شہید بیان فرمائے ہیں۔ اگر قتل فی سبیل اللہ والے کو بھی ساتھ گن لیا جائے تو آٹھ ہو جاتے ہیں:

«اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيْلِ اللهِ». ❶

پہلی حدیث سے تین زائد بیان کر دیئے ہیں یہ کوئی تعارض نہیں ہے کہ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ پانچ کا ذکر کرتے ہیں اور ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ آٹھ کا ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شہید آٹھ ہیں۔ اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ اصول بنایا ہے:

«زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ مَّا لَمْ تَقَعْ مُنَافِيَةً لِمَا هُوَ اَوْثَقُ».

''ثقہ آدمی کی زیادتی مقبول ہو گی جب تک اوثق کے مخالف نہ ہو۔'' ❷

اس روایت میں مزید تین شہید جو بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ (صَاحِبُ الْحَرِيْقِ) ...... ''جو آگ میں جل کر فوت ہو گیا ہو۔''

﴿۲﴾ (وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ) ...... ذات الجنب بیماری میں فوت

﴿۱﴾ ابو داؤد: کتاب الجنائز، باب فی فضل من مات فی الطاعون، حدیث: ۳۱۱۱.

﴿۲﴾ نخبة الفكر

ہونے والا یہ ایک بیماری ہے پسلیوں کے نیچے ایک جھلی ہے اس میں ورم ہو جاتا ہے سوج جاتی ہے یہ بڑی خطرناک بیماری ہے۔ جو آدمی اس بیماری سے فوت ہو جائے۔ وہ بھی شہید ہے۔

﴿۳﴾ (وَالْمَرْأَةُ الَّتِیْ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ فَهِیَ شَهِیْدٌ) ...... ''جو عورت نفاس کی حالت میں (بچہ یا بچی جننے کے وقت) فوت ہو جاتی ہے یہ بھی شہیدہ ہے۔''

یہ مخصوص بیماریاں ہیں جن پر مخصوص اجر وثواب ملتا ہے بشرطیکہ آدمی مومن ہو اور صبر کا دامن تھامے رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ نمبر: ۴

بیمار پرسی کرتے وقت بیمار کے لیے دعا کرنا

صحیح بخاری میں حدیث ہے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخار ہو گیا' ان میں بلال رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے اپنے ابا جی کی تیمارداری کی اور پوچھا «كَيْفَ تَجِدُكَ يَا أَبِي». اے ابا جی! آپ کا کیا حال ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا حال بتایا اور فرمایا:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

''ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے۔ یعنی ہر آدمی کو صبح بخیر کہا جا رہا ہے۔ اور موت جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: «كَيْفَ تَجِدُكَ يَا بِلَالُ». اے بلال کیا حال ہے آپ کا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے حال احوال بتایا اور بیماری کی وجہ سے مکہ معظمہ یاد آ گیا تو کہنے لگے:

يَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنَّ مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

''اے کاش مجھے علم ہو کہ میں ایک رات ایسی وادی میں بسر کروں گا جہاں میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو گی۔ (اذخر اور جلیل گھاس کی قسمیں ہیں جو مکہ میں عام ہوتی ہیں) اور کاش مجھے علم ہو کہ میں مجنہ کے چشموں پر وارد ہوں گا اور ان کا پانی پیوں گا۔ (مجنہ کے چشمے مکہ میں ہیں) اور کاش مجھے علم ہو کہ شامۃ اور طفیل پہاڑیاں دیکھوں گا (شامہ اور طفیل پہاڑیاں مکہ میں ہیں)۔''

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہیں اور مکہ معظمہ کو یاد کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ. وَانْقُلْ حُمَّاھَا اِلَی الْجُحْفَةِ».

یا اللہ جس طرح ہمیں مکہ معظمہ سے محبت ہے مدینہ منورہ سے بھی اس طرح کی محبت پیدا فرما۔ مدینہ ہمیں محبوب ہو جائے۔ یا اللہ اس کے بخار کو جحفہ مقام میں منتقل فرما دے۔ (1)

گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بیمار کی بیمار پرسی کرنا چاہئے اور اس کے لیے دعا بھی کرنا چاہئے۔

بیمار کو کیا کہنا چاہیے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا، آپ ﷺ جب کسی کی بیمار پرسی کے لیے جاتے تو یہ دعا کرتے تھے۔ «لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ». (2) کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ اس بیماری سے گناہ صاف

(1) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب کراھیة النبی ﷺ أن تعری المدینة، حدیث: ١٨٨٩.

(2) صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الأعراب، حدیث: ٥٦٥٦.

کریں گے۔ یہ گناہوں کے لیے طہارت ہے' اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔

حسب معمول رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی بدوی کے پاس بیمار پرسی کے لیے گئے۔ (دیکھو رسول اللہ ﷺ ادنیٰ مسلمان کی بیمار پرسی کے لیے بھی جا رہے ہیں) آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: «لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ». وہ بدوی کہنے لگا۔ آپ تو «لَا بَأْسَ عليك طَهُورٌ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ». کہہ رہے ہیں۔ «بَلْ حُمّٰى تَفُورُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيرٍ تُزِيرُه الْقُبُورَ». یہ بخار ایک بوڑھے آدمی پر جوش مار رہا ہے' جو اس کو قبروں کی زیارت کرائے گا۔

بیمار آدمی تھا بیماری کی وجہ سے اس نے ایسی باتیں کہہ دیں' جو اس کو نہیں کہنا چاہئیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَإِذًا نَعَمْ». اگر تیرا یہی خیال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے ہی کر دیں گے۔ [1] کیونکہ فوت تو آدمی نے کسی وقت ہونا ہی ہے۔

بہر حال جب آدمی کسی کے پاس بیمار پرسی کے لیے جائے تو یہ جملہ ضرور کہے: «لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ». یہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔

مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرے اور دعا کرے:

بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' رسول اللہ ﷺ جب کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لیے جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ مریض کے جسم پر پھیرتے اور ساتھ یہ دعا پڑھتے تھے:

«أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

اے لوگوں کے رب تعالیٰ' بیماری دور کر دے اور شفا عطا فرما' یا

---

[1] صحیح بخاری' کتاب التوحید' باب فی المشیئة والإرادة' حدیث: ۷۴۷۰' ۳۶۱۶.

اللہ تو ہی شفا دینے والا ہے‘ تیرے سوا اور کوئی شفا نہیں دے سکتا‘
یا اللہ ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری کا ایک ذرہ بھی باقی نہ رہے‘
مکمل بیماری ختم ہو جائے۔ (1)

رسول اللہ ﷺ بسا اوقات بیماری کے موقع پر یہ دعا بھی پڑھ لیتے تھے۔
یہ رسول اللہ ﷺ کی بیمار پرسی کا طریقہ ہے‘ کئی لوگ بیمار کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور بیمار کو پہلے سے بھی زیادہ پریشان کر دیتے ہیں۔

بیمار پرسی تو اس لیے کرنا ہے کہ اس کی تکلیف میں ذرا کمی آ جائے اور اس کو اطمینان اور تسلی ہو جائے‘ غم اور فکر ختم ہو جائے۔ لیکن یہاں اکثر لوگ بیمار پرسی کر کے غم اور فکر میں اضافہ کرتے ہیں۔ ایسی بیمار پرسی کا کیا فائدہ؟ بیمار پرسی کے لیے رسول اللہ ﷺ والی دعائیں یاد کرنا چاہئیں اور بیمار کو وہ دعائیں دینا چاہئیں اور ایسے کلمات بیمار کے لیے کہنے چاہئیں جو اس کے لیے اطمینان اور سکون کا باعث بنیں۔

بیمار کو کیسے دم کیا جائے؟

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بسا اوقات اپنی انگلی کو لعاب لگاتے اور پھر اس کو زمین سے مٹی لگاتے‘ پھر بیمار کو وہ انگلی لگاتے اور یہ دعا پڑھتے:

«بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا».

اللہ کے نام کے ساتھ اپنی زمین کی مٹی کے ساتھ اور ہم میں سے بعض کے لعاب کے ساتھ بیمار کو شفا ہو جائے‘ ہمارے رب کے

---

(1) صحيح بخاري‘ كتاب المرضى‘ باب دعاء العائد للمريض‘ حديث: ۵۶۷۵

حکم اور اجازت سے۔ ❶

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، گھر والوں میں سے جب کوئی بیمار ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ معوذات کے ساتھ اس کو دم کرتے۔ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ان تین سورتوں کے ساتھ دم کرتے۔ ❷

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ خود بھی جب بیمار ہوتے تو یہی تین سورتیں پڑھ کر دم کرتے۔ ❸

رسول اللہ ﷺ اپنی آخری بیماری میں اتنے بیمار ہو گئے کہ آپ ﷺ خود آخری سورتیں پڑھ کر دم بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر میں نے آخری تین سورتیں پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو دم کیا۔ میں اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے بدن پر نہیں پھیرتی تھی، بلکہ رسول اللہ کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے بدن پر پھیرتی۔ ایسا برکت کی وجہ سے کرتی تھیں۔ ❹

جسم کی تکلیف دور کرنے والا دم:

نبی کریم ﷺ کے صحابی عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے بدن میں بہت تکلیف ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کو بدن کے جس حصے میں درد ہے، وہاں

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الطب، باب رقية النبی ﷺ، حديث: ۵۷۴۵.

❷ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث، حديث: ۲۱۹۲.

❸ صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، حديث: ۴۴۳۹.

❺ صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، حديث: ۴۴۳۹، وفضائل المعوذتين، حديث: ۵۰۱۶.

ہاتھ رکھ کر تین دفعہ پڑھو «بسم اللہ، بسم اللہ، بسم اللہ»۔ اور سات مرتبہ یہ پڑھو۔ «أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ»۔ ”میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کے ساتھ پناہ طلب کرتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو میں محسوس کر رہا ہوں اور جس سے میں ڈر رہا ہوں۔“ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے یہ عمل کیا، فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِي. میری تکلیف اللہ تعالیٰ نے ختم کر دی۔ ❶ یہ مجرب دم ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کا دم:

صحیح مسلم میں ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ. جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ سے کہنے لگے۔ آشْتَكَيْتَ؟ آپ بیمار ہو گئے ہیں؟ قَالَ: نَعَمْ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ اس سے پتہ چلا کہ آدمی اگر بیمار ہو جائے اور بیماری کی خبر کسی کو کر دے تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی بھی نہیں۔

جبریل علیہ السلام نے پھر نبی ﷺ کو دم کیا:

«بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ».

”اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس شے سے جو آپ کو اذیت پہنچا رہی ہے، ہر نفس کے شر سے اور حسد کرنے والی نظر اور آنکھ سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے اور اللہ کے نام سے میں دم کر رہا ہوں۔“ ❷

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، حدیث: ۲۲۰۲۔ وسنن ابی داود، حدیث: ۳۸۹۱۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، حدیث: ۲۱۸۶۔

وہ دم جو نبی کریم ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو کرتے تھے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ اپنے دونواسے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے:

«إِنِّي أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ».

میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، اللہ کے تام اور مکمل کلمات کے ساتھ، ہر شیطان سے اور ہر کیڑے مکوڑے سے اور ہر حسد کرنے والے اور شرور کو جمع کرنے والی آنکھ سے۔

اور پھر آپ ﷺ فرماتے:

«وَكَانَ أَبُوكُمَا يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ».

آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ان کلمات کے ساتھ اسمٰعیل اور اسحٰق کو دم کیا کرتے تھے۔ [1]

یہ دم ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔

نبی کریم ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو یہ دم کرتے تھے، ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کو دم کرتے تھے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا دم ہے۔ یہ دم بچوں کو کرنا چاہیے، لیکن ہم نبیوں والا دم چھوڑ کر اِدھر اُدھر کے دموں اور وظیفوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ یہ دم کسی بزرگ نے بتایا ہے، میں تو وہ کر رہا ہوں۔ کوئی کسی بزرگ کے دم کے پیچھے چل رہا ہے، کوئی ویسے منتر پڑھ رہا ہے۔

غور کرو، یہ دم بتانے والے بزرگ ہمارے نزدیک بزرگ ہیں، عنداللہ

---

[1] صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلا﴾، حديث: ٣٣٧١. وجامع ترمذي، كتاب الطب، حديث: ٢٠٦٠.

بزرگ ہیں یا نہیں۔ اس کا پتہ نہیں۔ اور جو دم نبی کریم ﷺ کرتے تھے' ابراہیم علیہ السلام کرتے تھے وہ دم نبیوں والا دم ہے۔ اللہ کے نبی ہیں۔ لہٰذا یہ نبیوں والا دم ہے یہ یاد کر و اور بیماری کے وقت بچوں کو' بڑوں کو کیا کرو۔

جس دعا سے مریض شفایاب ہوتا ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان کی تیمارداری کرتا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے:

أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ.

میں اللہ عظیم سے سوال کرتا ہوں' عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو شفا دے دیں۔ [1]

سات مرتبہ یہ دعا کرے' اللہ اس بیمار کو ضرور شفا دے دیں گے۔ اگر اس کی موت کا وقت آیا ہوا ہے' پھر بات دوسری ہے' موت نے تو آنا ہی آنا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بیمار پرسی کرنے کے جتنے بھی طریقے ہیں' ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بیمار پرسی کے وقت اس بیمار کے لیے دعا ضرور کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] سنن ابی داود' کتاب الجنائز' حدیث: ۳۱۰۶

خطبہ نمبر: ۵

موت کی خواہش کرنا

آج کی فرصت میں موت کی خواہش اور آرزو کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث پیش کرنا مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ». تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا' آرزو نہ کرے۔ «إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا». اگر وہ محسن ہے مومن ہے تو امید ہے کہ وہ اپنی نیکی میں اضافہ کرے گا۔ جتنی عمر اس کو ملے گی وہ نیکیاں زیادہ کرے گا۔ اور یہ اس کے لیے فائدہ ہے۔

«وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ». [1] اگر وہ نیک نہیں تو امید ہے کہ وہ توبہ کر لے اور پھر اس کے بعد نیکیاں کرتا رہے۔

لہٰذا اگر کوئی نیک ہے' یا نیک نہیں وہ موت کی آرزو نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ کے خادم انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ».

''تم میں سے کسی پر کوئی مصیبت دکھ یا بیماری آ گئی ہے تو وہ اس دکھ بیماری کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔'' [2]

---

(1) صحیح بخاری' کتاب التمنی' باب ما یکرہ من التمنی' حدیث: ۷۲۳۵

(2) صحیح بخاری' کتاب المرضیٰ' حدیث: ۵۶۷۱.

جیسا کہ اکثر لوگوں کو آپ نے دیکھا ہو گا وہ کسی بیماری سے تنگ آ کر یہ کہہ دیتے ہیں: ''یا اللہ تو مجھے موت ہی دے دے۔'' ذرا تکلیف ہو جائے تو ایسی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس چیز سے منع کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ «لِضُرٍّ أَصَابَهُ» پر غور کرو۔ کسی تکلف دکھ مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے پتہ چلتا ہے اگر دکھ مصیبت والا سبب نہیں ویسے کسی اور انداز سے موت کی خواہش کرتا ہے تو اس کی اجازت ہے' اس سے منع نہیں ہے۔ مثلاً کوئی آدمی شہادت کی آرزو کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ یا اللہ میں تیرے راستے میں شہید ہو جاؤں تو یہ ٹھیک اور درست ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اگر میں شہید ہو گیا تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ وہ صحابی کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے وہیں کھجوریں پھینکیں اور دشمن کی فوج میں گھس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شہادت دے دی۔ لہٰذا شہادت کی تمنا کرنا جائز اور درست ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں' پھر مجھے زندہ کیا جائے' پھر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں' پھر مجھے زندہ کر دیا جائے' پھر اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں۔ [1] رسول اللہ ﷺ شہادت کی خواہش کر رہے ہیں۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ». [2] یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' میں تیری راہ میں شہید ہو

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الایمان' باب الجهاد من الایمان' حدیث: ۳۶

[2] صحیح بخاری: کتاب الحج' باب کراهية النبی ان تعری المدینة' حدیث: ۱۸۹۰.

جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے‘ کسی بد بخت نے خنجر گھونپ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں‘ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ابوبکر‘ عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اُحد پہاڑ پر تھے۔ فَرَجَفَ بِهِم. احد پہاڑ نے حرکت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اُثْبُتْ أُحُدُ». احد پہاڑ ساکن ہو جا‘ ٹھہر جا۔ «فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ». اس وقت تیرے اوپر ایک اللہ کا نبی ہے‘ ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ [1]

نبی کریم ﷺ نے جس موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے‘ وہ موت ہے جو کسی مصیبت‘ دکھ‘ تکلیف کی وجہ سے کی جائے اور اگر شہادت کی آرزو‘ تمنا کرے تو یہ ٹھیک ہے۔ اس سے نبی ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں‘ نبی کریم ﷺ نے موت کی تمنا سے منع کرنے کے بعد فرمایا: «فَإِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي». [2] فرمایا: اگر کوئی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا‘ موت کی تمنا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا اس نے ضرور ہی موت کو طلب کرنا ہے تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان الفاظ میں کرلے۔ یا اللہ! جتنی دیر تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اتنی دیر تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے فوت ہو جانا بہتر ہے اس وقت یا اللہ مجھے فوت کر لے‘ یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے سکھائی۔

امام بخاری رحمہ اللہ الباری کو جب لوگوں نے زیادہ تنگ کیا تو آپ علاقہ

﴿1﴾ صحیح بخاری‘ کتاب المناقب‘ باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا‘ حدیث: ۳۶۷۵.

﴿2﴾ صحیح بخاری‘ کتاب التمنی‘ باب ما یکرہ من التمنی‘ حدیث: ۷۲۳۵

چھوڑ کر چل دیے، ابھی راستے میں ہی تھے کہ بیمار ہو گئے۔ تو امام بخاری نے یہی دعا کی، یا اللہ میرا فوت ہونا بہتر ہے تو مجھے فوت کر دے۔ کسی فتنے اور پریشانی کے بغیر مجھے اپنے پاس لے جا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا۔

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر موت کی تمنا ضرور ہی کرنا ہے تو پھر اسلام پر موت کی تمنا کرے۔ انبیاء کرام اور نیک کی دعاؤں میں اسی چیز کا تذکرہ ملتا ہے۔ ﴿تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾ (۱) یا اللہ مسلمان ہونے کی حالت میں ہمیں فوت کر، ﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ﴾ (۲) یا اللہ مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں فوت کر اور نیکوں کے ساتھ مجھے ملا دے۔ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ (۳) یا اللہ ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔

جنازہ کی دعا میں بھی یہ دعا کی جاتی ہے:

«اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ».

یا اللہ تو جن کو ہم میں سے زندہ رکھے ان کو دین اسلام پر زندہ رکھ اور جن کو ہم میں سے فوت کرے ان کو ایمان پر فوت کر، ان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ (۴)

کیونکہ اعتبار خاتمے کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ». (۵) اعمال خاتمے کے ساتھ ہیں، اگر اس کا خاتمہ نیکیوں پر

---

(۱) سورۃ الأعراف، آیت: ۱۲۶

(۲) سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۱

(۳) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۹۳

(۴) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یقول فی الصلاۃ علی المیت، حدیث: ۱۰۲۴۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب القدر، باب لعمل بالخواتیم، حدیث: ۶۶۰۷۔

ہوا ہے تو وہ کامیاب ہے اور اگر خاتمہ کفر و شرک برائی اور بے حیائی پر ہوا ہے تو وہ ناکام ہے۔ لہٰذا جس نے موت کی تمنا ضرور ہی کرنا ہے وہ ان الفاظ سے کرے۔ اَللّٰهُمَّ أَحيِنِي مَا كَانَتِ الحَيَاةُ خَيرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيرًا لِي»۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بیماری جتنی بھی شدت اختیار کر جاتی وہ جلدی سے موت کی تمنا نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی کرتا بھی تھا تو اس انداز سے کرتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انداز بتایا ہے۔

مسند امام احمد میں ہے، حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی خباب رضی اللہ عنہ کی بیماری پرسی کے لیے گیا، انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ (داغ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوہے کو گرم کر کے تکلیف والی جگہ پر چپکا دیا جائے) بڑا سخت علاج ہے، شریعت نے اس کو پسند نہیں فرمایا، البتہ بوقت ضرورت اجازت دی ہے۔ جائز تو ہے لیکن اعلیٰ علاج نہیں سمجھا گیا۔

حارثہ بن مضرب رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے خباب رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کی تو وہ کہنے لگے «لَو لَا أَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوتَ» لَتَمَنَّيتُ»۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی خواہش اور آرزو کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور موت مانگتا اور موت کی خواہش کرتا۔'' اب میں موت کی تمنا نہیں کرتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا ہے۔ پھر خباب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ایک وقت تھا جب میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہوتا تھا۔ اب میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار دینار ہیں۔ خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی پرانی حالت کو یاد رکھا۔

حارث بن مضرب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، ہم باتیں کر رہے تھے کہ کوئی کفن کا کپڑا لے آیا اور اس نے کہا اس کپڑے میں ہم نے آپ کو کفن دینا ہے۔ خباب رضی اللہ عنہ اپنے کفن کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمانے لگے ہمارے بھائی حمزہ بن عبدالمطلب غزوہ احد میں شہید ہو گئے ان کو کفنانے کے لیے کوئی کپڑا نہیں تھا۔

ایک دھاری دار چادر ملی وہ بھی چھوٹی تھی۔ اگر سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ اگر پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا' پھر ہم نے سر چادر سے ڈھانپ دیا اور پاؤں پر گھاس رکھ دی۔ اور میری حالت اب یہ ہے کہ میرے پاس رقم بھی بڑی موجود ہے اور کفن بھی میرا اعلیٰ موجود ہے۔ (1)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے' صحیح بخاری میں ہے' انہوں نے روزہ رکھا تھا' افطاری کا وقت جب قریب ہوا تو خادم نے افطاری کا سامان پیش کیا۔ سامان بہت اچھا تھا۔ افطاری کا سامان دیکھ کر رونا شروع کر دیا اتنا روئے کہ روزہ کھولنا بھی یاد نہ رہا' پھر فرمانے لگے' مصعب بن عمیر شہید ہو گئے اور ان کو کفنانے کے لیے کوئی کپڑا انہیں ملتا تھا۔ ایک کپڑا ملا اور وہ بھی چھوٹا' سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے' پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چادر سے سر ڈھانپ دو۔ اور پاؤں پر گھاس رکھ دو۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اب میرے پاس کتنی دولت ہے۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کا بدلہ ہمیں دنیا میں ہی دے رہے ہیں اور آخرت میں ہمیں کچھ نہ ملے۔ اس خطرے کی وجہ سے میں رو رہا ہوں۔ (2)

گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی پہلی حالت کو یاد رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھنا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبادہ بن

(1) مسند احمد' حديث: ٢٠٥٦٧. جامع ترمذي' كتاب الجنائز' باب ما جاء في النهي عن التمني للموت' حديث: ٩٧٠.

(2) صحيح بخاري' كتاب الجنائز' باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد' حديث: ١٢٧٥.

صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، «مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ». (1) جو کوئی رب تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب سمجھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو چاہتے ہیں، اور جو کوئی رب تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند سمجھے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو اچھا نہیں جانتے۔ پسند نہیں کرتے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! موت کو تو ہم سب ناپسند کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں موت کی بات نہیں کر رہا۔ بلکہ مومن آدمی کی موت کا جب وقت آتا ہے «بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَكَرَامَتِهِ». اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت سنائی جاتی ہے اور اس کو جو انعام اور اکرام ملنا ہے وہ اس کو بتایا جاتا ہے۔ جب وہ سنتا ہے تو اس کا دل کرتا ہے میں ابھی اللہ کے پاس جاؤں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس جو مومن نہیں ہوتا اس کا جب آخری وقت ہوتا ہے۔ «بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَعُقُوبَتِهِ». اس کو بتایا جاتا ہے تجھے عذاب ہونا ہے، اللہ تعالیٰ تجھ پر ناراض ہیں، جب اس کو پتہ چلتا ہے تو وہ رب تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند سمجھتا ہے اور رب تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔ (2)

آدمی کو کوشش کرنا چاہئے کہ جب اس کا آخری وقت ہو، وہ ان لوگوں کی صف میں شامل ہو جن کو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور ملاقات کی بشارت سنائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

۞ مَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ

---

(1) صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، حديث: ٦٥٠٧.

(2) ایضا

كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ﴾

''جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور ہے وہ ایمان والا اور آخرت کے لیے کوشش کرتا ہے ان کی محنت کی قدر کی جائے گی۔''[1]

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهُ كَاتِبُوْنَ ﴾

''جو نیک عمل کرتا ہے اور ہے بھی مومن ان کی سعی اور کوشش کی قدر کی جائے گی۔ ناقدری نہیں کی جائے گی۔''[2]

مستریح اور مستراح منہ:

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مُرَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ بِجَنَازَةٍ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ». یہ مستریح ہے یا مستراح منہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا مَا الْمُسْتَرِيحُ وَمَا الْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ؟ مستریح اور مستراح منہ کا کیا مطلب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہ مومن ہے تو پھر مستریح ہے۔ «يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا». دنیا کی مشقتوں اور اذیتوں سے راحت پا گیا ہے۔ اور اگر یہ فاجر ہے نافرمان ہے کافر اور مشرک ہے۔ «فَيَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ».[3] پھر اس سے راحت حاصل ہو گی بندوں کو، شہروں، درختوں اور جانوروں کو، اللہ کی مخلوق اس سے بچ گئی۔ یہ شخص اپنے فسق و فجور سے لوگوں کو تنگ کرتا تھا۔ جانوروں کو تنگ کرتا تھا۔ پھر اس برے آدمی کی وجہ سے بارش رک گئی تھی جس میں سب کا

﴿۱﴾ سورۃ الاسراء، آیت: ۱۹

﴿۲﴾ سورۃ الانبیاء، آیت: ۹۴

﴿۳﴾ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، حدیث: ٦٥١٢.

نقصان تھا۔اس کے مرنے پر سب نے نجات پائی' راحت حاصل کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک نبی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر میدان میں نکلے' بارش کی دعا کرنے کے لیے تو ایک چیونٹی اپنے پاؤں آسمانوں کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی تھی' یا اللہ گناہ تو انسان کرتے ہیں تو نے بارش روک لی ہے اس میں ہمارا نقصان ہے۔اس نبی علیہ السلام نے ساتھیوں کو کہا واپس آ جاؤ' اللہ نے اس چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے۔

لہٰذا بارش کے رکنے سے دوسروں کا بھی نقصان ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بد آدمی مر جائے تو لوگ اس سے راحت پاتے ہیں۔'' ہمارے ہاں کوئی بد مر جائے تو لوگ کہتے ہیں اچھا ہی ہوا ہے؟ آدمی کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ جب دنیا سے جائے تو مستریح لوگوں کی فہرست میں شامل ہو۔

مرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے:

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آپ کا آخری وقت ہو تو اللہ تعالیٰ کے متعلق آپ کا گمان اچھا ہونا چاہیے۔فوت ہونے کے وقت اللہ پر بدگمان نہ ہونا۔اللہ پر گمان اچھا ہی ہونا چاہیے۔کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اچھا ہی برتاؤ کریں گے۔انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ ایک جوان کی بیمار پرسی کے لیے گئے اس سے پوچھا «كَيْفَ تَجِدُكَ؟» کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا۔میں اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھتا ہوں کہ مجھے خاص مقام عطا کرے گا اور مجھے اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے۔کچھ طمع ہے کچھ خوف ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اس کو بخشش مل جاتی ہے۔جس چیز کی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا کر دیتے ہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے امن عطا کر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرما

دیتے ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ﴿يَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾ (2) ہم سے دعائیں کرتے تھے' ان کو رغبت بھی تھی اور ڈر بھی تھا۔

ایک مقام میں فرمایا:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں ان میں رغبت بھی ہوتی ہے اور خوف اور ڈر بھی ہوتا ہے۔'' (3)

اللہ تعالیٰ ہماری بھی آخری حالت ایسی ہی کرے۔ آمین!

---

(1) جامع ترمذی' كتاب الجنائز' باب ما جاء أن المؤمن يموت بعرق الجبين' حديث: ۹۸۳۔

(2) سورة الأنبياء' آيت: ۹۰

(3) سورة السجدة' آيت: ۱۶

خطبہ نمبر:۶

قریب المرگ شخص کے متعلق احکام

کلمہ کی تلقین کرنا:

رسول کریم ﷺ کے دو صحابی ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه». [1]

''اپنے فوت ہونے والوں کو (جن کی وفات قریب ہے) لا إلٰه إلّا الله کی تلقین کرو۔''

تلقین کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر لَا إلٰه إلَّا اللّٰه پڑھو۔ ان کو یہ نہ کہو کہ لَا إلٰه إلَّا اللّٰه پڑھو کیونکہ اس وقت آدمی کا آخری وقت ہوتا ہے وہ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور غلطی سے کہہ دے میں نے نہیں پڑھنا تو پھر......؟ لہٰذا آپ اس کو نہ کہیں تم پڑھو بلکہ آپ خود پڑھیں وہ آپ کو دیکھ کر پڑھ لے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

«مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ». [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا إله الا الله. حدیث: ۹۱۶، ابو داود، حدیث: ۳۱۱۷. ترمذی، حدیث: ۹۷۶. ابن ماجه، حدیث: ۱۴۴۵. نسائی، حدیث: ۱۸۲۶.

[2] ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، حدیث: ۳۱۱۶.

''جس کا آخری کلام لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ہو گیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اگر فوت ہونے والا خود بھی لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھتا ہے تو یہ بہتر ہے۔اور اگر وہ خاموش ہے تو آپ اس کے پاس پڑھنا شروع کر دیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی توفیق عطاء فرما دے اور وہ بھی لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا شروع کر دے۔ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے اس کے پاس لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا چاہیۓ۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کس کو فائدہ دے گا؟

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کا فرمان' جس کا آخری کلمہ لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا' یہ اس شخص کے متعلق ہے جو موت کے حاضر ہونے سے پہلے مسلم اور مؤمن ہے۔اگر وہ مسلم اور مومن نہیں اور مرتے وقت توبہ کرتا ہے اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ جب آدمی کا آخری سانس ہو موت سامنے نظر آ رہی ہو اس وقت توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں توبہ صرف اور صرف ان کیلئے ہے جو جہالت کے

(1) سورۃ النساء' آیت: ١٧' ١٨

عالم میں غضب یا شہوت سے مغلوب ہو کر گناہ کر لیتے ہیں اور پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ لیٹ نہیں کرتے کہ ابھی بڑا وقت ہے۔ بلکہ گناہ ہونے کے فوراً بعد ہی توبہ کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں اور جو گناہ کرتے ہیں پھر گناہ ہی کرتے چلے جاتے ہیں۔ توبہ کرتے ہی نہیں پوری زندگی گناہ ہی کرتے چلے گئے توبہ نصیب ہی نہیں ہوئی حتی کہ موت جس وقت قریب آ گئی یقین ہو گیا کہ میں اب مر رہا ہوں تو اس وقت کہہ دیتے ہیں میری اب توبہ۔ فرمایا: ان کی کوئی توبہ نہیں۔ اور جو کفر کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں ان کی بھی کوئی توبہ نہیں۔ توبہ اس وقت قبول ہوتی ہے اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھا ہوا اس وقت قبول ہوتا ہے جب توبہ توبہ کے وقت میں کی جائے اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ۔ اس کے وقت میں پڑھا جائے۔ اور جب موت قریب آ گئی ہے اس وقت توبہ کرتا ہے لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھتا ہے۔ اس وقت توبہ کرنا اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہے اس وقت تو توبہ ہے ہی نہیں۔ قبول ہونا تو بعد کی بات ہے۔ یہ توبہ کالعدم ہے توبہ کرنا نہ کرنا اس وقت برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

﴿هَلْ يَنظُرُونَ اِلَّا تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس دن رب تعالیٰ کے فرشتے آ گئے یا رب تعالیٰ خود آ گئے یا رب تعالیٰ کی بعض نشانیاں آ گئیں اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ جبکہ پہلے وہ مومن نہیں تھا ہاں اگر وہ پہلے ایمان لے آیا تھا نیک

---

[1] سورۃ الانعام، آیت: ۱۵۸

اعمال کرتا رہا تھا تو پھر اس کو اس کے ایمان کا فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق ذکر کیا ہے۔

﴿حَتّٰى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا إِسْرَآئِیْلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝﴾ [1]

فرعون جب سمندر میں غرق ہو رہا تھا اس وقت کہتا ہے "اٰمَنْتُ" میں ایمان لے آیا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ اور معبود نہیں۔ زندگی میں "أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى" کے دعوے کرنے والا۔ اور

﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَیْرِیْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ۝﴾ [2]

کے دعوے کرنے والا اب کہہ رہا ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس اللہ پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں' وانا من المسلمین اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں۔ جب وہ غرق ہو رہا تھا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا' اسلام کو تسلیم کر لیا تھا' مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝﴾ [3]

"اب ایمان لاتا ہے پہلے نافرمانیاں کرتا رہا ہے اور زمین میں فساد برپا کیا ہوا تھا۔"

مقصد یہ تھا کہ اب تیرے ایمان لانے کا وقت اور توبہ کرنے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(۱) سورۃ یونس' آیت: ۹۰' ۹۱
(۲) سورۃ الشعراء' آیت: ۲۹
(۳) سورۃ یونس' آیت: ۹۱

﴿النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ❶

''صبح شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

اور فرمایا قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کے آگے ہوگا اور ان کو جہنم رسید کرے گا۔ لہٰذا غرق ہونے کے وقت اس کو ایمان نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

تو ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص توبہ کے وقت توبہ کرے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھے تو پھر اس کو فائدہ ہے موت آ جانے کے وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اور جس وقت سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس وقت بھی کافروں کو ان کا ایمان لانا اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کے جو آدمی پہلے ایمان دار ہے اور آخری وقت اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں پڑھا تو کوئی بات نہیں پہلے تو وہ ایمان دار اور مسلم فرمانبردار ہے ہی اگر مرنے کے وقت سے پہلے تک وہ ایمان دار ہی ہے تو کوئی بات نہیں اگر اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مرنے کے وقت نہیں پڑھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے جو مرتے وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں پڑھتا وہ جہنم رسید ہوگا۔ خواہ وہ پہلے ایمان دار ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ خیال ان لوگوں کا خام ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے جو آخری کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جو آخری وقت یا جس کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہ ہوا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ لہذا ایسی بات کشید کرنا ٹھیک نہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے کہ جو آدمی آخری وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں پڑھتا اور کوئی بات کہہ دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے پھر اس باب کے تحت حدیث بیان کی ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا آخری وقت تھا۔ آپ ﷺ بہت پریشان اور غمگین تھے۔ غشی پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ کبھی کپڑا منہ پر لیتے تھے اور

---

❶ سورۃ المؤمن' آیت ۴۶

کبھی اتار دیتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی». [1]

''اے اللہ! اوپر والے ساتھی۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بولے تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سمجھ گئی کہ یہ اس حدیث کا مطلب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس کو اختیار ملتا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو ٹھہر لیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے چلتے ہیں۔ پیغمبر کو اختیار ملتا ہے۔ پھر جو پیغمبر اختیار کرے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا آخری وقت تھا ان کو اختیار ملا آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ دنیا میں زندہ رہ لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اتنے سال زندہ رہنے کے بعد پھر کیا ہوگا کہا پھر موت آئے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی موت آجائے۔ [2]

دنیا میں اتنی دیر ٹھہرنا پسند نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جانا پسند کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اختیار ملا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطاب فرمایا اس خطاب میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ اگر تم دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو دنیا میں ٹھہر لو اگر اللہ کے پاس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ فاختار ما

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب دعاء النبی ﷺ ''اللهم الرفيق الاعلى'' حديث: ٦٣٤٨

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من أحب الدفن في الأرض المقدسة أو نحوها، حديث: ١٣٣٩

عند اللہ۔ تو اس بندے نے اللہ کے پاس جو ہے اس کو ترجیح دی۔ دنیا کو ترجیح نہیں دی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر رونا شروع کر دیا۔ ہم سوچنے لگ گئے کہ اس میں رونے والی کون سی بات ہے لیکن ہمیں اس وقت سمجھ نہیں آئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے وہ بندے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ہیں اور اپنے آپ کو غائب کر کے بات کر رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جدائی سے رونا شروع کر دیا۔ ❶

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے اللھم بالرفیق الاعلی۔ تو میں سمجھ گئی اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ملا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ «اِذًا لَّا یَخْتَارُنَا». فرماتی ہیں، رسول اللہ کی آخری کلام یہی تھا۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ نہیں تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہونے میں شک وشبہ ہے ہی نہیں۔ اس لئے کوئی دوسرا مومن بھی اگر کسی وجہ سے آخری وقت لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ نہیں پڑھ سکا تو پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ایمان تو اس میں موجود ہے جنت میں ضرور داخل ہو جائے گا ایسی کوئی بات نہیں کہ اس نے اب آخری وقت کلمہ نہیں پڑھا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس کی دوسری مثال اس طرح سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

«اَلْمُؤْمِنُ یَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِیْنِ».

ایمان والے کنپٹی کے پسینہ سے فوت ہوتے ہیں۔ ان کے فوت ہونے کے وقت کنپٹی پر پسینہ آ جاتا ہے۔ اس حدیث سے اب اگر کوئی یہ نکالنا شروع کر

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوفۃ والممر فی المسجد، حدیث: ۴۶۶

❷ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب دعاء النبی ﷺ اللھم الرفیق الاعلی، حدیث: ۶۳۴۸

دے کہ جس کو فوت ہونے کے وقت کنپٹی پر پسینہ نہ آئے وہ ایمان دار ہی نہیں یہ خیال اس کا خام ہے غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا جو کنپٹی کے پسینہ سے فوت نہیں ہوتا وہ ایمان والا نہیں۔ آپ نے یہ فرمایا ہے: ایمان والا کنپٹی کے پسینہ سے فوت ہوتا ہے۔ جو کنپٹی کے پسینہ کے بغیر فوت ہو وہ ایمان والا بھی بن سکتا ہے اور وہ کفر والا بھی بن سکتا ہے۔

بالکل اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے جس کا آخری کلمہ لَا إِلٰہ إِلَّا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بشرطیکہ وہ مومن ہو)۔ یہ مطلب نہیں کہ مومن اگر آخر میں کلمہ نہیں پڑھتا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان والوں کے لئے جنت کی بشارتیں سنائی ہیں۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ......﴾

''ایمان والے کامیاب ہو گئے۔''

پھر ایمان والوں کی سات خوبیاں بیان کیں پھر بعد میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ......﴾ [1]

''ایمان والے وارث ہیں جنت الفردوس کے وارث ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جنت الفردوس میں رہیں گے۔''

رسول کریم ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے اگر ایمان والے گناہ کی وجہ سے جہنم میں چلے بھی گئے تو پھر بھی ان کو جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دے رہے ہیں۔

«اَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ

---

[1] سورة المؤمنون آیت: ۱ تا ۱۱

خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ». (1)

"جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لو۔"

ایمان والے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں یا حساب کتاب کے بعد سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوں۔ جنت میں ضرور داخل ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ ایمان والے ہوں سہی اور اگر زبانی کلامی جمع خرچ والا معاملہ ہے ایمان کوئی نہیں کفر اور شرک ہے ویسے دعوے کر رہا ہے میں مومن ہوں تو ایسے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا......﴾ (2)

"(نام کے مسلمان جن میں کفر اور شرک بھرا ہوا ہے) اہل نفاق جہنم کے نچلے طبقے میں ہونگے اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔ (جو ان کو جہنم سے نکال سکے۔)"

سورۃ یٰسین کی قراءت:

لوگوں میں ایک بات یہ بھی بڑی مشہور ہوگئی ہے کہ فوت ہونے والے کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کرو۔ اس سلسلے میں ایک مرفوع روایت بھی پیش کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إِقْرَأُوا مَوْتَاكُم يٰسين فوت ہونے والوں کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کیا کرو۔ (3)

---

(1) صحيح بخاری، كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال حديث: ٢٢

(2) سورة النساء، آیت: ١٤٥

(3) ابو داود، كتاب الجنائز، باب القراءة على الميت، حديث: ٣١٢١ (ضعيف).

یہ روایت کمزور ہے۔ نا قابل اعتماد ہے۔ اس قابل نہیں کہ اس سے حجت پکڑی جائے۔ اس کی سند میں ابو عثمان راوی ہے۔ یہ ابو عثمان نہدی نہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ابو عثمان ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ یہ ابو عثمان اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں پتہ نہیں یہ ثقہ ہیں یا ضعیف ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے اور اس کو بنا مرفوع دیا گیا ہے پھر اس میں اضطراب بھی پایا جاتا ہے کوئی راوی کچھ بیان کر دیتا ہے اور کوئی راوی کچھ۔

اس لیے یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔ اور آپ ﷺ کا فرمان۔

«لَقِّنُوا مَوتَاكُم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ».

فوت ہونے والوں کے پاس لَا اِلٰهَ اِلَّا الله پڑھا کرو یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ [1]

تلقین پورے کلمے سے کرنا چاہیے:

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله آدھا کلمہ مراد نہیں بلکہ پورا کلمہ مراد ہے۔ یہ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله کلمے کا نام بن چکا ہے۔ جس طرح کوئی کہے کہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پڑھو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ساری سورۃ پڑھو۔ یہ مطلب تو نہیں کہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر بس کر دو۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتیں ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو ایک آیت ہے۔ سات آیتیں نہیں۔ لہٰذا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے مراد پوری سورۃ فاتحہ مراد ہوگی۔ تجارت پیشہ لوگ بھینس یا بھیڑ بکرے کی خرید و فروحت کے وقت کہتے ہیں کان کی قیمت اتنی ہے۔ مطلب سارا جانور ہوتا ہے۔ اسی طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا الله

{1} صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا إله إلا الله حدیث: ۹۱۶

سے پورا کلمہ مراد ہے۔ کیونکہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پورے کلمے کا نام بن چکا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین۔

خطبہ نمبر: ۷

میت کی آنکھیں بند کر دینا

آج کی فرصت میں رسول اللہ ﷺ کی دو حدیثیں بیان کرنا مقصود ہے۔ پہلی حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ [1] اس کو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں۔

«دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى أبِی سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ».

ابو سلمہ ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے بہت زیادہ بیمار ہو گئے جب رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو ان کی آنکھیں تاڑے لگ چکی تھیں۔ بالکل آخری وقت تھا۔ فَأغْمَضَ رسول اللہ ﷺ نے ابو سلمہ کی دونوں آنکھیں بند کر دیں۔ اس سے پتہ چلا کہ جب مریض کی آنکھیں تاڑے لگ جائیں۔ آنکھیں کھلی رہ جائیں تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر دی جائیں۔ کیونکہ اگر اسی حالت میں فوت ہو جائے تو آنکھیں اس کی کھلی رہ جائیں گی شکل اس کی ڈراونی بن جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ».

''جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں روح کے پیچھے لگ

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب فی اغماض المیت والدعاء له إذا حضر' حدیث: ۹۲۰

جاتیں ہیں آنکھیں کھلی رہ جاتیں ہیں۔"

جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا تو وہاں موجود لوگوں نے سمجھ لیا کہ ابو سلمہ کی روح قبض ہو چکی ہے اسی لیے تو آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگ جاتیں ہیں۔

حاضرین کو واویلا کرنے سے روکنا چاہیے:

لہٰذا لوگوں نے رونا شروع کر دیا واویلا کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے کوئی بات کہنا شروع کر دی کسی نے کوئی بات نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَدْعُوا لِأَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ».

"اپنی زبان سے خیر کا کلمہ نکالو۔ شر کا کلمہ نہ نکالو۔"

کیونکہ اس موقعہ پر انسان کو پتہ نہیں چلتا ہے کہ اس نے کیا کہنا ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

«إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا».[1]

"جب آپ کسی مریض کے پاس ہوں یا کوئی فوت ہو رہا تو اس کے پاس آپ موجود ہیں تو اپنی زبان سے خیر کا کلمہ نکالیں۔"

کیونکہ:

«فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ».[2]

"آپ زبان سے جو بھی کلمہ نکالیں گے اچھا یا برا فرشتے آمین کہتے ہیں۔"

کیونکہ روح قبض کرنے کیلئے فرشتے اس وقت آئے ہوتے ہیں۔ اور

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء له إذا حضر حدیث: ۹۲۰

(۲) ایضاً

آپ شر کا کلمہ کہہ دیں اور فرشتے آمین کہہ دیں تو آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس موقعہ پر آپ نے زبان سے اچھی بات ہی نکالنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر گھر والوں کو یہ باتیں سمجھائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے موقع پر بزرگ دانا قسم کے لوگ گھر والوں کو سمجھائیں کہ ایسا واویلا نہ کرو۔ یہ نہ سوچیں کہ ان پر مصیبت ہے تو میں ان کو کیا سمجھاؤں۔ یہ سمجھ کر خاموش نہیں رہنا چاہیے بلکہ ان کو نوحہ خوانی سے اور جو وہ برے کلمات زبان سے نکال رہے ہیں اس سے ان کو منع کرو اور ان کو تلقین کرو کہ اچھے کلمات زبان سے نکالو۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لأبِی سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ. وَأخْلِفْهُ فِی عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ. وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ. وافسَحْ لَهٗ فِی قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ».

''یا اللہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو معاف کردے۔ یا اللہ ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرمادے۔ اس کے بعد ان کے پسماندگان کے لئے ان کا خلیفہ بن جا۔ یا اللہ ہمیں اور اس کو معاف کردیں۔ اے رب العلمین۔ یا اللہ اس کی قبر کو وسیع کردے اور اس کی قبر کو روشن کردے۔''

مؤمن کی موت کا منظر:

دوسری حدیث مسند احمد اور سنن ابی داود میں موجود ہے۔ اس حدیث کو نبی ﷺ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں: اس فرصت میں جو الفاظ بیان کیے جائیں گے وہ مسند امام احمد کے ہیں: [1]

{1} مسند الامام احمد بن حنبل، (۲۸۸/۴، ۲۹۵). سنن ابی داود، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث نے بعض حصے روایت کیے ہیں۔

«خَرَجْنَا مَعَ النَّبِی فِی جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ».

ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں گئے۔ «فانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ». ہم قبر پر پہنچے۔ «وَلَمَّا يُلْحَدْ». قبر کی لحد اور سامی ابھی بننے والی تھی۔ قبر ابھی پوری تیار نہیں ہوئی تھی۔

«فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ».

نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے اور ہم بالکل خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔

«كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِنَا الطَّيْرَ».

''جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔''

«وَفِیْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ فِی الْاَرْضِ».

نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک ٹہنی تھی اس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی آسمان کی طرف اور کبھی زمین کی طرف دیکھتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ».

''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''

دو دفعہ یا تین دفعہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا کہ انسان کی روح کیسے نکلتی ہے اور پھر اس کے بعد کیا معاملہ ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِیْ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِّنَ الْآخِرَةِ».

''مومن آدمی جب اس دنیا سے جا رہا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔''

«نَزَلَ إِلَيهِ مَلَا ئِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ».

آسمان سے فرشتے اترتے ہیں۔

«بِيضُ الْوُجُوهِ».

''فرشتے سفید چہرے والے ہوتے ہیں۔''

«كَأَنَّ وُجُوهَهُم الشَّمسُ».

''ان کے چہرے اس طرح چمک رہے ہوتے ہیں جیسے سورج ہوتا ہے۔''

«مَعَهُم كَفَنٌ مِنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ».

''ان کے پاس جنت کے کفن میں سے ایک کفن ہوتا ہے۔''

«وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ».

''اور جنت کی خوشبو میں سے خوشبو ساتھ لے کر آتے ہیں۔''

«حتّٰى يَجْلِسُوا منه مدالْبَصَر».

''جہاں تک اس مومن کی نگاہ پہنچتی ہے وہاں فرشتے بیٹھ جاتے ہیں۔''

«ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْموت حَتّٰى يَجلِسَ عِنْدَ رَأسِهِ».

''پھر ملک الموت فرشتہ آتا ہے اور اس مومن کے سر کے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے۔''

دوسرے فرشتے وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔اور یہ ملک الموت مومن کے پاس آکر کہتا ہے۔

«اَيَّتُها النَّفسُ الطَّيِّبَةُ».

''اے پاکیزہ روح پاکیزہ نفس۔''

«اُخْرُجِي اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ».

''اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی طرف نکلو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یوں اس کی روح بڑے آرام سے نکلتی ہے۔''

«فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ».

''جیسے مشک سے پانی کا قطرہ آرام سے باہر آ جاتا ہے اسی طرح مومن کے بدن سے روح آرام سے باہر آ جاتی ہے۔''

«فَيَأْخُذُهَا» پھر ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے۔

«فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا».

''آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دوسرے فرشتے اس کے ہاتھ میں روح نہیں رہنے دیتے اور اس سے روح پکڑ لیتے ہیں۔''

«فَيَجْعَلُوهَا فِي ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذَالِكَ الْحَنُوطِ».

''جنت سے جو کفن اور خوشبو لے کر آئے تھے اس میں اس کو لپیٹ لیتے ہیں۔''

«وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ».

''زمین پر تمام کستوریوں سے اعلیٰ قسم کی کستوری سے جس طرح خوشبو مہکتی ہے اس طرح وہ جنت والی خوشبو مہکتی ہے جو وہ فرشتے لے کر آئے ہوتے ہیں۔''

پھر اس مومن آدمی کی روح لے کر فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں۔

«فَلَا يَمُرُّونَ بِهَا عَلٰى مَلَإٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هٰذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ؟»

''فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ

کہتے ہیں: یہ طیب اور پاکیزہ روح کون ہے؟''
فرشتے جواب دیتے ہیں یہ فلان بن فلان ہے۔
اس کا نام اور اس کے باپ کا نام بتاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:
«بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوا يُسَمُّونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا».
''دنیا میں جو اس کے اچھے نام تھے ان ناموں کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں۔''
«حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ».
''حتی کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ دستک دیتے ہیں۔ آسمان دنیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔''
وہ فرشتے اس پاکیزہ روح کو آسمان دنیا میں لے جاتے ہیں۔
«فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا حَتَّى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ».
آسمان دنیا والے فرشتے اس روح کو دوسرے آسمان کی طرف الوداع کرتے ہیں۔ پھر وہاں دستک دیتے ہیں دروازہ کھولا جاتا ہے پھر دوسرے آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون روح ہے۔ وہ بتاتے ہیں یہ فلان بن فلان ہے۔ اس کے اچھے نام لیتے ہیں۔ پھر وہ تیسرے آسمان کی طرف اس کو الوداع کرتے ہیں اس طرح وہ ہر آسمان سے ہوتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں۔
«اُكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ».
''میرے اس بندے کی کتاب عِلّیین میں لکھ دو۔''
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

﴿كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ۝﴾ ❶

''ابرار نیک لوگوں کی کتاب علیین میں ہے۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟ لکھی ہوئی کتاب ہے، جس میں ایمان والوں کے نام ہیں۔''

تو اس کتاب میں اس پاکیزہ روح کا نام درج ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں: «اَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ». اور اس روح کو زمین کی طرف لوٹا دو۔

«فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى».

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مٹی اور زمین سے میں نے ان کو پیدا کیا ہے اور زمین میں ہی ان کو لوٹا دوں گا اور پھر زمین ہی سے دوبارہ ان کو نکالوں گا۔''

قرآن مجید میں بھی ہے۔

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى۝﴾ ❷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق

«فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ».

''اس نیک صالح بندے کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے''۔

«فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ».

---

❶ سورة المطففين' آيت: ۱۸'۲۰

❷ سورة طه' آيت: ۵۵

''دوفرشتے آجاتے ہیں۔ وہ اس کو بٹھا لیتے ہیں۔''

پھراس سے پوچھتے ہیں:

«مَنْ رَّبُّكَ؟» تیرارب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ «رَبِّیَ اللّٰهُ». میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں۔ «مَا دِيْنُكَ». تیرادین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ «دِيْنِیَ الْإِسْلَام». میرادین اسلام ہے۔

اگرآدمی آخردم تک اسلام پر چلتا ہے تو پھر یہ جواب بسہولت دے لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (۱)

''جب تم پر موت آئے تو تم مسلم ہو''۔

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔

﴿وَوَصّٰى بِهَا إِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (۲)

''دونوں اللہ کے پیغمبروں نے کہا اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین چن لیا۔ تمہیں دیندار بنا دیا ہے۔ لہٰذا جب تمہاری موت آئے تو تم مسلم ہو۔''

بہر حال یہ مسلم آدمی جو تا زندگی اسلام پر عمل کرتا رہا ہے۔ با آسانی جواب دے گا۔ «دِيْنِیَ الْإِسْلَامُ» فرشتے تیسرا سوال کریں گے۔

«مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟»

''جو آدمی تمہارے اندر مبعوث کیا گیا ہے اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟''

---

(۱) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۲

(۲) سورہ البقرۃ، آیت: ۱۳۲

مومن جواب دے گا «هُوَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ». وہ اللہ تعالیٰ کے رسول وپیغمبر ہیں۔ فرشتے اس سے کہیں گے: «مَا عِلْمُكَ؟» تجھے کیسے پتہ چلا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ وہ جواب دے گا: «قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ». میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی تو مجھے پتہ چلا۔ اس بات کا پتہ تب چلتا ہے جب وہ سمجھ کر پڑھے گا۔ طوطے کی طرح پڑھنے سے پتہ نہیں چلے گا۔ لہٰذا قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھو۔ اللہ کے فضل وکرم سے اب تو قرآن مجید کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں لیکن مسلمانوں کی شومیٔ قسمت دیکھو ایسے علماء پیدا ہو چکے ہیں جو کہتے ہیں ترجمہ پڑھو ہی نہ۔ اِنَّا لِلهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کو خطرہ ہے جو پیٹ پوجا ہماری ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ جب انہوں نے ترجمہ پڑھ لیا تو ان کو سمجھ آجائے گی پھر ہماری ٹامک ٹوئیاں نہیں چلیں گیں۔ اصل میں بات یہ ہے۔ ورنہ ہر کتاب کا ترجمہ پڑھتے جاؤ اور صرف قرآن کا نہ پڑھو۔ کیا یہ ظلم اور زیادتی نہیں۔ ناانصافی نہیں۔

جو مومن سمجھ کر پڑھے گا وہ قبر میں کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو مجھے پتہ چلا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

«فَامَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ. فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ. فَافْرِشُوْا لَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ. وَافْتَحُوْا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ».

''میں قرآن مجید پر ایمان لے آیا اور جو جو چیز اس میں تھی اس کی میں نے تصدیق کی۔ آسمان سے آواز آئے گی کہ میرے اس بندے نے صحیح فرمایا ہے۔ جنت سے اس کا بستر بچھا دو۔ جنت کا لباس اس کو پہنا دو۔ پھر حکم ہوگا۔ جنت کی طرف ایک دروازہ بھی کھول دو۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«وَيَاتِيهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَطِيبِهَا».

''پھر جنت کی خوشبو اور جنت کی ہوا آنی شروع ہو جائے گی۔''

کتنا بہترین انجام ہے اگر ایمان اور اسلام والی دولت پاس ہو تو۔ اور اگر کفر اور شرک ہے تو پھر یہ انجام نہیں ہوگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ. وَيَاتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ».

''جہاں اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک قبر کھول دی جائے گی۔ پھر اس کے سامنے ایک آدمی آئے گا اس کا چہرہ بڑا خوبصورت ہوگا اس کے کپڑے بڑے خوبصورت ہوں گے اس سے بڑی پاکیزہ خوشبوئیں آ رہی ہوں گی۔''

وہ کہے گا:

«أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ».

ان ساری چیزوں سے خوش ہو جاؤ جو جو چیزیں تیرے لیے خوشی کا باعث بن سکتیں ہیں۔ اب یہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں غمی کوئی نہیں۔

«هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ».

''یہ ہے وہ دن جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

وہ مومن آدمی اس بشارت سنانے والے آدمی سے پوچھے گا:

«مَنْ أَنْتَ؟ وَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ. أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ».

''تو کون ہے؟ تیرا چہرہ خیر ہی خیر ہے۔ وہ کہے گا' میں تیرا نیک عمل ہوں۔ جو تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔''

اس نیک عمل کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔یہ ایمان والے کا انجام ہوگا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا فر اور مشرک کا حال بیان کرتے ہیں کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ان شاء اللہ آئندہ فرصت میں کافر کا حال سنایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔امین۔

خطبہ نمبر:۸

کافر کی موت کا منظر

مسند امام احمد اور سنن ابی داود میں براء بن عازب والی حدیث کا کافی حصہ آپ پچھلے خطبہ میں سماعت فرما چکے ہیں۔آج کی فرصت میں باقی حصہ بیان کرنا مقصود ہے۔ایمان والے کی آخری حالت آپ ﷺ تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

«إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ فِي الْآخِرَةِ».

''بے دین بے ایمان کافر آدمی کا جب آخری وقت ہوتا ہے دنیا کو جس وقت چھوڑ رہا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف جارہا ہوتا ہے۔''

«نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ. مَعَهُمُ الْمُسُوحُ. فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ. ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ. فَيَقُولُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ. اُخْرُجِي إِلَى سَخَطٍ مِّنَ اللهِ وَغَضَبٍ».

''آسمان سے فرشتے اترتے ہیں ان کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں۔ان کے پاس کھردرا اور موٹا ٹاٹ ہوتا ہے۔جس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔اس آدمی کی جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے وہاں بیٹھ

جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں سے ملک الموت آتا ہے۔ تو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ اے خبیث نفس خبیث روح۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف چل۔"

ایمان والوں کو ملک الموت کہتا ہے:

«اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اُخْرُجِی اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللهِ وَرِضْوَان».

"اے اطمینان والے نفس سکون والے نفس رب تعالیٰ کی بخشش اور رب تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کی طرف چل۔ کتنا فرق ہے؟ ایمان والے کو نفس مطمئنہ کہہ کر پکارا ہے۔ اور اس کو نفس خبیثہ کہتا ہے۔"

اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں نفس کی چار صفتیں بیان کی ہیں۔

۱ نفس لوامہ ۲ نفس مطمئنہ ۳ نفس امارہ ۴ نفس خبیثہ۔

نفس لوامۃ۔ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان کیا ہے۔

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝﴾ [1]

اللہ تعالیٰ نے نفس لوامہ کی قسم اٹھائی ہے۔ ملامت کرنے والا نفس۔ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے تو ضمیر اور نفس اس کو ملامت کرتا ہے اسے کہتا ہے یہ گناہ نہ کر۔ اگر انسان نفس لوامہ کی ملامت کرنے سے گناہ چھوڑ دے اور نیکیاں شروع کر دے تو نیکیوں کی وجہ سے یہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اطمینان اور سکون والا نفس۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

(۱) سورة القيامة آيت: ۱، ۲

مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ﴾ ❶

نفس مطمئنہ کی تفصیل آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں۔

نفس امارہ:

نفس امارہ انسان کو برائی پر ابھارتا ہے۔ بدی کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ❷

عزیز مصر کی بیوی نے جب اعتراف کر لیا کہ یوسف علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں۔ غلطی میری ہے۔ یوسف پاک ہے۔ پھر وہ کہتی ہے۔

''میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی۔ نفس برائی کا حکم دیتا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم کر دے۔ یہ اشارہ اس کا یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ میرا رب غفور رحیم ہے۔''

رسول اللہ ﷺ خطبہ مسنونہ میں فرمایا کرتے تھے جسے آپ ہر خطبے میں سنتے رہتے ہیں۔

«وَنَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا».

''یا اللہ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔''

نفس بعض اوقات انسان کو برائی اور بے حیائی کی طرف لگا دیتا ہے اور انسان اس نفس کی بات تسلیم کر کے کفر اور شرک کر لیتا ہے۔ برائی اور بے حیائی کر لیتا ہے برائیاں کر کے وہ نفس خبیثہ بن جاتا ہے۔ جس کو فرشتے کہہ رہے ہیں۔

«یَاۤ اَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡخَبِیۡثَةُ! اُخۡرُجِیۡ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ».

---

❶ سورۃ الفجر، آیت: ۲۷ تا ۳۰

❷ سورۃ یوسف، آیت: ۵۳

’’اے خبیث نفس ناپاک روح۔ رب تعالیٰ کے غضب کی طرف نکل۔‘‘

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب فرشتہ یہ بات کہتا ہے تو:

«فَتفرَّقُ فِیْ جَسَدِہٖ. فَیَنتَزِعُھَا کَمَا یُنتَزَعُ السُّفُودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ».

’’وہ روح کافر اور بے ایمان کے جسم میں بکھر جاتی ہے۔ (نفس پھیل جاتا ہے نکلنے کو اس کی طبع نہیں چاہتی۔) پھر ملک الموت روح کو کافر کے بدن سے کھینچتا ہے۔ جس طرح سلائی تر روئی سے کھینچی جاتی ہے۔‘‘

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾

’’ان فرشتوں کی قسم جو اندر غرق ہو کر ڈوب کر روح کو کھینچتے ہیں۔‘‘

«فَیَأْخُذُھَا» پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جب وہ دوسرے فرشتوں کے پاس پہنچتا ہے۔

«فَإِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ. حَتّٰی یَجْعَلُوھَا فِیْ تِلْكَ الْمَسُوحِ. وَیَخْرُجُ مِنْھَا كَأَنْتَنِ رِیحِ جِیفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ. فَلَا یَمُرُّونَ بِھَا عَلٰی مَلَاٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا ھٰذَا الرُّوحُ الْخَبِیثُ. فَیَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ».

’’آنکھ جھپکنے کی مدت میں وہ اس کے ہاتھ سے روح کو پکڑ لیتے ہیں۔ وہ کھردرے ٹاٹ جو لے کر آئے تھے اس میں اس کو لپیٹ لیتے ہیں۔ روئے زمین پر انتہائی زیادہ بدبودار گلے سڑے مردار

سے جس طرح بدبو نکلتی ہے اسی طرح اس خبیث نفس سے بدبو نکلتی ہے۔ وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ خبیث بدبودار روح کون ہے؟ وہ کہتے یہ فلاں بن فلاں ہے۔''

اس کا اور اس کے باپ کا نام لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیں وہ کہتے ہیں یہ ابوجہل بن ہشام ہے ابی بن خلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

«بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمَّى بِهَا فِي الدُّنْيَا. حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا. فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ. فَلَا تُفْتَحُ لَهُ».

''فرشتے اس کو انتہائی خبیث ترین ناموں سے پکارتے ہیں جو برے نام اس کے لوگوں نے رکھے تھے۔ پھر وہ آسمان دنیا پر پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے دستک دیتے ہیں۔ لیکن دروازہ کھولا نہیں جاتا۔''

رسول کریم ﷺ نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی۔

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ [1]

''جن لوگوں نے رب تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور تکبر کیا ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے نہیں جائیں گے اور نہ یہ جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔''

اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام کر دی ہے۔

---

(1) سورۃ الأعراف، آیت: ۴۰

آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہیں گے:

«اُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي السِّجِّينِ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى».

''اس کا نام سجین میں درج کردو۔''

سجین کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے:

﴿كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝﴾ [1]

فرمایا سجین ایک کتاب ہے۔ اس میں فاجروں اور فاسقوں کے نام درج ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کا نام بھی وہاں درج کردو۔ اور اس کو زمین کے نیچے پھینک دو۔ «فَتُطْرَحُ رُوْحُهُ طَرْحًا». پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا۔ اس موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے آیت تلاوت کی:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝﴾ [2]

''فرمایا جو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بناتے ہیں وہ اس طرح ہیں جیسے آسمان سے گر پڑے ہیں اور پرندے اس کو اچک لیں یا ہوا ان کو دور دراز کسی مقام پر پھینک دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی

---

(۱) سورة المطففين، آيت: ۷ تا ۱۷

(۲) سورة الحج، آيت: ۳۰

کوئی وقعت نہیں۔"

جب اس کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے:

«فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ. فَيأتِيهِ مَلَكَانِ. فَيُجلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ».

"روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آجاتے ہیں۔ اس کو بٹھا لیتے ہیں۔"

اس سے پوچھتے ہیں:

«مَنْ رَبُّكَ؟»

تیرا رب کون ہے؟ یہ بے ایمان کہتا ہے:

«هَاه هَا ه! لَا أدرِي. سَمِعتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَولًا فَقُلتُهُ وَلَا أدرِي».

"ہائے ہائے میں تو جانتا ہی نہیں۔ میں نے لوگوں کو سنا وہ ایک کلمہ پڑھتے تھے میں نے بھی وہ کلمہ ان سے سن کر پڑھ لیا اور کہہ لیا باقی مجھے کو کچھ پتہ نہیں۔"

لہٰذا آپ اپنے اسلام اور کلمہ کو سمجھیں اس کا معنی سمجھیں۔ بے سمجھ اور لوگوں کے پیچھے لگنے والے کا یہ حال ہو رہا ہے۔ فرشتے اس سے دوسرا سوال کریں گے: «مَا دِينُكَ؟» تیرا دین کیا ہے؟ تو یہ نفس خبیثہ کہے گا: «هَاه هَاه! لَا أدرِي». ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔

اب تو یہ دعوے کرتا ہے جتنا میں جانتا ہوں اتنا کوئی نہیں جانتا۔ میں بڑا دیندار ہوں اور دوسرے کے دین میں انگشت نمائی کرتا ہے کہ فلاں ایسا ہے فلاں ایسا ہے۔ اب قبر میں اس کا حشر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ فرشتے پھر تیسرا سوال کریں گے: «مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُم». یہ آدمی کون ہے جو آپ میں

مبعوث کیا گیا تھا۔ پھر وہ کہے گا: «هَاه هَاه لَا اَدْرِیْ». ہائے افسوس میں نہیں جانتا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ تینوں سوالوں کے جواب میں ناکام ہو جائے گا۔

«فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ، اَنْ کَذَبَ. فَاَفْرِشُوْا لَهٗ مِنَ النَّار. فَا فْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَی النَّار. فَیَأْتِیْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا. وَیَضِیْقَ عَلَیْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْهِ اَضْلَاعُهٗ».

آسمان سے آواز دینے والا آواز دے گا۔ یہ جھوٹا ہے جھوٹ بول رہا ہے۔ جہنم سے اس کا بستر ا بچھا دو۔ آگ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ گرمی اور تپش اس کی قبر میں پہنچے گی۔ انتہائی زیادہ گرم ہوا اس کو پہنچے گی۔ قبر اس کی تنگ ہو جائے گی۔ اتنی تنگ ہوگی کہ اس کی پسلیاں برعکس ہو جائیں گی۔ (دائیں والی پسلیاں بائیں طرف ہو جائیں گی اور بائیں والی پسلیاں دائیں طرف ہو جائیں گی۔ اس سے زیادہ تنگ اور کیا ہو سکتا ہے۔ قبر اس کو پیس دے گی۔)''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَیَأْتِیْهِ رَجُلٌ قَبِیْحُ الْوَجْهِ. قَبِیْحُ الثِّیَابِ. مُنْتِنُ الرِّیْحَ».

''ایک انتہائی بدصورت آدمی آئے گا۔ اس کے کپڑے انتہائی بدصورت ہوں گے۔ اور بڑی بدبو آرہی ہوگی۔ وہ اس کو کہے گا:

«أَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُوْئُكَ هٰذَا یَوْمُكَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدَ

''یہ وہ برا دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

وہ خبیث نفس آدمی اس سے پوچھے گا:

«مَنْ اَنْتَ؟ وَوَجْهُكَ الْوَجْهُ یَجِیْءُ بِالشَّرِ».

''تو کون ہے۔ تیرے چہرے سے شر ٹپک رہی ہے۔''

کپڑے بھی بد بودار چہرہ بھی خوفناک اور قبیح ہوگا۔ پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گا«اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ». میں تیرا خبیث عمل ہوں جو تو گناہ اور نافرمانیاں اور خباثتیں کرتا رہا ہے میں وہ تیری خباثت ہوں اللہ نے مجھے اس شکل کا بنا کر تیرے پاس بھیج دیا ہے۔ یہ خبیث کہے گا یااللہ مجھے دوبارہ نہ ہی اٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿يَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرَابًا﴾ [1]

''کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہی ہو جاتا۔''

﴿يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ......﴾ [2]

''میں مرمٹ گیا ہوتا اور میرا احساب ہی نہ ہوتا۔''

یہ بس اس کا واویلا ہوگا اس کی خبائث اور کفر کی سزا تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہی دینی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعے قبر کے حالات معلوم کر کے ہمیں بتا دیے ہیں تا کہ ہم فکرمند ہو جائیں۔ کہ ہم نے ان دو طرفوں میں سے کس طرف جانا ہے۔ نفس مطمئنہ بننا ہے یا نفس خبیثہ بننا ہے۔ ظاہر ہے ہر ایمان والے کی خواہش ہے کہ میں جس وقت دنیا سے جا رہا ہوں تو نفس مطمئنہ بنوں۔ فرشتے بھی یہی کہیں۔ ﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ اس کے لیے اب محنت کی ضرورت ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں فکر و عقل، صورت و شکل، اور قول و عمل کو کتاب و سنت کے موافق بنائیں۔ پھر نفس مطمئنہ والا درجہ اللہ کے فضل و کرم سے حاصل ہو جائے گا۔ کسی نے کہا ہے۔

{1} سورة النبأ، آيت: ۴۰

{2} سورة الحاقة، آيت: ۲۷

وَلَدَتْكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاجْهَدْ لِنَفْسِكَ اَنْ تَكُوْنَ اِذَا بَكَوا
فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا وَّمَسْرُوْرًا

''اے آدمی کے بیٹے جب تجھے تیری والدہ نے جنم دیا تھا تو تو رو رہا تھا اور لوگ ہنس رہے تھے۔ (کہ اللہ نے بچہ عطاء کیا ہے مبارک باد ہو رہی تھی) اب لطف یہ ہے کہ تو ایسی محنت کر جب تو اس دنیا سے جائے تو تو ہنس رہا ہو اور لوگ رو رہے ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾ [1]

''جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں عطاء کیا گیا ہے ان کا حساب آسان ہوگا۔ اور وہ ہشاش بشاش اور مسرور ہوں گے۔ یہ لوگ نفس مطمئنہ والے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ مقام عطاء فرمائے۔ ''آمین''

{1} سورۃ الإنشقاق' آیت: ۷ تا ۹

خطبہ نمبر:۹

میت کے غسل اور کفن کا بیان

مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے:

آج کی فرصت میں میت کو غسل دینے اور کفن پہنانے کے احکام بیان کیے جائیں گے۔

جو انسان فوت ہو گیا ہے اس کو غسل دینا ضروری ہے۔ اگر اس کے بدن کے کسی حصے پر نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کو زائل کیا جائے گا۔ اور غسل دینے والا استنجاء کی ضرورت محسوس کرے تو پھر استنجا بھی کروایا جائے گا اگر استنجاء کی ضرورت نہیں تو پھر استنجاء کے بغیر بھی ٹھیک ہے۔ استنجاء کرانا ضرورت کے تحت ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ کی ایک بیٹی فوت ہو گئی تھی ہم اس کو غسل دے رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا اس کو تین مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو پانچ دفعہ غسل دے لو اور اگر پھر بھی ضرورت محسوس کرو تو سات مرتبہ غسل دے لو۔ ایک روایت میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: «إِغْسِلْنَهَا وِتْرًا»۔ طاق دفعہ اس کو غسل دینا۔ تین دفعہ غسل دے لے پانچ مرتبہ سات مرتبہ جتنا غسل دینے والا مناسب سمجھے غسل دے لیکن غسل دینا طاق دفعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا «وَاغْسِلْنَهَا بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ»۔ پانی اور بیری سے اس کو غسل دو۔ مقصد یہ ہے جس پانی سے اس کو غسل دینا ہے اس

میں بیری کے پتے ڈالو۔رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: «وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا». [1] بعض روایت میں: «شَيْئًا مِنَ الْكَافُوْرِ». [2] کے لفظ بھی ہیں۔آخری مرتبہ جب غسل دینا ہے اس میں کافور ملا لو۔چاہے تو پانی میں کافور ملا لے یا کافور کو باریک کر کے میت پر ڈال دے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔آخری دفعہ کافور ملانا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا».

دائیں جانب سے ابتداء کرنا ہے۔دائیں جانب غسل دینے والے کی نہیں۔بلکہ میت کی دائیں جانب کو پہلے غسل دینا ہے اور بائیں جانب کو بعد میں غسل دینا ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا وضو والی جگہوں سے ابتداء کرنا ہے۔وضو میں سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے میت کے ہاتھ دھونے ہیں پھر اس کے بعد کلی اور ناک میں پانی ڈالنا ہے پھر چہرہ الغرض جس طرح انسان وضو کرتا ہے اس طرح میت کی وضو والی جگہ پہلے دھونا ہے۔دوسرے الفاظ میں یہ سمجھو کہ میت کو وضو کرانا ہے پھر اس کے بعد دائیں طرف پانی بہانا ہے پھر بائیں طرف پانی بہانا ہے۔عام طور پر لوگ میت کو غسل دینے سے گھبراتے ہیں۔کئی تو ویسے ہی خوف کھاتے ہیں اور کئی سمجھتے ہیں پتہ نہیں ہم سے کیا ہو جانا ہے۔مخصوص لوگ رکھے ہوئے ہیں میت کو غسل دینے کیلئے پرانے دور میں غسل دینے میں بھی سیپ چلتی تھی۔میت کے گھر والوں کو چاہیے کہ خود میت کو غسل دیں۔میت کا ان کے ذمہ حق ہے۔ان کو اجر اور ثواب ملے گا۔یہ کام باعث اجر اور باعث ثواب ہے۔ہمارے ہاں تو اس کو کوئی اہمیت نہیں

---

(۱) بخاري، كتاب الجنائز، باب غسل الميت ووضوءه بماء وسدر، حديث: ۱۲۵۳

(۲) بخاري، كتاب الجنائز، باب يجعل الكافور في آخره، حديث: ۱۲۵۹

دی جاتی اور سمجھا جاتا ہے یہ نکمے لوگوں کا کام ہے۔

نبی کریم ﷺ نے غسل کے متعلق ہدایات جاری کی ہیں ان کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ میت کو غسل دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس طرح سمجھو جیسے جنابت کا غسل خود کرتے ہو اس طرح میت کو غسل دینا ہے۔ یہ تو میت کو غسل دینے کا طریقہ تھا۔

میت کو غسل دینے والے کا غسل کرنا:

نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

«مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».[1]

جو میت کو غسل دے وہ خود غسل کرے۔ یہ رسول اللہ کا حکم ہے۔ اس لیے میت کو غسل دینے والے فارغ ہو کر خود غسل کر لیں یہ بہتر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا ضروری ہے لیکن یہ ان کا خیال صحیح نہیں۔ اگر وہ غسل کرے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا اگر نہ کرے گا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **تلخیص الحبیر** میں خطیب بغدادی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ میت کو غسل دینے والے کیلئے غسل ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے۔ لہٰذا بہتر چیز پر عمل کرنا چاہیے۔

میت کو اٹھانے والا وضو کرے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ». جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے۔ یہ بات میت کو اٹھانے کی ہے۔ بعض اوقات میت کو اٹھانے کی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اوپر والی منزل میں آدمی

---

[1] ابو داود، کتاب الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت، حديث: ۱۳۶۱۔ ترمذی، حدیث: ۹۹۳، ابن ماجه، حديث: ۱۴۶۳۔

فوت ہو گیا۔ اس کو نیچے لانا ہے چار پائی پر وہ آ نہیں سکتا۔ تو پھر اس میت کو کندھوں پر اٹھا کر نیچے لایا جاتا ہے۔ اور جب میت کو چار پائی سے اٹھا کر نہلانے کے لیے تختے پر رکھنا ہے اس وقت بھی میت کو اٹھا کر رکھنا ہے اور جب میت کو غسل دے کر فارغ ہونا ہے پھر اس کو ہاتھوں سے اٹھا کر چار پائی پر رکھنا ہے تو ایسے مواقع بن جاتے ہیں کہ میت کے بدن کو اٹھانا پڑ جاتا ہے۔ تو جو لوگ میت کو اٹھائیں ان کو نبی ﷺ حکم دے رہے وہ وضو کریں۔ یہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا جو میت کی چار پائی کو ہاتھ لگائے وہ وضو کرے یہ میت کو اٹھانے کی بات ہے جس طرح چھوٹے بچوں کو اٹھایا جاتا ہے، بچہ فوت ہو جائے تو چار پائی کا انتظام نہیں کرتے ہاتھوں پر ہی اٹھا کر لے جاتے ہیں لہٰذا جب وہ میت کو اٹھائے گا تو وہ وضو کرے۔

حسب توفیق عمدہ کفن پہنانے میں کوئی حرج نہیں:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ وَّلِیَ كَفَنَ أَخِيهِ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ». ❶ جو کوئی اپنے بھائی کے کفن کا والی بنے تو اس کو اچھا کفن دے۔ جان ہی نہ چھڑائے اچھے کفن میں کفن کا رنگ بھی شامل ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: «اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ». ❷ سفید کپڑے پہنو اور سفید رنگ کے کپڑوں میں ہی میت کو کفن دو۔ اس کا سبب رسول اللہ ﷺ خود ہی بیان کرتے ہیں۔ «فَإِنَّهَا مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِكُمْ». ❸ کیونکہ یہ تمہارے تمام کپڑوں سے اچھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سفید کپڑے پہننا افضل ہے بہتر ہے۔ اگر چہ دوسرے رنگ والے کپڑوں میں میت کو کفنا سکتے ہیں۔ ایک بوٹی ہے ’عصفر۔ ہماری زبان میں اس کو کسنبہ کہا جاتا ہے اس سے

---

❶ ترمذی، کتاب الجنائز، حدیث: ۹۹۵. ابن ماجہ، حدیث: ۱۴۷۴

❷ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یستحب من الأکفان، حدیث: ۹۹۴.
ابوداود، حدیث: ۴۰۶۱. ابن ماجۃ، حدیث: ۱۴۷۳

❸ ایضاً

رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔ باقی سارے رنگ درست اور صحیح ہیں افضل اور بہتر سفید رنگ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ فرما رہے ہیں اس کو سفید رنگ کے کپڑوں میں کفن دو۔ کفن کے اچھے ہونے کا تعلق اس کی قیمت سے بھی ہے کپڑے کے اعلیٰ ہونے سے بھی ہے۔ نکمے اور ردی کپڑے کا کفن نہیں پہنانا چاہیے۔ حسب استطاعت جتنا اچھا وہ کفن دے سکتا ہے۔ اتنا اچھا کفن وہ دے لے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں «فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ»۔ اپنے بھائی کے کفن کو اچھا بنائے اپنی استطاعت کو بھی ملحوظ رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی ہمت اور استطاعت سے زیادہ پابند نہیں کرتے۔''

مؤطا امام مالک میں ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ میں نے اب بچنا نہیں۔ تو فرمانے لگے میری ایک فلانی چادر ہے اور ایک فلانا کپڑا ہے مجھے ان میں کفن دینا۔ گھر والے کہنے لگے ہم آپ کو ان سے اچھے کپڑوں میں کفن دیں گے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے مجھے نئے کپڑوں کی اب کیا ضرورت ہے مجھے ان ہی پرانے کپڑوں میں کفن دے دینا نئے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ [2]

یہ ابوبکر صدیق کی تواضع ہے ویسے نئے کپڑوں میں میت کو کفنایا جا سکتا ہے حرج والی بات کوئی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں «فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ»۔ اپنے بھائی کو اچھا کفن پہنائے۔ ابوسعید خدری بیمار ہو گئے اور انہوں نے

{۱} سورة البقرة' آيت: ٢٨٦

{۲} صحيح بخاری' كتاب الجنائز' باب موت يوم الاثنين' حديث: ١٣٨٧

سمجھا کہ یہ میری آخری بیماری ہے۔انہوں نے کہا میرے نئے کپڑے لاؤ۔گھر والوں نے نئے کپڑے دیے دیے۔انہوں نے وہ نئے کپڑے پہن لیے۔تو فرمانے لگے میں نے یہ اس لیے کیا ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس وقت ننگے ہوں گے پھر ان کو وہی لباس پہنائے جائیں گے جن کپڑوں میں وہ فوت ہوئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میں جب قبر سے اٹھایا جاؤں تو مجھے نئے کپڑے ملیں۔اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نئے کپڑوں میں میت کو کفنایا جاسکتا ہے اور نئے کپڑوں میں فوت ہونا اچھی فال ہے۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:«فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ». اس پر دلالت بھی کرتا ہے۔

میت کو کفن کتنے کپڑوں میں دیا جائے:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ کو سحول مقام کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔سحول یمن کے علاقے میں ایک بستی ہے کپڑے بننے میں وہ مشہور تھی۔جس طرح اب بھی ملک میں کئی شہر کپڑوں میں مشہور ہیں فیصل آباد وغیرہ۔تو جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو کفن دیا گیا وہ سحول مقام کے بنے ہوئے تھے اور سوتی کپڑے تھے رنگ ان کا سفید تھا۔تین چادریں تھیں۔«لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَّلَا عَمَامَةٌ».[1] ان میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔کئی آدمی فوت ہو جاتے ہیں لوگ ان کو قمیص پہناتے ہیں یہ قمیص پہنانا صحیح نہیں۔پگڑی پہناتے ہیں، یہ پگڑی پہنانا بھی صحیح نہیں۔رسول اللہ ﷺ کے کفن میں قمیص و پگڑی نہیں تھی۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض لکفن، حدیث: ۱۲۶۴ مسلم، حدیث: ۹۴۱ ترمذی، حدیث: ۹۹۶، ابوداود، حدیث: ۳۱۵۱، ابن ماجه، حدیث: ۱۵۶۹، نسائی، حدیث: ۱۸۷۲

خطبہ نمبر: ۱۰

فوت شدہ بچے کی نماز جنازہ فرض نہیں

پچھلے جمعے میت کو غسل دینے اور اس کو کفنانے کے احکام اور مسائل بیان کیے گئے آپ تفصیل سے سماعت فرما چکے ہیں۔

بچے کو بھی غسل دینے کا وہی طریقہ ہے جو بڑے کا ہے۔ کتاب وسنت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بچے کو کفن بھی اسی طرح دیا جائے گا جس طرح بڑے کو کفن دیا جاتا ہے۔ جس طرح بڑی میت کو قبرستان میں قبر کھود کر دفن کیا جاتا ہے اسی طرح بچے کو بھی قبرستان میں قبر کھود کر دفنایا جائے گا۔

البتہ جو بچہ فوت شدہ پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ اگر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو ثواب ہے بہتر ہے اگر نہ پڑھی جائے بغیر پڑھے دفن کر دیا جائے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ ترمذی میں موجود ہے: «وَالصَّبِيُّ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ حَتَّى يَسْتَهِلَّ». [1] بچہ چیخ مارے تو پھر اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے گا اور اگر چیخ نہیں مارتا دوسرے لفظوں میں یہ سمجھو کہ وہ مردہ ہی پیدا ہوا ہے' پھر اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ دوسری حدیث ہے یہ بھی ترمذی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

---

[1] ترمذی' کتاب الجنائز' باب ماجاء فی ترك الصلاة علی الجنین حتی یستھل' حدیث: ۵۳۲

«وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ». (1)

''فوت شدہ بچے کا جنازہ پڑھا جائے۔''

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر مطلب یہ نکلتا ہے کہ فوت شدہ بچے کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ پڑھ لو گے تو اجر اور ثواب ہے۔ اگر نماز جنازہ کے بغیر بھی دفنا دیا جائے تو درست ہے۔ اہل اسلام گناہ گار نہیں ہوں گے۔ محدث دوراں' فقیہ زمان' شیخ البانی رحمہ اللہ نے جنازہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ بڑی جامع کتاب ہے۔ صحیح صحیح روایات اس میں انہوں نے درج کی ہیں' اس کا نام ہے ''**احکام الجنائز**''۔

مفصل بھی ہے اور اس کا خلاصہ بھی انہوں نے خود نکالا ہے۔ اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ جبکہ ان کی عمر ۱۸ ماہ کے قریب تھی۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر ہی ان کو دفنا دیا تھا۔ (2) س سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر بچہ سال یا چھ ماہ کا ہے تو اس کو نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر دفنا دیا جائے تو کوئی حرج اور گناہ والی بات نہیں۔

جنازہ کے ساتھ چلنے کے آداب

جو مسلمان فوت ہو گیا ہے اس کو غسل دینے اور کفنانے کے بعد قبرستان کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ اہل اسلام پر اس فوت ہونے والے مسلم کا حق ہے۔ اٹھا کر لے جانا اور ساتھ جانا یہ اس میت کا حق ہے۔ مسلم کے مسلم پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی حق ہے «وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ». جنازہ کو اٹھا کر

---

(1) ابو داود' کتاب الجنائز' باب المشی امام الجنازة' حدیث: ۳۱۸۰. ترمذی' حدیث: ۱۰۳۱. نسائی' حدیث: ۱۹۱۶

(2) ابو داود' کتاب الجنائز' باب فی الصلاة علی الطفل' حدیث: ۳۱۸۷

جب قبرستان کی طرف لے جانا ہے اس موقع پر بھی اسلام نے انسان کی رہنمائی فرمائی ہے کہ کس طریقہ سے اس کو لے کر جانا ہے۔ جو آدمی سوار ہو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے اور جو پیدل چل رہے ہیں وہ جنازہ کے دائیں طرف بھی چل سکتے ہیں بائیں طرف بھی چل سکتے ہیں پیچھے بھی چل سکتے ہیں آگے بھی چل سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم بسا اوقات جنازے کے آگے بھی چل لیتے تھے۔ (۱) آگے آگے چلنے میں حرج کوئی نہیں البتہ عام احادیث میں اتباع کا لفظ آتا ہے۔ «اِتَّبِعُوا الْجَنَازَةَ». اس کا معنی پیچھے پیچھے چلنا ہے۔ تو افضل اور بہتر یہ ہے کہ آدمی جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

«مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا یَجْلِسَ حَتّٰی تُوْضَعَ». (۲)

''جو آدمی جنازہ کے ساتھ چل پڑا ہے وہ بیٹھے نہیں جنازہ کے ساتھ چلتا ہی رہے جب تک جنازہ کو رکھ نہیں دیا جاتا۔''

نبی ﷺ کے فرمان: «حَتّٰی تُوْضَعَ». کے اہل علم نے دو مطلب بیان کیے ہیں:

(۱) ایک مطلب یہ ہے کہ «حَتّٰی تُوْضَعَ فِی الْقَبْرِ». حتی کہ میت کو قبر میں رکھ دیا جائے، جب تک میت کو قبر میں رکھا نہیں جاتا ساتھ چلنے والا اس سے پہلے بیٹھ نہیں سکتا۔

---

(۱) ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی المشی امام الجنازة، حدیث: ۱۰۱۰. ابن ماجة، حدیث: ۱۴۸۳

(۲) بخاری، کتاب الجنائز، باب من تبع جنازه فلا یقعد حتی توضع عن مناکب الرجال، حدیث: ۱۳۱۵. مسلم، حدیث: ۹۵۹. ترمذی، حدیث: ۱۰۴۳. نسائی، حدیث: ۱۸۹۲. ابوداود، حدیث: ۳۱۷۳

﴿۲﴾ اہل علم نے آپ ﷺ کے اس فرمان کی دوسری تفسیر یہ بیان کی ہے کہ میت کی چارپائی کو لوگوں کے کندھوں سے زمین پر رکھ دیا جائے۔ جنازہ پڑھنے کیلئے یا ویسے یا کسی ضرورت کی وجہ سے۔ تو کندھوں سے زمین پر رکھنے تک ساتھ چلنے والا چلتا رہے بیٹھے نہ۔

دوسری تفسیر صحیح ہے۔ پہلی تفسیر صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ جو آدمی جنازہ پڑھ کر واپس آجائے اس کو ایک قیراط اجر اور ثواب ملے گا۔ ❶ آپ ﷺ کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ جب کندھوں سے زمین پر چارپائی رکھ دی جائے پھر وہ بیٹھ سکتا ہے ویسے نہیں۔

جنازہ کے ساتھ آگ لے کر جانا منع ہے:

جنازہ کے ساتھ آگ لے کر جانا منع ہے دور جاہلیت میں رواج تھا جب لوگ جنازہ لیکر جاتے تو کسی نے ساتھ آگ کی انگیٹھی اٹھائی ہوتی اس میں خوشبو والی لکڑیاں ڈالیں ہوتیں۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ فلاں کا جنازہ جا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت کی آواز لگانا جائز نہیں:

دور جاہلیت میں جنازے کے ساتھ نوحہ خوانی کی جاتی تھی۔ اونچی اونچی آوازیں نکالی جاتی تھیں۔ نوحہ خوانی کرنے والی عورتیں جنازے کے ساتھ جاتی تھیں خوب واویلا اور آہ و پکار کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جنازے کے ساتھ اونچی اونچی آوازیں نکالنے والے اور گانے والیوں کو منع فرمادیا ہے۔ ❷

عمرو بن عاص، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور بھی کئی صحابہ نے یہ وصیت کی کہ ہمارے

﴿۱﴾ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الإیمان، حدیث: ۴۷. مسلم، حدیث: ۹۴۵. ترمذی، حدیث: ۱۰۴۰. نسائی، حدیث: ۱۹۶۷. ابوداود، حدیث: ۳۱۶۷. ابن ماجه، حدیث: ۱۵۲۹

﴿۲﴾ ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی النار یتبع بها المیت، حدیث: ۳۱۷۱

جنازے میں آگ اور اونچی آواز کرنے والے ساتھ نہ جائیں۔ ❶ بعض روایات میں ''صوت'' کے لفظ بھی آئے ہیں کہ جنازے کے ساتھ کوئی آواز نہ ہو۔ یہ الفاظ عام ہیں وہ آواز خواہ رونے کی ہو خواہ نوحہ خوانی کی ہو خواہ وہ آواز ذکر اذکار کی ہو خواہ وہ آواز قرآن مجید کی تلاوت کی ہو۔ آپ نے کسی بھی قسم کی آواز سے منع کر دیا ہے۔ خاموشی اور سکوت سے پروقار طریقے سے چلنا چاہیے۔ ہمارے ہاں عام رواج ہے۔ کہ ایک آدمی اونچی آواز سے کہتا ہے کلمہ شہادت۔ اس کا ثبوت بھی کہیں نہیں آیا۔ نہ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں ہے اور نہ قرآن مجید کی کسی آیت میں ہے۔

عام طور پر یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سب کو پتہ چل جائے کہ فلاں بھی جنازہ میں شامل ہے۔ اس عمل میں ریا کاری بھی پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس عمل سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ». ❷

''آدمی کوئی ایسا کام کرے جس پر ہمارا امر نہیں۔ (اس کی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں)۔ تو رد ہے۔''

اس سے اجر اور ثواب کی توقع رکھنا عبث اور فضول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جس کو رد کہہ دیں اس کا گناہ تو ہو سکتا ہے اجر اور ثواب نہیں مل سکتا۔

عورتیں جنازہ کے ساتھ نہ چلیں:

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا

﴿۱﴾ مسلم' (۱/۷۸). سنن الكبرى للبيهقي' كتاب الجنائز' باب كراهية رفع الصوت في الجنائز.

﴿۲﴾ صحيح مسلم' كتاب الأقضية' باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور' حديث: ۱۷۱۸. بخاري' حديث: ۲۶۹۷. ابو داود' حديث: ۴۶۰۶.

ہے۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ». [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں میت کے پیچھے چلنے سے منع کر دیا ہے جس طرح مرد جنازے کے پیچھے چلتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی اجتماعی صورت ہو جہاں عورتیں پہلے سے موجود ہوں۔مثلاً مسجد میں عورتیں جمعہ پڑھنے کیلئے آئی ہیں۔وہاں کوئی جنازہ آجائے تو عورتیں جنازہ پڑھ سکتی ہیں کیونکہ عورتیں یہاں جمعہ پڑھنے کیلئے آئی ہیں۔جنازہ پڑھنے کیلئے نہیں آئی تھیں۔اتفاقاً وہاں جنازہ آگیا ہے تو پھر عورتیں بھی جنازہ پڑھ لیں۔جنازے کے ساتھ ساتھ چل کے جنازہ پڑھنے سے عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا ہے۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ان دس صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے جن کو ایک ہی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر جنت کی بشارت سنائی ہے۔عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔جب یہ فوت ہو گئے تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: سعد کا جنازہ مسجد میں پڑھانا' تاکہ ہم بھی جنازہ میں شامل ہو جائیں۔کئی لوگ کہنے لگے: کیا مسجد میں جنازہ پڑھائیں؟ یہ کیسے؟ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

«مَا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ بَيْضَاءَ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ». [2]

لہٰذا مسجد میں نماز جنازہ پڑھانا درست ہے۔اس واسطے سعد کا جنازہ مسجد میں پڑھاؤ تاکہ ہم بھی ساتھ شامل ہو جائیں۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس لیے فرما رہی ہیں کیونکہ عورتوں کیلئے جنازے کے پیچھے چل کے جہاں نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے وہاں پہنچ کے نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔مسجد نبوی اور مسجد حرام

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب نهی النساء عن اتباع الجنائز' حدیث: ۹۳۸

[2] صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب الصلاة على الجنائز في المسجد' حدیث: ۹۷۳. ترمذی' حدیث: ۱۰۲۳. نسائی' حدیث: ۱۹۶۱. ابو داود' حدیث: ۳۱۸۹. ابن ماجة' حدیث: 1518.

میں مرد اور عورتیں نماز کیلئے آئے ہوتے ہیں۔ وہاں اکثر کوئی نہ کوئی جنازہ آجاتا ہے۔ تو وہاں عورتیں بھی پڑھ لیتی ہیں۔ ایسی کوئی اتفاق والی صورت اگر ہو جائے تو ٹھیک ہے عورتیں ساتھ نہیں جا سکتیں۔

اب تو یہ بھی رواج چل نکلا ہے کہ جنازہ کیلئے اعلان کیا جاتا ہے عورتوں کیلئے بھی انتظام کیا گیا ہے۔ پھر عورتیں بھی وہاں اسی طرح پہنچتی ہیں جیسے مرد پہنچتے ہیں۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرما رہے ہیں۔ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ» عورتوں کو جنازے کے پیچھے چلنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ «وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا». جنازے کے ساتھ ساتھ چلنا ہم پر فرض نہیں کیا گیا۔ ہمیں اس کی تاکید نہیں کی گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جا سکتی ہیں کیونکہ پہلے وہ فرما رہی ہیں ہمیں منع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا عورتوں کو اس سے بچنا چاہیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع کر دیا ہے یہ کام ان کیلئے ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خطبہ نمبر:۱۱

جنازہ کو لے کر جلدی جانا چاہیے

میت کو گھر سے اٹھا کر جنازے کے مقام پر لے جانے کے آداب اور احکام بیان ہو رہے تھے۔اس کے متعلق کئی چیزیں آپ نے سماعت فرمائی ہیں۔آج کی فرصت میں اسی کے متعلق کچھ مزید چیزیں بیان کرنا مقصود ہے۔

نبی کریم ﷺ کا حکم ہے: «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ». جنازے کو تیزی سے لے کر چلو۔رسول اللہ ﷺ خود ہی اس حکم کی حکمت بیان کرتے ہیں:

«فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ».[1]

''اگر میت نیک ہے صالح ہے تو آپ اس کو خیر کی طرف لے کر جا رہے ہیں' انجام اس کا اچھا ہے۔''

اس کیلئے قبر میں سہولیات ہیں' آرام اور آسائش ہے' اس لیے آپ اس کو جلدی لے کر جائیں' تاخیر نہ کریں۔نبی ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے۔جب لوگ میت کو اٹھا کر قبر کی طرف لے جا رہے ہوتے ہیں اگر میت نیک اور صالح ہو تو وہ کہتی ہے:

«قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي».[2] ''مجھے جلدی لے چلو۔''

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب السرعة بالجنازة' حدیث: ۱۳۱۵۔ مسلم' حدیث: ۹۴۴۔ابو داود' حدیث: ۳۱۸۱۔ترمذی' حدیث: ۱۰۱۵۔

[2] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب حمل الرجل الجنازه دون النساء' حدیث: ۱۳۱۴

لیکن یہ الفاظ انسان نہیں سنتے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان برحق ہے۔ جب میت بھی خود کہہ رہی ہے کہ «قَدِّمُونِی» اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے۔ «أَسْرِعُوا» تو پھر میت کو جلدی جلدی لیکر چلنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«وَإِنْ تَكُ غَيْرَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ».

''اگر وہ میت نیک نہیں پھر شر ہے اس کو اپنی گردن سے اتارو گے۔ جلدی لے کر چلو۔تاکہ وہ جلدی تمہاری گردنوں سے اتر جائے۔''

نبی ﷺ کے ایک صحابی ایک جنازے کے ساتھ بڑی سست رفتار سے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے دوسرے صحابہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں جنازہ کو ایسے لے کر نہیں جاتے تھے' بلکہ ہم بڑی تیزی سے لے کر چلتے تھے۔ «حَتّٰى نَكَادُ نَرْمُلُ». [1] قریب تھا کہ ہم رمل کرنے لگ جاتے۔دوڑنا نہیں بلکہ قدم تیز کرنے ہیں۔سست رفتاری اور مردہ چال سے نہیں چلنا۔

جن کے پاس سے جنازہ گزرے وہ کیا کریں؟

رسول اللہ ﷺ ایک جگہ پر تشریف فرما تھے' آپ کے پاس ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ «فَقَامَ» تو رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے۔جنازہ گزر گیا۔کچھ لوگوں نے کہا: «إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ» یہ تو یہودی کا جنازہ تھا آپ کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَلَيْسَتْ نَفْسًا». ٹھیک ہے یہ یہودی ہے لیکن جان والی چیز تو ہے' انسان تو ہے۔یہودی کی وجہ سے آپ

---

[1] ابو داود' كتاب الجنائز' باب الإسراع بالجنازة' حديث: ۳۱۸۲' نسائی' حديث: ۱۸۸٦.

کھڑے نہیں ہوئے' بلکہ اس لیے کھڑے ہوئے ہیں کہ انسان اور جان والی چیز ہے۔ ❶

کچھ لوگ اپنی طرف سے حکمت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے کھڑے ہوئے تھے کہ یہودی کا جنازہ آپ ﷺ کے سر سے اونچا نہ ہو۔ آپ ﷺ کھڑے ہوگئے تاکہ وہ نیچے ہی رہے۔ یہ حکمت بہت سارے بزرگ بیان کرتے ہیں لیکن اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو حکمت بیان کی وہ تو یہ ہے کہ یہ نفس اور جان ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ وہ جنازہ یہودی کا نہیں تھا بلکہ کسی مسلم کا جنازہ تھا رسول کریم ﷺ کھڑے ہوگئے لوگوں نے کہا: یہ تو فوت ہوگیا ہے۔ میت ہے اور آپ کھڑے ہوگئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس کے لیے کھڑا نہیں ہوا بلکہ فرشتوں کی خاطر کھڑا ہوا ہوں۔ جو فرشتے جنازے کے ساتھ جارہے تھے۔ یہ بھی حکمت رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہے۔ یہ حکمت بھی صحیح اور درست ہے ایک حکم میں دو حکمتیں جمع ہوسکتی ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ جس کے جنازے میں فرشتے ساتھ نہیں جارہے وہاں حکمت نفس والی ہوگی۔ اور جس جنازے میں ساتھ فرشتے جارہے ہیں وہاں نفس اور جان والی حکمت اور ساتھ فرشتوں کے چلنے والی دونوں حکمتیں اکٹھی ہوگئیں۔ بہرحال پہلے رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل تھا۔ صحابی فرماتے ہیں:

«قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلْجَنَازَۃِ فَقُمْنَا. ثُمَّ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَجَلَسْنَا». ❷

---

❶ صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب من قام لجنازۃ یھودی' حدیث: ۱۳۱۳' مسلم' حدیث: ۹۶۱.

❷ مسند احمد' مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ' حدیث: ۱۰۹۷' صحیح مسلم' حدیث: ۹۶۲' ترمذی' حدیث: ۱۰۴۴

رسول اللہ ﷺ جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر رسول اللہ بیٹھے رہتے تھے ہم بھی پھر بیٹھے رہتے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے جب جنازہ گزر جاتا پھر ہم بیٹھ جاتے۔ یہ مطلب نہیں کہ جب کوئی جنازہ گزرتا تھا تو بالکل ہی کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ کھڑے ہو جاتے تھے' جنازہ گزرنے کے بعد بیٹھتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کا خیال صحیح نہیں' کیونکہ دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے کوئی جنازہ گزرتا تھا' تو آپ ﷺ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ».[1]

پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھے رہتے تھے اور ہم کو بھی بیٹھنے کا حکم دے دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے پہلا قانون (جنازے کے گزرنے پر کھڑے ہونے کا) وہ منسوخ ہو چکا ہے رسول اللہ ﷺ نے حکم تبدیل کر دیا ہے۔ اب یہی قانون ہے کہ جنازہ گزرنے سے آدمی اپنی جگہ پر ہی بیٹھا رہے تو گناہ گار نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے رہتے تھے اور آپ ﷺ نے بیٹھنے کا حکم بھی صادر فرما دیا ہے۔

محدث دوران' فقیہ زمان علامہ البانی احکام الجنائز میں فرماتے ہیں جنازے کی خاطر کھڑے ہونے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔[2]

جنازے کے ساتھ چلنے کا ثواب:

جنازے کے ساتھ چلنے کے دو مرتبے ہیں ایک یہ ہے کہ جنازے کے

---

[1] ابو داود' کتاب الجنائز' باب القیام للجنازۃ' حدیث: ٣١٧٥

[2] احکام الجنائز للألبانی: ص ١٠٠

ساتھ چلنا۔نماز جنازہ پڑھ کر پھر قبر پر بھی ساتھ جانا دفنانے تک وہیں ٹھہرنا اور ایک مرتبہ یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجانا' قبر پر نہ جانا۔ یہ دونوں مرتبے درست اور جائز ہیں۔جس کی بھی کسی کو توفیق اور ہمت ہے اس پر عمل کر لے البتہ پہلا مرتبہ دفنانے تک ساتھ رہنے والا افضل اور اعلیٰ ہے اس میں اجر اور ثواب زیادہ ہے۔اور اگر نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے گا تو پھر بھی ٹھیک ہے مجرم اور گناہ گار نہیں ہوگا لیکن اجر اس کو پہلے والے مرتبہ سے آدھا ملے گا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جنازے کے ساتھ چلتا ہے نماز جنازہ پڑھتا ہے پھر دفنانے میں بھی شریک ہوتا ہے۔اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔اور جو جنازے کے ساتھ گیا نماز جنازہ پڑھ کر واپس آگیا ہے دفن میں شامل نہیں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ [1] پہلے سے آدھا۔صحابہ کرام نے پوچھا: «مَا الْقِيرَاطُ». قیراط کیا چیز ہے؟ سوال کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ قیراط تو نصف دانق کو کہتے ہیں' دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ درہم کا ۱/۶ اور اس کا آدھا درہم کا بارہواں حصہ ہوا۔جبکہ درہم تین ماشے اور کچھ چاندی ہوتا ہے۔اس کا بارہواں حصہ بالکل معمولی سی چیز ہوئی۔ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«مَا مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ».

''جتنے بھی اللہ کے نبی گزرے ہیں' سب نے بکریاں چرائی ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: «وَأَنْتَ» ''اے اللہ کے پیغمبر! آپ بھی بکریاں چراتے رہے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَى الْغَنَمَ لِأَهْلِ مَكَّةَ عَلَى

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' حدیث: ۱۳۲۵

قَرَارِيطَ». ❶

''میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چراتا رہا ہوں۔''

قیراط ایک معمولی سی چیز ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام نے پوچھ لیا کہ اس موقع پر قیراط کا کیا معنی ہے۔ «مَا الْقِيرَاطُ». رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْقِيرَاطُ مِثْلُ الْجَبَلِ». ❷

ایک قیراط ایک پہاڑ ہے دو قیراط دو پہاڑ۔ یہاں درہم کا بارہواں حصہ مراد نہیں۔ جنازے والی اس حدیث میں قیراط سے مراد پہاڑ ہے۔ بعض روایات میں اُحد پہاڑ کا ذکر بھی آیا ہے۔ ❸ اُحد پہاڑ کے دو مثل اجر ملے گا' جو نماز جنازہ بھی پڑھے اور دفنانے میں شامل بھی ہو اور جو صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے' اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ آدھے اجر سے محروم ہو گیا۔ صحیح مسلم میں ہے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچی تو فرمانے لگے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ «أَكْثَرَ أَبُوهُرَيْرَةَ». ❹ بڑی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ (اور یہ حقیقت ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جتنی احادیث امت تک پہنچیں ہیں اتنی احادیث کسی اور صحابی کے ذریعے نہیں پہنچیں۔) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کرنا چاہی۔ «فَأَرْسَلَ خَبَاباً إِلَى عَائِشَه». خباب رضی اللہ عنہ کو ام المومنین عائشہ کی طرف بھیجا۔ کہ ان سے پوچھیں جو فرمان رسول اللہ ﷺ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کیا یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے؟ خباب رضی اللہ عنہ ام المومنین

---

❶ صحيح بخاري' كتاب الإجارة' باب رعى الغنم على قراريط' حديث: ۲۲۶۲۔

❷ صحيح بخاري' كتاب الجنائز' حديث: ۱۳۲۵

❸ ايضاً

❹ صحيح مسلم' كتاب الجنائز' باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها' حديث: ۹۴۵

عائشہ صدیقہ کے پاس گئے اور پوچھا کا ابو ہریرہ نبی ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے؟ (اس سے عائشہ صدیقہ کا علمی مقام واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی طرف رجوع کر رہے ہیں خاص طور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے صحابی ان سے تصدیق کرا رہے ہیں اور اب جاہل قسم کے لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا پر نکتہ چینی کر رہے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے اوپر ہی نکتہ چینی کر رہے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں) اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خباب رضی اللہ عنہ کو بتایا: نعم ہاں! یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی فرمان ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح فرما رہے ہیں۔ خباب رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید اور تصدیق سے باخبر کیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

«لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ». [1]

ہم کو اس کا علم نہیں تھا ہم تو بہت سارے قیراط سے محروم ہو گئے ہیں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود پہنچ گئے اور کہنے لگے: میرے ساتھ آؤ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تصدیق کریں۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔ [2] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جو آپ کہتے ہیں: کہ ابو ہریرہ بڑی حدیثیں بیان کرتا ہے تو اس کا سبب بھی آپ سن لیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مہاجر صحابہ اپنی تجارت میں مشغول رہتے تھے اور انصار صحابہ کے باغ اور زمینیں تھیں۔ وہ زمینوں میں کاشت کاری کرتے تھے۔ میری نہ زمین تھی اور نہ کوئی تجارت تھی۔ دن رات رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا۔ رسول اللہ

﴿1﴾ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، حديث: ٩٤٥

﴿2﴾ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، حديث: ٩٤٥

ﷺ مجھے کھانا دے دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جو بیان کرتے تھے میں وہ یاد کر لیتا تھا' اس وجہ سے مجھے حدیثیں زیادہ یاد ہیں اور میں زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ [1] اپنی طرف سے بیان کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ آج کل اس قسم کے لوگ ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کی تنقید کرتے ہیں' مقصد ان کا یہ ہے کہ جب ان پر تنقید ہوگی تو پھر سارا دین بکھر جائے گا دین قابل عمل ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ زیادہ حدیثیں ان ہی سے مروی ہیں اور ہم اپنے الحاد اور بے دینی والے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس قسم کے لوگوں کی زبانوں کو بند کر گئے ہیں۔ ان کا ناطقہ انہوں نے بند کر دیا کہ میں حدیثیں اپنی طرف سے نہیں بناتا بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں۔ نبی ﷺ کی طرف کوئی بات بنا کر منسوب کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ». [2]

''جو شخص میری طرف وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہیں فرمائی۔ تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم اور دوزخ میں بنا لے۔''

ایسا کر کے آدمی اپنا پیٹ تو بھر سکتا ہے پلاؤ' بریانی' گوشت تو کھا لے گا' لیکن سمجھ اس وقت آئے گی جب جہنم رسید ہوگا۔

بہر حال جنازہ کے ساتھ چلنا اور نماز جنازہ پڑھنا پھر میت کو دفنانے تک ساتھ رہنے میں اجر اور ثواب بہت زیادہ ہے۔ دو قیراط ثواب ملتا ہے۔ کوشش کیا کرو کہ میت کو دفنانے تک ساتھ ٹھہرو۔ البتہ نماز جنازہ پڑھ کر بھی واپس آ سکتے ہو۔ اس کی گنجائش ہے۔ جو گنجائش شریعت دے اس کو کوئی ختم تو نہیں کر سکتا۔ ابو

---

[1] صحيح بخاري، كتاب المزارعة، باب ما جاء في الغرس، حديث: ٢٣٥٠

[2] صحيح بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي، حديث: 109

ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا:

«مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ صَائِمًا».

تم میں سے کون ہے جس نے آج روزہ رکھا ہے؟ (نفلی روزے کی بات تھی)

«قَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَنَا». ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج روزہ رکھا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوسرا سوال کیا:

((مَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا».

تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟

پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: «أَنَا» میں نے آج مریض کی عیادت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تیسرا سوال کیا:

«مَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟ قَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَنَا».

''آج تم میں سے کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج جنازے میں بھی شامل ہوا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا سوال کیا:

«مَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟ قَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَنَا».

تم میں سے کون ہے جس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟ (امیروں کو کھانا کھلانے والے سبھی ہوتے ہیں' لیکن مسکینوں کو کھلانے والے خال خال ہوتے ہیں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج مسکین کو بھی کھانا کھلایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا اجْتَمَعَ هٰذِهِ الْخَلَالُ فِيْ يَوْمٍ فِيْ رَجُلٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ».

''ایک دن میں یہ چار نیکیاں جس آدمی میں جمع ہو جائیں وہ

جنت میں داخل ہوگا۔"[1]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جنت کی بشارت سنا دی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ چار نیکیاں ایک دن میں کسی میں اکٹھی ہو جائیں تو یہ بڑی فضیلت ہے۔ لہذا کوشش کرو۔ ان نیکیوں کو حاصل کیا جائے ان نیکیوں کے علاوہ دوسری نیکیاں بھی ہیں، ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾[2] خیرات جمع کا لفظ اللہ تعالیٰ نے بولا۔ فرمایا جتنی بھی نیکیاں ہیں ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مسابقۃ (ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنا) بہت زیادہ تھا۔

تو گذارش میں یہ کر رہا تھا نماز جنازہ میں شامل ہونا اور پھر میت کو دفنا کر واپس آنا اجر اور ثواب والا کام ہے۔ دو احد پہاڑ جتنا اجر اور ثواب ہے۔ اور اگر نماز جنازہ پڑھ کر واپس آئے گا تو اس کو ایک احد پہاڑ کا ثواب ملے گا، آدھے ثواب سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب من جمع الصدقة وأعمال البر، حدیث:۱۰۲۸

[2] سورة البقرة، آیت: ۱۴۸

خطبہ نمبر:۱۲

نمازیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی میت کو اتنا زیادہ فائدہ ہوگا

صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: آپ ﷺ فرماتے ہیں: جو مسلم فوت ہو جائے اور اس کی نماز جنازہ میں اہل اسلام کی ایک امت شریک ہو جو سو ۱۰۰ تک پہنچے ہوں' یعنی سو ۱۰۰ مسلم جس کے نماز جنازہ میں شریک ہوں تو ان کی سفارش اس فوت ہونے والے کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔ [1] سفارش قبول ہوگئی تو پھر اس کی لغزشیں اور خطائیں معاف ہوگئیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز جنازہ میں اہل اسلام کی تعداد جتنی زیادہ ہو میت کیلئے اس کا فائدہ ہے سو ۱۰۰ کے متعلق تو رسول اللہ ﷺ سفارش کے قبول ہونے کا ذکر فرما رہے ہیں اور اگر سو ۱۰۰ سے زیادہ ہو ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ ہو پھر تو بطریق اولیٰ ان کی سفارش قبول ہوگی اور میت کو بخش دیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ہی ایک اور حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو مسلم فوت ہوگیا اور اس کی نماز جنازہ میں چالیس افراد شریک ہوں۔ «لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا». جو توحید والے ہوں' شرک ان میں نہ ہو' تو پھر ان چالیس افراد کی سفارش قبول کر لی جاتی ہے اور مسلم میت کو بخش دیا جاتا ہے۔ [2]

﴿۱﴾ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه مائة شفعوا فيه، حديث: ۹۴۷

﴿۲﴾ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفعوا فيه، حديث: ۹۴۸.

اس سے بھی کم تعداد کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں ہے نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس میت کی تعریف کی کہ یہ اچھا اور نیک صالح انسان تھا۔ «أَثْنَوْا عَلَيْهِ خَيْرًا». رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَجَبَتْ». واجب ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی کہ یہ اچھا آدمی نہیں تھا برا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَجَبَتْ». واجب ہوگئی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا' پہلے جنازہ کے متعلق بھی آپ نے فرمایا: «وَجَبَتْ». اور دوسرے کے متعلق بھی فرمایا: «وَجَبَتْ وَمَا جَبَتْ». کون سی چیز واجب ہوگئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔پہلی میت کی آپ نے تعریف کی تو میں نے کہا: واجب ہوگئی' تو مقصد یہ تھا جنت واجب ہوگئی اور دوسرے کے متعلق بھی میں نے کہا تھا: «وَجَبَتْ». آپ نے چونکہ اس کی مذمت کی تھی تو مقصد یہ تھا جہنم واجب ہوگئی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ». ❶

''آپ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔''

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ❷

''فرمایا تمہیں امت وسط بنایا ہے' عدالت والی امت بنا دیا ہے' خیر امت بنا دیا۔ تاکہ تم لوگوں کے گواہ بن جاؤ اور رسول کریم

---

❶ صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب ثناء الناس علی المیت' حدیث: ۱۳۶۸

❷ سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۴۳

ﷺ تم پر گواہ بن جائیں۔"

ایک حدیث میں ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلم کے حق میں چار مسلم گواہی دیں کہ فوت ہونے والا نیک اور صالح ہے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جس کے حق میں تین گواہی دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین گواہی دے دیں' پھر بھی بخش دیا جائے گا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر دو گواہی دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو بھی گواہی دے دیں پھر بھی بخش دیا جائے گا۔ صحابی فرماتے ہیں: «وَلَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ». (۱) ہم نے ایک گواہ کے متعلق سوال ہی نہ کیا۔ بہر حال ان تمام احادیث کو ملائیں تو پتہ چلتا ہے' دو سے لے کر سو۱۰۰ تک کی تعداد حدیثوں میں آئی ہے اور جتنے زیادہ ہوں گے فائدہ ہی ہوگا۔ میت کو بخش دیا جائے گا۔

نماز جنازہ میں صفیں طاق ہونا ضروری نہیں:

رسول اللہ کا فرمان ہے: کوئی مسلم فوت ہو جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تین صفیں ہو جائیں' تو اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ (۲) اس حدیث کو بیان کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے صحابی مالک بن ھبیرۃ جب کسی جنازہ میں دیکھتے کہ آدمی زیادہ ہیں پھر صفوں کی تعداد کی کوئی پرواہ نہ کرتے' یعنی جب صفیں زیادہ ہوتیں پھر صفوں کی تعداد کی پرواہ نہ کرتے اور جب آدمی تھوڑے ہوتے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ان کی تین صفیں بنا لیتے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مصداق بن جائیں۔ (۳) یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ طاق صفیں

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب ثناء الناس علی المیت' حدیث: ۱۳۶۸

(۲) ترمذی' کتاب الجنائز' باب ماجآء فی الصلاۃ علی الجنازہ والشفاعۃ للمیت' حدیث: ۱۰۲۸

(۳) ایضاً

بنانے والا مسئلہ نہ کسی آیت میں آیا ہے نہ کسی حدیث میں۔ صفیں طاق بن جائیں جفت بن جائیں ٹھیک ہیں' البتہ تین صفوں کی بات ہے تین اور طاق میں فرق ہے۔ تین طاق ہے لیکن ہر طاق تین نہیں ہوتا۔ نو ۹ بھی طاق ہے لیکن تین نہیں۔

گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ نماز جنازہ پر جتنے افراد زیادہ ہوں گے اتنا ہی میت کیلئے فائدہ زیادہ ہوگا۔ گواہوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔

نماز جنازہ میں ایک مقتدی ہو تو؟

ابو طلحہ نبی ﷺ کے بہت ہی اچھے اور نیک صحابی تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ام سلیم کے خاوند ہیں۔ ان کا بچہ عمیر بن ابی طلحہ فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جنازے کیلئے انہوں نے بلایا۔ جنازے پر صرف دو ہی مرد تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ۔ یا پھر ام سلیم تھی۔ نبی ﷺ آگے کھڑے ہو گئے اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور ام سلیم کو ابو طلحہ کے پیچھے دوسری صف میں کھڑا کیا۔ اس طریقے سے نبی ﷺ نے عمیر بن ابی طلحہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [1]۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ عام جو قاعدہ ہے کہ جب نمازی دو ہوں' تو مقتدی امام کی دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے' یہ قاعدہ نماز جنازہ میں نہیں چلے گا۔ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی' جابر رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کیا بعد میں ایک اور آدمی آ گیا رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کو پیچھے کر دیا۔ عام قانون یہ ہے لیکن نماز جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا' بلکہ ابو طلحہ کو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑا کیا ہے۔

میت کی نماز جنازہ کون پڑھائے:

عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ میت کے وارث میت کی نماز جنازہ پڑھائیں اگر وہ نہیں پڑھا سکتے تو پھر جس کو میت کے وارث کہیں گے وہ پڑھائے۔ اکثر یہ اصول چلتا ہے' لیکن نماز جنازہ میں یہ اصول نہیں۔ حسن بن علی

{1} مستدرک حاکم' (۱/۳۶۵)

رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو ان کے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو کہا: آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ یا جس علاقہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے ہیں وہاں کے امیر تھے۔ وقت کے امیر کو حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانے کیلئے کہا اور پھر فرمایا: اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوتی تو میں نے آپ کو کبھی نہیں کہنا تھا' کہ آپ میرے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائیں' میں صرف آپ کو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [1] چنانچہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صغار صحابہ میں شامل ہوتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ان کی عمر نو سال تھی بہت نیک اور صالح انسان تھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جن چار آدمیوں کی ذمہ داری لگائی تھی کہ وہ قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کریں ان میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے' قرآن مجید کے کاتب تھے۔ بہرحال حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امیر نماز جنازہ کے فرائض سر انجام دے۔ یہ اس کا حق ہے یا پھر امیر کسی کو مقرر کر دے اجازت دے دے۔ ایک دفعہ بہت سارے جنازے اکٹھے ہو گئے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' جبکہ ان دنوں امیر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے سے زیادہ نیک اور صالح سمجھتے ہوئے ان کو اجازت دی تھی اور خود سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ [2] ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے دنوں میں اجازت دے دی تھی' امام مقرر کر دیا تھا۔ ترمذی

---

[1] مستدرک حاکم (۳/۱۷۱)

[2] سنن نسائی' کتاب الجنائز' باب اجتماع جنائز الرجال والنساء' حدیث: ۱۹۵۲.

شریف میں ہے کہ ان دنوں نبی ﷺ نے نمازیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا کیں۔ (۱) بہرحال نماز جنازہ میں اصول یہ ہے کہ امیر نماز جنازہ پڑھائے یا پھر جس کو امیر اجازت دے اور اگر امیر کسی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا اور نہ ہی اس کا کوئی نائب پہنچا ہے۔ یا جس طرح اب حالات ہیں کہ امراء بدو قسم کے ہیں جن کو نماز جنازہ آتا ہی نہیں۔ تو ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل ہوگا جو صحیح مسلم میں آتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«يَؤُمُّ الْقَومَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ. فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا» (۲)

جس کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہے وہ قوم کی امامت کرائے، اگر قراءت میں سب برابر ہیں تو پھر وہ امامت کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اگر سنت کے علم میں سب برابر ہیں تو پھر جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہے وہ امامت کرائے۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہیں اکھٹی ہجرت کی ہے تو پھر ان میں سے جس نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا تھا وہ امامت کروائے۔

اس ترتیب سے امامت کروائی جائے گی، یہ امامت کا اصول ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں: جو میت کا زیادہ قریبی ہے اس کا حق ہے کہ وہ نماز جنازہ پڑھائے اور استدلال انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے کیا ہے۔

(۱) جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، حدیث: ۳۶۲.

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة، حدیث: ۶۷۳. ترمذی، حدیث: ۲۳۵. نسائی، حدیث: ۷۷۲. ابو داود، حدیث: ۵۸۲. ابن ماجة، حدیث: ۹۸۰

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ﴾ [1]

''رشتے دار بعض بعض کے زیادہ قریب ہیں۔''

کوئی زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا ہے اور کوئی بعیدی رشتہ دار ہوتا ہے۔ جو میت کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے اس کا حق ہے کہ وہ نماز جنازہ پڑھائے۔

حالانکہ اس آیت کریمہ میں نہ نماز جنازہ کی بات ہے اور نہ دوسری نماز کی بات ہے۔ مسئلہ تو اس آیت میں میراث کا بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشتے داروں کے مراتب میں فرق ہے۔ میت کے باپ دادا اور پڑ دادا میں سے ہر ایک کا تعلق میت کے ساتھ یکساں تو نہیں۔ باپ کا تعلق قریبی ہے بلاواسطہ اور دادے کا تعلق ایک واسطے سے ہے اور پڑدادے کا دو واسطے سے۔ باپ کی موجودگی میں دادا پر دادا وارث نہیں ہوں گے۔ اسی طرح میت کا بیٹا ہے پوتا ہے پڑ پوتا ہے۔ بیٹے کا تعلق میت کے ساتھ قریبی ہے، پوتے میں ایک واسطہ آ گیا پڑ پوتے میں دو واسطے آ گئے۔ بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور پڑ پوتا وارث نہیں بنیں گے۔ اصل بات تو اس آیت میں یہ ہو رہی ہے۔ اس آیت کو نماز جنازہ میں یا کسی اور نماز میں لگا دے تو یہی کہا جائے گا کہ کلمات کو ان کی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پر رکھ دیا گیا ہے۔ ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ [2] کا ایک نمونہ اور مصداق بن جائے گا۔

جبکہ نماز جنازہ کے متعلق حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوتی تو سعید بن عاص رضی اللہ عنہ میرے بھائی کا نماز جنازہ نہ پڑھاتے۔ لہٰذا سنت کو اپنانا چاہیے اور اپنے بنائے ہوئے طریقے چھوڑ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔

---

(۱) سورۃ الأنفال' آیت: ۷۵

(۲) سورۃ النساء' آیت: ۸۶

خطبہ نمبر: ۱۳

نماز جنازہ میں امامت کے آداب

نماز جنازہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث سماعت فرما رہے ہو۔صفوں کی بات آپ تفصیل سے سماعت فرما چکے ہیں امامت کے فرائض کے متعلق بھی بات ہو چکی ہے۔

امام مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو:

اگر جنازہ مرد کا ہے تو امام سر کے برابر کھڑا ہوگا اور اگر جنازہ عورت کا ہے تو پھر درمیان میں کھڑا ہوگا۔ابوداؤد میں اور بھی کئی حدیث کی کتب میں موجود ہے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کا جنازہ پڑھایا' سر کے برابر کھڑے ہوئے پھر ایک عورت کا جنازہ پڑھایا تو اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد علاء بن زیاد عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جس طرح آپ کھڑے ہوئے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کھڑے ہوتے تھے؟ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔آپ ﷺ مرد کے جنازے میں سر کے برابر کھڑے ہوتے تھے' عورت کے جنازے میں درمیان میں کھڑے ہوتے تھے۔علاء بن زیاد عدوی نے یہ بات سن کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: «قَالَ احْفَظُوا»۔[1] یہ بات یاد رکھ لو۔کئی لوگ یہ بات بناتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ عورت کے

---

[1] ترمذی' کتاب الجنائز' باب ما جآء این یقوم الإمام من الرجل والمرأة' حدیث: ۱۰۳۴. ابوداود' حدیث: ۳۱۹۴. ابن ماجة' حدیث: ۱۴۹۴

جنازے میں درمیان میں اس لیے کھڑے ہوتے تھے کہ اس وقت چارپائی پر کپڑا نہیں ڈالا جاتا تھا۔ درمیان میں کھڑے ہو جاتے تاکہ پردہ ہو جائے اور پچھلے دیکھ نہ لیں۔ یہ بات نہ عقل کی ہے اور نہ نقل کی ہے۔ کیا میت پر کفن بھی نہیں ہوتا تھا۔ پردہ کفن سے بھی ہو جاتا ہے۔ اگر پردے کی بات ہے تو پھر درمیان میں کھڑے ہونے سے سر والی جانب ننگی ہوگئی پردہ تو پھر بھی نہ ہوا۔ کوئی سمجھ نہیں آتی لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ پھر انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں لفظ موجود ہیں کہ عورت کی جنازے والی چارپائی منعوشۃ تھی۔ منعوشہ مُردوں والی چارپائی کو کہا جاتا ہے جس کو بند کرنے کیلئے اوپر لکڑی بھی لگی ہوتی ہے۔ پھر انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس لیے درمیان میں کھڑا ہوا ہوں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں کھڑے ہوتے تھے۔ یہ نہیں انہوں نے فرمایا کہ پردہ کرنے کیلئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ بخاری میں حدیث ہے ایک عورت بچہ کو جنتے وقت فوت ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ «فَقَامَ وَسْطَهَا»[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ عورت کا جنازہ ہو تو اس کے درمیان میں کھڑا ہوا جائے' مرد کا جنازہ ہو تو سر کے برابر کھڑا ہوا جائے۔ یہاں کئی مرتبہ اتفاق ہوا ہے کہ جب سر کے سامنے کھڑے ہوں تو لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں' مولوی صاحب ذرا ادھر ہو جائیں۔ پتہ خود کو نہیں ہوتا تنقید دوسروں پر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں میت کے سینے کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ اس کی دلیل' کوئی آیت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں پیش کی جاتی۔ بلکہ کہا جاتا ہے: سینے میں دل ہوتا ہے اور دل میں ایمان ہے۔ لہٰذا اس کے سینے کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ غور کرو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب الصلاۃ علی النفساء إذا ماتت فی نفاسها' حدیث: ۱۳۳۱. مسلم' حدیث: ۹۶۴. ابوداود' حدیث: ۳۱۹۵. نسائی' حدیث: ۱۹۷۹. ابن ماجہ' حدیث: ۱۴۹۳

علم نہیں تھا کہ دل سینے میں ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ تو مرد کے جنازے میں سر کے برابر اور عورت کے جنازے میں پیٹ کے برابر کھڑے ہوتے تھے۔ یہ باتیں تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو لقمے دینے والی ہیں' اللہ تعالیٰ نے وحی تو رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہے۔ دوسرے تیسرے پر نازل نہیں کی ہے۔ یہ ٹھیک ہے دل سینے میں ہے لیکن ایمان دل میں بھی ہے۔ سارے بدن میں بھی ہے' ہاتھوں میں بھی ہے' پاؤں میں بھی ہے' سارے بدن میں ہے' ایمان کی کچھ چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ چیزیں سارے بدن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ یہ لوگ مونہوں سے ایمان لائے ہیں دل سے ایمان نہیں لائے۔ پتہ چلا کہ ایمان کا تعلق منہ سے بھی ہے' دل سے بھی ہے' صرف دل کا ایمان بھی کام نہیں دے گا اور صرف منہ کا ایمان بھی کام نہیں دے گا۔ منہ کا ایمان بھی ہو۔ دل کا ایمان بھی ہو سارے بدن کا ایمان ہو پھر وہ مؤمن ہے اور کامیاب ہے۔ جب ایمان سارے بدن میں ہے تو پھر امام میت کے کہاں کھڑا ہو؟ وہاں کھڑا ہوگا جہاں نبی ﷺ کھڑے ہوئے ہیں' جب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ آجائے قرآن مجید کی آیت آجائے تو پھر وہاں ایسی باتیں بنانے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان سنایا۔ ایک آدمی نے کوئی عقلی بات بنا کر پیش کر دی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

«يَا أَخِي إِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيثَ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَضْرِبْ لَهُ مَثَلًا». [1]

''اے میرے بھائی! جب تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنے تو

[1] ترمذی' کتاب الطهارة' باب ماجآء فی الوضوء مما غيرت النار' حدیث: ۷۹

پھر ایسی باتیں نہ بنایا کرو۔"

مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر عمل کرو یہ اہلحدیث اور اہلسنت کا مطلب ہے اور جو سنت اور حدیث کا مذاق اڑائے اور دعویٰ کرے کہ اہلسنت اور اہلحدیث صرف میں ہی ہوں اور ساری دنیا اہلسنت نہیں۔تو یہ کیسا اہلسنت ہے اور کیسا دعویٰ ہے۔

نماز جنازہ:

نماز جنازہ میں نبی کریم ﷺ سے چار تکبیروں سے لے کر نو ۹ تکبیروں تک ثابت ہیں۔چار کہہ لو، پانچ کہہ لو، چھ، سات، آٹھ، نو تکبیریں کہہ لو، ٹھیک ہیں جائز ہیں۔حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے چچا جب شہید ہو گئے، تو آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ میں نو ۹ تکبیریں کہیں۔[1] پتہ چلا کہ آدمی نو ۹ تک تکبیریں کہہ سکتا ہے۔

تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین:

تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین بھی کرنا ہے۔کچھ اہل علم فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا تو حدیث میں موجود ہے۔لیکن بعد والی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا ثابت نہیں اور نہ ہمیں کسی حدیث کی کتاب میں ملا ہے۔ٹھیک ہے ہر آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے علم کی بات کرے۔اگر ان کو نہیں ملا تو کوئی بات نہیں ایسے عالم بھی موجود ہیں جن کو مل گیا ہے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں: تکبیرات جنازہ میں رفع الیدین کرنے والی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیرات جنازہ میں رفع الیدین کرتے تھے اور ہاتھ اٹھاتے تھے۔لیکن یہ روایت کمزور ہے۔فرماتے ہیں مجھے صحیح سند سے نہیں ملی۔یہ بزرگ بھی اپنے علم کی بات کرتے ہیں ٹھیک ہے ان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے علم کی بات کریں

---

[1] شرح معاني الآثار (۱/۲۹۰). أحكام الجنائز (ص ۱۰۶)

اگر ان کو صحیح سند والی روایت نہیں ملی تو کوئی بات نہیں۔ لیکن جن بزرگوں کو صحیح سند والی روایت مل گئی ہے اور وہ اس کو پیش بھی کرتے ہیں ان کی بات تسلیم کرنا چاہیے۔ جن کو تکبیرات نماز جنازہ میں رفع الیدین کرنے والی صحیح سند کے ساتھ روایت مل گئی ہے ان کا نام ہے عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ قریب ہی کے دور میں فوت ہوئے ہیں بہت بڑے عالم تھے۔ وہ فرماتے ہیں: امام دارقطنی کی کتاب ہے کتاب العلل اس میں حدیث موجود ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیرات جنازہ میں رفع الیدین کرتے تھے۔ [1] ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک راوی ہے عمر بن شبہ۔ وہ منفرد ہے اکیلا یہ بات بیان کرتا ہے دوسرا کوئی نہیں بیان کرتا۔ لیکن یہ کوئی اعتراض نہیں۔ علمی دنیا میں یہ اعتراض پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث میں کئی راوی اکیلے ہیں «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» [2] یہ بخاری کی پہلی حدیث ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو بیان کرنے والے عمر بن خطاب اکیلے ہیں۔ پھر ان سے بیان کرنے والے ان کے شاگرد علقمہ بن وقاص لیثی اکیلے ہیں۔ پھر علقمہ بن وقاص لیثی سے نیچے محمد بن ابراہیم اکیلے بیان کرتے ہیں اور کوئی نہیں بیان کرتا۔ محمد بن ابراہیم کے نیچے یحییٰ بن سعید انصاری اکیلے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں بیان کرتا۔ یہاں چار طبقوں میں اکیلے راوی بیان کر رہے ہیں اور صحیح حدیث ہے صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے۔ پھر یحییٰ ابن سعید سے بیان کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ امام مالک، امام سفیان ابن عیینہ اور بہت ساری دنیا ان سے یہ حدیث بیان کرتی ہے۔ یحییٰ بن سعید کے نیچے یہ روایت تواتر تک پہنچتی ہے۔ ان سے اوپر ایک

---

(1) کتاب العلل للدارقطنی

(2) صحیح بخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۱

ایک ہی راوی بیان کرتے ہیں۔حدیث صحیح ترین ہے۔اسی طرح صحیح بخاری کی آخری حدیث جس کو ابو ہریرہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔«سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ». [1] یہ حدیث بھی صحیح حدیث ہے اس کو بیان کرنے والے اکیلے اکیلے راوی ہیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے ابو زرعۃ اکیلے ہیں۔ابو زرعۃ سے نیچے عمارۃ بن قعقاع اکیلے بیان کرتے ہیں ان سے محمد بن فضیل بن غزوان اکیلے بیان کرتے ہیں۔یہاں بھی چار جگہوں پر اکیلے اکیلے بیان کرنے والے ہیں اور حدیث بھی صحیح ہے۔اس واسطے تکبیرات نماز جنازہ کو اگر عمر بن شبہ اکیلے بیان کررہے ہیں تو یہ کوئی عیب والی بات نہیں۔ راوی ثقہ ہے۔محدثین نے اصول بنادیا ہے۔

«زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ مَّا لَمْ تَقَعْ مُنَافِيَةً لِّمَا هُوَ أَوْثَقُ». [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن حدیث اور اس کے راویوں کے متعلق بات کر کے بعد میں فرمایا۔

«وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا مَقْبُولَةٌ مَّا لَمْ تَقَعْ مُنَافِيَةً لِّمَا هُوَ أَوْثَقُ».

حدیث حسن اور حدیث صحیح کا اکیلا راوی کوئی بات بیان کرے تو وہ قبول کی جائے گی اس کو رد نہیں کیا جائے گا۔بشرطیکہ وہ اوثق کے خلاف منافی نہ ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اکیلے اکیلے مبعوث نہیں کیے؟ ایک ہی وقت میں دو چار نبی علیہم لسلام بالکل قلیل ہیں۔زیادہ نبی علیہم السلام اکیلے اکیلے ہی آئے ہیں۔اور اگر اکیلے کی بات مقبول نہ ہو تو پھر سارا دین اسلام ضائع ہو جاتا ہے۔رسول کریم ﷺ مختلف علاقوں میں امیر بنا کر بھیجتے تو اکیلے اکیلے بھیجتے۔دو تین اکھٹے آپ ﷺ نے کم ہی بھیجے ہیں۔اکیلے اکیلے کو ہی بھیجتے۔وہ ان کو

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى ونفع الموازين القسط، حدیث: ۷۵۶۳

[2] شرح نخبة الفكر

قرآن مجید سناتے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت بھی سناتے۔ اگر اکیلے کی بات حجت نہ ہوتی پھر ان کی بات کوئی بھی تسلیم نہ کرتا۔ یہ بات ہی خواہ مخواہ اور بے بنیاد ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو مکا مارا وہ ختم ہوگیا۔ فرعونیوں نے مشورے کیے۔ ایک آدمی شہر کے دور سے آیا اس نے کہا۔

﴿يٰمُوسٰى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ﴾ [1]

''موسیٰ! فرعون اور قبطی مشورے کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں آپ شہر چھوڑ دیں میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں۔''

موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک آدمی ہی آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس ایک آدمی کی بات کو فوراً قبول کیا ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ﴾ [2] موسیٰ نے مصر کو چھوڑ دیا۔ اگر ایک آدمی سچا ہو تو اس کی بات کو صحیح سمجھا جائے گا۔ یہ تو پھر مرد ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی۔

﴿جَاءَتْ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [3]

واقعہ مشہور و معروف ہے۔ دو عورتیں پانی کی جگہ پر الگ بیٹھی تھیں۔ پانی نہیں پلا رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان میں سے ایک عورت آئی۔ باحیاء طریقے سے چلتی ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگی میرے ابا جان آپ کو بلاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس ایک

(۱) سورۃ القصص' آیت: ۲۰

(۲) سورۃ القصص' آیت: ۲۱

(۳) سورۃ القصص' آیت: ۲۵

عورت کی خبر سن کر اس عورت کے باپ کے پاس آ گئے۔تو ان کا باپ کہنے لگا آپ گھبرائیں نہیں آپ ظالم قوم سے بچ گئے ہیں۔موسیٰ علیہ السلام ایک عورت کی بات پر آ گئے عورت کو پہلے جانتے بھی نہیں تھے صرف بکریوں کو پانی ہی پلایا تھا۔ تو عورت ایک بھی ہو سچی ہو اس کی خبر کو بھی قبول کیا جائے گا۔تو تکبیرات نماز جنازہ کو بیان کرنے والا عمر بن شبہ ثقہ راوی ہے۔اس کی بات کو کیوں نہیں قبول کیا جائے گا؟ کیا اس لیے قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف آ رہی ہے۔ یہ کوئی عدل نہیں ہے انصاف نہیں۔تکبیرات نماز جنازہ میں رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے حدیث کتاب العلل دار قطنی میں موجود ہے۔ابن باز نے فتح الباری کے حاشیہ میں بھی درج فرمائی ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

---

(۱) فتح الباری

خطبہ نمبر:۱۴

نماز جنازہ کی نیت

نماز جنازہ کا بیان ہو رہا ہے۔آپ یہ سماعت فرما چکے ہیں کہ نماز جنازہ میں تکبیرات چار سے لے کر نو تک رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔اور یہ بات بھی سن چکے ہو کہ رسول اللہ ﷺ تکبیرات نماز جنازہ میں رفع الیدین کرتے تھے۔

عام طور پر نماز جنازہ کے آغاز میں نیت بتائی جاتی ہے' کہ:

''چار تکبیر نماز جنازہ' فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے' درود واسطے نبی کریم ﷺ کے اور دعا واسطے حاضر میت کے۔''

نماز جنازہ سے پہلے یہ اعلان کرنا یا زبان سے نیت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔عام نمازوں کے شروع میں بھی لوگوں نے نیت کے الفاظ بنائے ہوئے ہیں وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔روزہ رکھنے کے وقت بھی زبان سے نیت کرتے ہیں:

«وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ».

یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔نیت جہاں بھی کرنا ہے خواہ نماز جنازہ کے شروع میں ہے خواہ عام نماز کی نیت ہے۔خواہ روزے کی نیت ہے خواہ صدقہ زکوٰۃ کی نیت ہے کسی بھی نیکی کی نیت ہے وہ دل سے ہوتی ہے۔زبان سے نہیں ہوتی اور نہ ہاتھ پاؤں سے ہوتی ہے نیت کا تعلق دل سے ہے۔عربی زبان میں نیت کا معنیٰ اہل لغت کرتے ہیں۔

«اِنْبِعَاثُ الْقَلْبِ نَحْوَ مَا يَرَاهُ مُوَافِقًا لِّغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ مِنْ جَلْبِ نَفْعٍ أَوْ دَفْعِ مَضَرَّةٍ».

''دل کا میلان اس چیز کی طرف جس کو وہ اپنی غرض کے موافق سمجھے وہ غرض خواہ نفع حاصل کرنے کے لیے ہو یا نقصان کو دفع کرنے کے لیے۔''

اہل علم نے نیت کی جو تعریف کی ہے اس میں قلب کا لفظ موجود ہے قلب نہ زبان پر بولا جاتا ہے نہ ہاتھ پاؤں پر بولا جاتا ہے۔لہٰذا نیت دل سے ہوگی۔

نیت کا شرعی مطلب:

اہل علم نے لکھا ہے:

«اَلْإِرَادَةُ الْمُتَوَجِّهَةُ نَحْوَ الْفِعْلِ لِابْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللهِ وَامْتِثَالِ حُكْمِهِ».

''جو ارادہ کسی کام کی طرف متوجہ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی خاطر۔''

دل میں پکا ارادہ ہو کہ یہ کام میں اس لیے کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تاکہ اللہ کی رضا مجھے حاصل ہو۔یہ نیت ہے اس کا تعلق زبان سے نہیں۔ارادہ زبان سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے ہوتا ہے ہم بھی اپنے محاورات میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ کام کیا ہے آپ کی نیت کیا ہے؟ نیت اس سے پوچھتے ہیں۔اگر کلام اور کام ہی نیت ہے تو پھر اس سے کیوں پوچھتے ہیں۔بات اور کام کا پتہ تو چل جاتا ہے۔کہ یہ بات اس نے کی ہے۔اور یہ کام کر رہا ہے۔نیت کا پتہ نہیں چلتا کیونکہ وہ دل میں ہے۔ہمارے محاورات میں بھی نیت کا لفظ قلبی چیز پر ہی بولا جاتا ہے۔دل والی چیز پر ہی بولا جاتا ہے۔

نماز جنازہ کی نیت:

لہٰذا نماز جنازہ کی نیت بھی دل ہی سے کرنا ہے کہ میں اس مسلم کا جنازہ پڑھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کیلئے پڑھ رہا ہوں یہ نیت دل میں کرنا ہے۔زبان سے اعلان نہیں کرنا۔نہ امام نے نہ مقتدی نے۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ:

نماز جنازہ کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا ہے پھر ہاتھ باندھنے ہیں۔تکبیر تحریمہ کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرنا ہے۔پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ اور ساتھ کوئی اور سورۃ بھی پڑھنا ہے۔ابو امامۃ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔منتقی ابن جارود میں اور نسائی میں اور بخاری میں حدیث ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی سورۃ فاتحہ پڑھی اس کے ساتھ ایک اور سورۃ پڑھی۔اور قراءت بلند آواز سے کی۔جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے

«لِتَعْلَمُوا أَنَّها سُنَّةٌ». (1)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

«لِتَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ وَحَقٌّ». (2)

''تم جان لو کہ یہ سنت ہے اور حق ہے۔''

میں نے اونچی آواز سے پڑھا ہے۔اور تم جان لو کہ یہ سنت ہے اور حق ہے۔یاد رہے کہ بخاری میں اور صورت نہیں۔اس روایت پر اعتراض کیا جاتا

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، بابِ قراءۃ الفاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ، حدیث: ۱۳۳۵. ابو داود، حدیث: ۳۱۸۹. ترمذی، حدیث: ۱۰۲۷.

(2) نسائی، کتاب الجنائز، باب قراءۃ الفاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ، حدیث: ۱۹۷۸

ہے کہ اس میں انہوں نے نبی ﷺ کا نام نہیں لیا۔ یہ بات خواہ مخواہ ہے کیونکہ جب سنت کا لفظ بولا جائے تو اس کا مطلب رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی مراد ہوتی ہے۔ اصول فقہ اور اصول حدیث کے علماء نے اپنی کتابوں میں یہ اصول لکھا ہے کہ صحابی جب سنت کا لفظ بولے تو مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابی بطور حجت اور بطور دلیل سنت کا لفظ بولتے ہیں۔ دوسرے کسی کا طریقہ اور سنت حجت ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [1]

جو آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے اوپر نازل کیا گیا ہے اس کا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور حدیث نازل کی گئی ہے اور کوئی چیز رب تعالیٰ کی طرف نازل کی ہی نہیں گئی۔ دوسروں کے طریقے اقوال رب تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں کیے گئے۔ لہٰذا صحابی رضی اللہ عنہ جب سنت کا لفظ استعمال کریں تو مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوتی ہے کتابوں میں بھی جہاں سنت لکھا ہوتا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے۔ مثلاً وضو کی اتنی سنتیں ہیں۔ تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ نماز کی اتنی سنتیں ہیں۔ یہاں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے پھر سنت کی تعریف بھی کی جاتی ہے «مَا وَاظَبَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ». وہ کام جس پر نبی ﷺ ہمیشگی کریں وہ سنت ہے۔ کچھ اہل علم نے اس تعریف کے ساتھ ایک قید لگائی ہے۔

«مَعَ تَرْكٍ مَّا بِلَا عُذْرٍ». یا «مَعَ التَّرْكِ أَحْيَانًا».

بغیر عذر کے کسی وقت رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل نہ بھی کیا ہو۔ یہ اصطلاح بعد والے لوگوں کی ایجاد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب سنۃ کا لفظ

---

[1] سورۃ الأعراف، آیت: ۳

بولتے تھے تو مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت لیتے تھے۔ عبداللہ بن عمر حج کے لیے عرفات کے میدان میں تھے۔ اس وقت حج کا امیر حجاج بن یوسف تھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا «إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ». اگر آپ سنت کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر عرفات کے میدان میں وقوف کی خاطر ابھی چل پڑو۔ عبداللہ بن عمر نے لفظ سنت کا استعمال کیا۔ سالم رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کو عبداللہ بن عمر سے بیان کر رہے ہیں ان سے کسی نے پوچھا عبداللہ بن عمر نے جو سنت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا کیا مطلب تھا۔ تو سالم رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا مطلب رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

«هَلْ يَعْنُونَ بِهَا إِلَّا سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ».

صحابہ جب سنت کا لفظ بولتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی مراد لیتے ہیں۔ تو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہاں سنت کا لفظ استعمال کر کے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد لے رہے ہیں کئی زیادہ پڑھے لکھے عالم یہ بات بھی بناتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے عمل پر بھی سنت کا لفظ بول لیتے تھے۔ پھر اس کی مثال اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنے کو بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سنت کہتے ہیں اور یہاں سنت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اپنا ان کا عمل ہے اور لفظ انہوں نے سنت کا استعمال کیا ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھنا اور ساتھ کوئی سورۃ ملانے کو جو سنت کہہ رہے ہیں یہ اپنے عمل کو سنت کہہ رہے ہیں۔ اپنی سنت کہہ رہے ہیں نبی ﷺ کی سنت نہیں کہہ رہے یہ بات بھی بے بنیاد ہے خواہ بڑے بڑے علماء اور فضلاء یہ بات بناتے ہیں۔ کیونکہ دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنے کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ جب عبداللہ بن عباس نے یہ مسئلہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ تو زیادتی ہے۔ (ایڑیوں پر دباؤ اور وزن ہوگا) «جَفَا بِالرِّجْلِ». کے لفظ اس نے

بولے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا «سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ». (۱) یہ نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اب تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وضاحت فرمادی کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ ان علماء کی طرف دیکھو جو اس کو سنت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہہ رہے ہیں اور خود ابن عباس اس کو «سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ» کہہ رہے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یہ کوئی علم کی خدمت نہیں نہ کوئی دین کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

اور اگر نماز جنازہ والی سنت کو بھی ایڑیوں والی سنت پر ہی قیاس کرنا ہے۔ پھر بھی یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت بنتی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ بھی ملاتے تھے۔ سورۃ فاتحہ امام اور مقتدی دونوں نے پڑھنا ہے۔ اگر امام قراءت جہراً کر رہا ہو تو پھر مقتدی صرف سورۃ فاتحہ پڑھے گا۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جب میں جہراً قراءت کروں تو صرف سورۃ فاتحہ پڑھو (۲) اور اگر امام سراً نماز جنازہ پڑھا رہا ہے تو پھر سورۃ فاتحہ کے ساتھ اور بھی کوئی سورۃ ملالیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور حق ہے۔

نماز جنازہ میں درود:

پھر اس کے بعد دوسری تکبیر کہنا ہے۔ اللہ اکبر کہنا ہے اور ساتھ رفع الیدین بھی کرنا ہے۔ کندھوں تک ہاتھ اٹھالے یا کانوں تک۔ دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ پر درود پڑھنا ہے۔ ابو امامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب جواز الإقعاء علی العقبین، حدیث: ۵۳۶.

(۲) سنن أبی داود، کتاب الصلاۃ، بابُ من ترك القرائة فی صلاته بفاتحة الکتاب، حدیث: ۸۲۴.

«ثُمَّ یُصَلِّی وَیَدْعُو لِلْمَیِّتِ فِی التَّکْبِیرَاتِ الثَّلَاثِ». ❶

نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ اور کسی سورۃ کی تلاوت کرے پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور میت کیلئے دعا کرے تین تکبیروں میں۔ اس روایت سے بہت سارے اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھے۔ درود وہ پڑھنا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے۔ جو الفاظ درود کے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں ان میں سے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔ عام طور پر درود ابراہیمی ہی پڑھا جاتا ہے یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دیا ہے اور اس کے علاوہ الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں۔ چھ سات درود کے الفاظ ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی پڑھ لے اس کی نماز جنازہ ہو جائے گی درود والا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

درود پڑھنے کے بعد تیسری تکبیر کہنا ہے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرنا ہے اور جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں وہ دعائیں کرے اور اگر اپنی طرف سے بھی کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔ «ثُمَّ يَدْعُو لِلْمَيِّتِ مَا شَاءَ». ❷ نبی ﷺ نے ایک دعا سکھائی اس کے بعد فرمایا جو چاہے میت کیلئے دعا کرے۔ اپنی طرف سے بھی میت کیلئے دعا کی جا سکتی ہے۔ اس میں حرج والی کوئی بات نہیں۔ بہتر اور

---

❶ احکام الجنائز للألبانی، کتاب الأمام (۱/۲۳۹)

❷ مستدرك حاکم (۱/۳۵۹). المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/۲۴۹).

افضل وہ دعائیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے ان میں سے کوئی ایک پڑھ لے نماز جنازہ ہو جائے گی۔ اور اگر دو تین چار ساری دعائیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

ان شاء اللہ العزیز پھر کسی فرصت میں نماز جنازہ کی دعائیں پیش کی جائیں گیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ نمبر: ۱۵

نماز جنازہ کی دعائیں

رمضان المبارک سے پہلے نماز جنازہ کا بیان ہورہا تھا۔

پہلی تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرماتے اور اس کے ساتھ قرآن مجید کی کوئی سورۃ ملا لیتے۔ دوسری تکبیر کے بعد رسول کریم ﷺ درود پڑھتے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ تیسری تکبیر کے بعد رسول کریم ﷺ میت کے واسطے دعائیں فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے۔

«اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ». [1]

”جب آپ نماز جنازہ پڑھیں تو میت کے واسطے خالص ہو کر اخلاص سے دعا کریں۔“

رسول کریم ﷺ کئی دعائیں مانگتے کسی جنازہ میں کوئی دعا پڑھتے اور کسی جنازہ میں کوئی دعا پڑھتے مستند بسند صحیح جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان میں سے دو دعائیں آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں۔ (پہلی دعا) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کا نماز جنازہ پڑھایا اس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ

اے اللہ! اسے بخش دے، اسے عافیت دے، اسے معاف کردے اور اسکی مہمانی باعزت کر

[1] ابو داود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، حدیث: ۳۱۹۹. ابن ماجة، حدیث: ۱۴۹۷

وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ
اور اسکے داخل ہونے کی جگہ وسیع کر دے اور اسے پانی' برف اور اولوں کیساتھ دھو دے
الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ
اور اسے گناہوں سے اسطرح صاف کر دے جسطرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا
وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلاً خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ
اور اسے اس کے گھر کے بدلے بہتر گھر' گھر والوں کے بدلے بہتر گھر والے
وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ
اور بیوی کے بدلے بہتر بیوی عطا کر اور اسے جنت میں داخل کر
وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (وَعَذَابِ النَّارِ)○ [1]
اور اسے قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے پناہ دے۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جو اس جنازہ میں شامل تھے' فرماتے ہیں کاش کہ یہ میت میری ہوتی اور یہ دعا مجھ پر پڑھی جاتی۔ اتنی جامع اور بہترین دعا ہے۔

لیکن ہم کو یہ دعا یاد نہیں۔ اس کو یاد کرنا چاہیے دوسری دعا جو پہلے بھی سماعت فرما چکے ہیں۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا
اے اللہ! بخش دے ہمارے زندہ' ہمارے مردہ' ہمارے حاضر' ہمارے غائب' ہمارے چھوٹے'
وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا. اَللّٰهُمَّ! مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا
ہمارے بڑے' ہمارے مرد اور ہماری عورتوں کو۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے
فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ

---
[1] مسلم: ۲/۲۶۳

اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے مارے اسے ایمان پر مار۔

اَللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ. ○ (۱)

اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد گمراہ نہ کر۔

تیسری دعا جو رسول اللہ ﷺ وقتاً فوقتاً کسی جنازہ پر پڑھتے تھے۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی فوت ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ! إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ

اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور تیری پناہ میں ہے

فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ

پس اسے قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا تو وفا اور حق والا ہے

فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. ○ (۲)

پس اسے بخش دے اور اس پر رحم کر یقیناً تو ہی بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

اس دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر دعا میں میت کا نام اور میت کے باپ کا نام لے لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے میت اور میت کے باپ کا نام لیا ہے۔

چوتھی دعا جو نبی ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے۔ اور آپ وقتاً فوقتاً کسی جنازہ پر پڑھتے تھے۔ یزید بن رکانہ بن مطلب رضی اللہ عنہما (یزید بن رکانہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ! عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ احْتَاجَ إِلٰى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَنِيٌّ

اے اللہ! تیرا بندہ، تیری بندی کا بیٹا، تیری رحمت کا محتاج ہو گیا ہے اور تو غنی ہے

---

(۱) ابن ماجہ: ۱/ ۱۴۸۰، احمد: ۲/ ۳۶۸، اور دیکھئے صحیح ابن ماجہ: ۱/ ۲۵۱

(۲) ابن ماجہ، دیکھئے صحیح ابن ماجہ: ۱/ ۲۵۱، اور ابوداود: ۳/ ۲۱۱

عَنْ عَذَابِہٖ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ حَسَنَاتِہٖ

اس کو عذاب دینے سے اگر نیکی کرنے والا تھا تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر۔

وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ۔ ○ [1]

اور اگر برائی کرنے والا تھا تو اس سے درگزر کر۔

یزید بن رکانہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ «ثُمَّ یَدْعُوْ اللّٰہَ بِمَاشَاءَ»۔ پھر جو کوئی اور دعا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز جنازہ میں آدمی اپنی مرضی کی دعائیں بھی کرسکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے دو صحابی رضی اللہ عنہما اکھٹے رہتے اکھٹے نماز پڑھتے تھے اکھٹے سفر پر جاتے تھے۔اکٹھا اکھٹے رہتے تھے۔ان میں ایک فوت ہوگیا۔رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔اس کو دفن کردیا۔ بعد میں دوسرا بھی فوت ہوگیا اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کردیا جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے اس صحابی کیلئے کیا دعا کی ہے؟ رسول اللہ ﷺ صحابہ سے پوچھ رہے ہیں۔ اگر وہی دعائیں پڑھنا ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائی ہیں دوسری کوئی پڑھ ہی نہیں سکتا پھر تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا آپ ﷺ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ ﷺ کے اس سوال کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی اپنی طرف سے بھی دعا کرنا چاہے تو وہ نماز جنازہ میں دعا کرسکتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ہم نے اس کیلئے دعا کی ہے یا اللہ اس کو اپنے ساتھی کے ساتھ ملا دے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے ساتھی کے فوت کے ہونے کے بعد نمازیں پڑھتا رہا ہے۔نیکی کے کام کرتا رہا ہے۔اگر اس نے اس کے ساتھ ملنا ہے تو پھر اس کے بعد والے روزے

---

[1] حاکم نے اسے روایت کیا اور صحیح کہا' اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے: ۱/۳۵۹' اور دیکھئے احکام الجنائز للالبانی' ص: ۱۲۵

نمازیں اور دوسری نیکیاں کہاں گئیں؟اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام نے یہ دعا (یا اللہ اس کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دے) اپنی طرف سے کی تھی۔

کئی دفعہ سننے میں آیا ہے کہ اگر کوئی عالم دین کسی کے نماز جنازہ میں اپنی طرف سے کوئی دعا کر دے تو لوگ نکتہ چینی شروع کر دیتے ہیں۔یہ دعا حدیث میں نہیں آتی۔قرآن میں نہیں آئی۔تو ان سے گذارش ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔امام صاحب اپنی طرف سے عربی بنا کر بھی دعائیں کر سکتے ہیں۔آپ بھی کر سکتے ہیں۔اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

سوال: آدمی پر غسل کرنا فرض ہو تو وہ میت کو غسل دے سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا گیا آدمی پر غسل کرنا فرض ہے۔تو کیا وہ غسل سے پہلے کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟ سو سکتا ہے یا نہیں؟رسول کریم ﷺ نے فرمایا وضو کر کے کھا پی سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔کھانا پینا وضو کر کے درست ہے تو پھر وضو کر کے میت کو غسل دینا بھی درست ہے۔میت کو غسل دینا کوئی نماز پڑھنا تو نہیں نماز پڑھنے کیلئے اور چند چیزوں کیلئے غسل کرنا ضروری ہے۔میت کو غسل دینے کیلئے کھانے پینے اور سونے کیلئے وضو کرنا ہی کافی ہے۔غسل کرنا کوئی ضروری نہیں۔تو ایسا آدمی میت کو غسل دے سکتا ہے کوئی حرج والی بات نہیں۔

خطبہ نمبر: ۱۶

نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے کی صورت

پچھلے جمعۃ المبارک میں آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز جنازے کی تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعائیں کرتے تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کا حکم بھی ہے:

«اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَا». [1]

''جب آپ کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کیلئے مخلص ہو کر دعائیں کرو۔''

رسول اللہ ﷺ جو دعائیں اس موقعہ پر وقتاً فوقتاً پڑھتے تھے وہ تفصیلاً بسند صحیح بیان کر دی گئیں ہیں۔ آپ ان کو اچھی طرح یاد کرلیں۔

رسول اللہ ﷺ ان دعاؤں کے بعد نماز جنازہ کی تکبیر کہتے پھر سلام کہہ دیتے اور بسا اوقات چوتھی تکبیر کے بعد مزید دعائیں بھی کر لیتے پھر سلام کہتے۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا چوتھی تکبیر کہنے کے بعد کچھ دیر تک سلام نہ کہا۔ جنازہ پڑھنے والے سمجھنے لگ گئے اب یہ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ لیکن انہوں نے کچھ دعائیں کرنے کے بعد سلام پھیر دیا۔ بعد میں فرمایا تم نے شاید یہ سمجھ لیا کہ میں پانچویں تکبیر بھی کہوں گا۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: ۳۱۹۹

کے طریقہ کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ [1] اس سے پتہ چلا کہ چوتھی تکبیر کے بعد امام اور مقتدی میت کے لیے دعا کر لیں اور تھوڑی دیر کے بعد سلام کہہ لیں تو کوئی حرج والی بات نہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھی بسا اوقات ایسا کر لیتے تھے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ تصور تک بھی نہیں۔ چوتھی تکبیر کہتے ہی سلام کہہ دیتے ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد اگر کچھ دیر ٹھہر کر سلام کہہ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چار سے نو تک تکبیریں کہہ لیتے تھے۔ پانچ تکبیریں، چھ تکبیریں، سات تکبیریں، آٹھ تکبیریں، نو تکبیریں آدمی نماز جنازہ میں کہہ سکتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ تیسری تکبیر کے بعد ایک دعا کرے، دو دعائیں کرے پھر تکبیر کہہ لے، پھر دعا مانگ لے پھر تکبیر کہہ لے۔ دعائیں زیادہ کرنا چاہتا ہے تو تکبیریں بھی زیادہ کر لے۔ رسول اللہ ﷺ سے نو تک تکبیریں ثابت ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد اگر کچھ دیر ٹھہر جائے اور دعا کرے تو یہ بھی ثابت ہے ٹھیک ہے۔

سلام کیسے پھیرے:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے کئی معمولات بیان کرتے ہیں۔ ان میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ:

«اَلتَّسلِيمُ عَلَى الْجَنَازَةِ مِثْلَ التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ». [2]

رسول کریم ﷺ نماز جنازہ میں سلام اس طرح پھیرتے تھے جیسے عام نماز میں سلام پھیرتے تھے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی ہی

---

(۱) سنن البيهقي: ۴/۳۵. مستدرك حاكم: ۱/۳۶۰

(۲) بیهقی: ۴/۴۳، امام نووی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

حدیث ہے کہ:

«كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيْمَتَيْنِ». [1]

رسول اللہ ﷺ نماز میں دو سلام پھیرتے تھے۔ دائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ اور بائیں طرف بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ. نماز پنجگانہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ بعض اہل علم نے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض دفعہ نماز پنجگانہ میں ایک سلام بھی کہہ لیتے تھے۔ تو اس طرح نماز جنازہ میں بھی آدمی ایک سلام کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں۔

«اَلتَّسْلِيْمُ عَلَى الْجَنَازَةِ كَالتَّسْلِيْمِ فِي الصَّلَاةِ».

اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كَانَ النَّبِيُّ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ». [2]

''نبی ﷺ نماز میں ایک سلام کہتے اور بالکل سامنے منہ کرکے سلام کہتے۔''

دائیں بائیں طرف نہیں کہتے تھے۔ ان دونوں حدیثوں کو ملا کر یہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں بھی ایک سلام کہنا جائز ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ».

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب السلام للتحليل من الصلاة عند فراغها وكيفيته، حديث: ۵۸۱

(۲) ترمذی، كتاب الصلاة، حديث: ۲۹۶. ابن ماجة، حديث: ۹۰۹

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی۔
«فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَسَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَّاحِدَةً». (1)

تو آپ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک سلام پھیرا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کی بات کر رہے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں اور ایک سلام پھیرا۔ لہٰذا نماز جنازہ میں آدمی ایک سلام بھی پھیر سکتا ہے۔ اور دو سلام بھی پھیر سکتا ہے۔ دونوں طریقے آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ہم نے تو صرف دو سلام پھیرنے والا طریقہ ہی اپنا لیا ہے نماز پنجگانہ میں بھی اور نماز جنازہ میں بھی ایک سلام کبھی نہیں پھیرا۔ البتہ کئی اہل علم ہیں ملک میں بھی اور بیرون ملک بھی جو نماز پنجگانہ میں اور نماز جنازہ میں بھی ایک سلام پھیر لیتے ہیں جن لوگوں کو علم نہیں وہ نکتہ چینی شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں نکتہ چینی والی کوئی بات نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا نماز جنازہ میں یہ طریقہ تھا جو آپ نے صحیح احادیث کی روشنی میں سماعت فرمایا ہے۔

نماز جنازہ کے اوقات:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُّصَلِّيَ فِيهِنَّ وَنَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا». (2)

تین گھڑیوں میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے اور فوت شدگان کو ان تین گھڑیوں میں دفن کرنے سے بھی منع کرتے تھے۔

---

(1) مستدرك حاكم: ۱/۳۶۰

(2) صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حديث: ۱۸۳۱. ترمذي، حديث: ۱۰۳۰

(۱) جب سورج طلوع ہو رہا ہو اس وقت آدمی نماز جنازہ اور دوسری نفلی نمازیں نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس وقت میت کو قبر میں دفن کر سکتا ہے

(۲) جب سورج بالکل سر کے اوپر ہو نصف النہار کے وقت آدمی نماز جنازہ اور کوئی نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا (جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں وہ پڑھ سکتا ہے) اور نہ اس وقت میت کو دفن کر سکتا ہے۔

(۳) جب سورج غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس وقت میت کو قبر میں دفن کر سکتا ہے۔

لہٰذا ان اوقات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ میت کو دفن کیا جائے۔لیکن ہم بالکل خیال نہیں کرتے۔نماز جنازہ کے متعلق کچھ خیال کر لیا جاتا ہے لیکن میت کے دفن کے وقت کا تو بالکل ہی خیال نہیں کیا جاتا۔تھوڑا سا لیٹ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ہو جاتا ہے بلکہ آدمی حدیث کی مخالفت سے بچتا ہے۔لیکن کوئی خیال ہی نہیں کیا جاتا جبکہ میت کا کوئی عزیز دور رہتا ہو تو اس کے انتظار میں پورا دن ہی لیٹ کر لیتے ہیں حالانکہ شریعت نے اس کی کوئی پابندی نہیں لگائی کہ میت کا فلاں عزیز ہوگا تو نماز جنازہ پڑھنا اگر نہ آیا تو نہ پڑھنا یہ پابندی ہم نے خود اپنی طرف سے لگائی ہے۔اور جو شریعت نے پابندی لگائی ہے کہ ان تین اوقات میں آپ میت کو دفن نہیں کر سکتے ۔ان کا ہم خیال ہی نہیں کرتے۔جبکہ یہاں صرف چند منٹ ہی انتظار کرنا پڑتا ہے کوئی ایک دو دن انتظار نہیں کرنا پڑتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔

خطبہ نمبر: ۱۷

میت خواہ مسلم کی ہو خواہ کافر کی اس کو دفن کرنا فطری طریقہ ہے

مسلم انسان کے فوت ہونے سے لے کر جنازہ پڑھنے تک کے احکام ومسائل آپ سماعت فرما چکے ہیں۔

جب مسلم کا جنازہ پڑھ لیا جائے تو بعد میں اس کو دفن کیا جاتا ہے۔اس کو دفن کرنا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔فوت ہونے والا کوئی ہو خواہ وہ مسلم ہو خواہ کافر ہو اس کو دفن کیا جائے گا۔البتہ کافر کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔اور مسلم کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ﴾ [1]

روئے زمین پر سب سے پہلی میت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں ایک بیٹے کی تھی۔بھائی نے حسد کی وجہ سے اپنے بھائی کو ظلماً قتل کر دیا اور بعد میں پریشان ہوا کہ میں اپنے بھائی کی لاش سے کیا کروں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک کوا بھیجا اس نے زمین کریدنا شروع کر دی تا کہ وہ آدم علیہ السلام کے قاتل بیٹے کو دکھا دے کہ اس نے اپنے مقتول بھائی سے کیا سلوک کرنا ہے۔اس کو کوے

[1] سورۃ المائدۃ' آیت: ۳۱

کے کریدنے سے سمجھ آ گئی کہ اس کو دفن کرنا ہے۔ اس نے گڑھا کھودا اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دیا اور پھر کہنے لگا

﴿اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ﴾ ❶

''دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں عاجز آ گیا ہوں اور مجھے پتہ بھی نہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی لاش سے کیا کرنا ہے اور مجھے تو کوے جتنی بھی سمجھ نہیں۔ شرمسار اور نادم ہو گیا۔''

اس واقعہ سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ فطری طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب فوت ہو جائے تو اس کو زمین میں دفن کر دیا جائے۔ شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو زمین پر بھیجا تھا اس وقت فرما دیا تھا۔

﴿فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ ❷

''اس زمین میں تم زندگی گزارو گے اور اس میں فوت ہو گے اور اس زمین ہی سے تم کو نکالا جائے گا۔''

دوسرے مقام پہ فرمایا۔

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی﴾ ❸

''اس زمین سے تم کو پیدا کیا ہے اور اس زمین ہی میں تم کو دوبارہ

---

(۱) سورۃ المائدۃ، آیت: ۳۱

(۲) سورۃ الأعراف، آیت: ۲۵

(۳) سورۃ طٰہٰ، آیت: ۵۵

لوٹادیں گے پھر اس زمین ہی سے تم کو نکال لیں گے۔"

ایک مقام میں فرمایا ہے۔

﴿قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝﴾ ❶

انسان غور نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا پھر اس کو فوت کر دیا پھر اس کو قبر میں پہنچا دیا۔ ﴿ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾

فطری طریقہ یہ ہے کہ انسان کو فوت ہونے کے بعد زمین میں دفنا دیا جائے۔ کچھ لوگوں نے فوت ہونے کے بعد انسان کو جلا دینے والا طریقہ نکال لیا ہے یہ طریقہ فطری نہیں۔ فطری طریقہ دفن کرنے والا ہے۔ خواہ مسلم ہو خواہ کافر ہو۔ دفن کرنا ضروری ہے۔

کافر کو دفن کرنا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری بیان کرتے ہیں غزوہ بدر میں بڑے بڑے کافر مارے گئے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف اور دوسرے کافر بھی مارے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو اس فلانے بے آباد کنویں میں پھینک دو۔ ❷ وہاں ان کو دفن کر دو چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کافروں کی لاشوں کو گھسیٹ کر اس بے آباد کنویں میں پھینک دیا۔ امیہ بن خلف موٹا تھا۔ یہ مرنے کے بعد پھول گیا۔ اور کچھ ویسے بھی موٹا تھا وزنی تھا گھسیٹا نہ گیا۔ نبی کریم ﷺ

❶ سورۃ عبس، آیت: ۱۷ تا ۲۱

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی. ومسلم، کتاب الجنة ونعیمها واهلها، باب عرض مقعد المیت علیه من الجنة أو النار علیه واثبات عذاب القبر والتعوذ منه، حدیث: ۲۸۷۵

نے فرمایا اس پر مٹی پھینک دو اس کو اسی طرح دفن کر دو۔ صحابہ کرام نے پتھر اور مٹی اس پر ڈال دی ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اصول تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی علاقہ فتح کرتے تو وہاں آپ تین دن تک قیام کرتے اس اصول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام کیا۔ تیسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو تیار کر دو۔ جب اونٹنی پر کجاوہ رکھ دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو گئے تو آپ اس پرانے کنویں کے پاس آئے' جہاں کافروں کو پھینک دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مردار سرداروں کو آواز دی۔ بعض روایات میں الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ عمرو بن ہشام۔ ولید بن عتبہ۔ شیبہ بن ربیعہ اور بھی کافروں کے نام لیے۔ ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

﴿هَلْ وَجَدتُّمْ مَا وَعَدَ كُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾

ہم سے تو اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا سچ کر دیا ہے اور ہم کو فتح اور غلبہ عطا فرما دیا ہے تم سے جو وعدہ تھا کیا تم نے بھی وہ حق پایا ہے؟ کہ تم جہنم رسید ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر مسلط ہو گیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مر چکے ہیں آپ ان کو مخاطب کر رہے ہیں یہ تو سنتے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت یہ سن رہے ہیں اور جو بات میں ان سے کہہ رہا ہوں جانتے بھی ہیں۔ [1]

گذارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی کافر تھے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دفن کروایا ہے۔ اور جو موٹا تھا وزنی تھا گھسیٹا نہیں گیا تھا اس پر مٹی ڈال دی۔

لہٰذا فوت ہو جانے کے بعد دفن کرنا فطری طریقہ ہے خواہ کافر ہو خواہ مسلم ہو اس کو دفن کیا جائے گا۔ البتہ کافر کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور مسلم کی

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب ما جاء في عذاب القبر' حدیث: ۱۳۷۰۔

پڑھی جائے گی۔

سماع موتی کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث پر سوال وارد ہوتا ہے کہ مردے کیسے سنتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں آرہا ہے۔

﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (۱) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (۲)

آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے جو قبروں میں ہیں آپ ان کو سنا ہی نہیں سکتے تو پھر ابوجہل اور دوسرے کافروں نے کیسے سن لیا؟۔

جواب: رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر مردہ سن لیتا ہے آپ نے فرمایا «اِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُوْنَ» (۳) کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی اب سن رہے ہیں۔صرف اس وقت کی بات آپ ﷺ نے کی ہے۔ نبی ﷺ کی بات اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو سنا دی۔ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر فرماتے تھے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی سنتے ہیں۔تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اللہ تعالیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر رحم فرمائے نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ سنتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا یہ جانتے ہیں۔ (۴) آپ نے جاننے کا لفظ بولا تھا سننے کا لفظ نہیں بولا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی غلطی نکالی ہے۔لیکن یہ غلطی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نہیں۔ کیونکہ عبداللہ بن عمر یہ الفاظ اکیلے نہیں بیان کرتے بلکہ اور

---

(۱) سورۃ فاطر: آیت: ۲۲

(۲) سورۃ النمل: آیت: ۸۰

(۳) صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل أبی جهل، حدیث: ۳۹۸۱

(۴) ایضا

بھی کئی صحابہ یہ الفاظ بیان کرتے ہیں ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی یہ فرمارہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «اِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ». یہ اس وقت سن رہے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ بھی یہی بیان کرتے ہیں اور بھی کئی صحابہ یہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا۔«اِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ». کہ وہ اب سن رہے ہیں پھر لطف کی بات یہ ہے کہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بسند حسن ایک روایت نقل فرمائی ہے۔اس میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا خود بھی یہی فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے «اِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ». ہی فرمایا تھا۔اب تو بات ہی ختم ہوگئی جبکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود ہی فرما رہی ہیں اور جو سن لے وہ جان بھی لیتا ہے۔ سننے اور جاننے میں کوئی منافات نہیں۔اور قرآن مجید میں بھی ہے۔

○ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ...... ○ (۱)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنادی۔فوت شدگان میں سے جن کو اللہ سنانا چاہیں سنا سکتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب میت کو دفنا کر لوگ واپس آتے ہیں تو میت کا حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے۔اس وقت فوت ہونے والا واپس آنے والے لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔ (۲) اصل بات اور اصول ضابطہ یہی ہے کہ فوت شدہ سنتا نہیں۔سویا ہوا آدمی نہیں سن سکتا تو فوت شدگان کیسے سن سکتے ہیں۔البتہ جن کو اللہ تعالیٰ سنا دے تو یہ بات اور ہے جس طرح میت کے متعلق قاعدہ یہی ہے کہ وہ واپس نہیں

---

(۱) سورۃ فاطر' آیت: ۲۲

(۲) صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب المیت یسمع خلق النعال' حدیث: ۱۳۳۸.

آسکتی لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے دوبارہ دنیا میں ہی زندہ کر دیں ۔ جیسا کی عزیز علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال تک فوت کیے رکھا دوبارہ پھر ان کو دنیا میں زندہ کر دیا۔ [1] موسیٰ علیہ السلام کے ستر ساتھی اللہ تعالیٰ نے فوت کر دیے دوبارہ پھر ان کو زندہ کر دیا۔ [2] ایک بستی والے موت کے ڈر سے بستی چھوڑ کر نکل گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو فوت کر دیا پھر ان کو زندہ کر دیا۔ [3] اب ان واقعات سے کوئی یہ اخذ کرے کہ فوت شدہ واپس آجاتے ہیں اور یہ قانون بنا لے تو یہ اس کی بات غلط ہوگی اور یہ قانون بنانے کا اس کو حق حاصل نہیں کیونکہ قانون یہی ہے کہ فوت شدہ واپس نہیں آتا لیکن چند ایک صورتیں الگ ہیں۔ ان سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اور ان کو قانون بھی نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح ان کافروں نے رسول اللہ ﷺ کی بات سن لی یا حساب شروع ہونے کے وقت میت جوتوں کی آواز سن لیتا ہے ان کو قانون نہیں بنا سکتے کہ فوت شدہ سنتے ہیں قانون یہی ہے کہ فوت شدہ نہیں سنتے۔ جن کا سننا قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے وہ ٹھیک ہے ان کا انکار آدمی نہیں کر سکتا۔ جس طرح قاعدہ قانون یہ ہے کہ چلتا پھرتا زندہ انسان سنتا ہے لیکن کئی ایسے زندہ انسان بھی ہیں جو سنتے نہیں جیسے بہرے ہیں وہ سن نہیں سکتے۔ دنیا میں کئی بہرے ہیں زندہ بھی ہیں اب کوئی شخص ان کو سامنے رکھ کر قانون بنا لے کہ زندہ نہیں سنتے۔ تو یہ اس کی بات غلط ہوگی لہٰذا یہ صورت بھی الگ ہوگی اور قاعدہ قانون یہی ہوگا کہ زندہ سنتے ہیں اور فوت شدہ نہیں سنتے۔ البتہ دونوں صورتوں میں بعض شکلیں الگ ہیں جن کا ثبوت قرآن و حدیث میں مل جائے یا مشاہدہ سے پتہ چل جائے۔

---

[1] سورة البقرة آیت: ۲۵۹

[2] سورة البقرة آیت: ۵۵

[3] سورة البقرة آیت: ۲۴۳

بہر حال مسئلہ یہ بیان کیا جارہا تھا کہ مسلم کو دفن کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور کافر کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی دفنایا اس کو بھی جائے گا۔ کافر خواہ اہلحدیث ہو خواہ اہلسنت ہو۔ کیونکہ کافر کا یہ حق نہیں کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے مسلم کا یہ حق ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ نمبر: ۱۸

میت کو جلانا غیر شرعی اور غیر فطری عمل ہے

پچھلے جمعہ میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ انسان کو فوت ہونے کے بعد زمین میں دفن کرنا فطری طریقہ ہے اور اسلام نے بھی یہی قانون بیان کیا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے اس بات کو واضح کیا گیا تھا۔

نیکی کا جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جلا دینے والا طریقہ بھی درست ہے اس سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ بہت ہی اہم چیز ہے جب آدمی کے گناہ ہی معاف ہو جائیں تو اور کیا چاہیے ایک واقعہ بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے پہلی امتوں میں سے کسی امت میں ایک آدمی تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے سوچا جب میں اللہ کے سامنے پیش ہوا تو کیا منہ دکھاؤں گا۔ گناہ گار ہوں۔ لہٰذا میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے میں پیش نہ ہوسکوں۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان سے پوچھا: «اَیَّ اَبٍ کُنْتُ لَکُمْ؟» میں تمہارا کیسا باپ ہوں مجھے اچھا سمجھتے ہو یا نہیں۔ تو بیٹے کہنے لگے «خَیْرَ اَبٍ لَنَا». آپ ہمارے بہترین باپ ہیں۔ آپ کے ہمارے اوپر بہت احسانات ہیں۔ ان کے باپ نے کہا پھر آپ نے ایک کام کرنا ہے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ نے مجھے جلا دینا ہے اور میری کچھ راکھ سمندر میں بکھیر دینی ہے اور کچھ

راکھ ہوا میں اڑا دینا ہے۔ نہ اللہ کے سامنے پیش ہوں اور نہ غلطیوں کا جواب دوں۔ چنانچہ جب وہ فوت ہوگیا تو اس کے بیٹوں نے باپ کی وصیت کے مطابق اس کو جلا دیا اور کچھ راکھ سمندر میں بہا دی اور کچھ راکھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔ انہوں نے سمندر کو حکم دیا سمندر نے ساری راکھ اکھٹی کر دی، ہوا کو حکم دیا اس نے ساری راکھ اکھٹی کر دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو مکمل انسان بنا کر اپنے سامنے کھڑا کر لیا اور اس سے پوچھا تو نے یہ کام کیوں کیا تھا۔ کہنے لگا «مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ». اے رب تعالیٰ میں آپ سے ڈر گیا تھا۔ ڈر کر میں نے یہ کام کیا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس خوف اور خشیت کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا۔ (۱)

اس حدیث سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ نکالنا شروع کر دیا کہ جلا دینا بھی جائز ہے اور اس طرح بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں لیکن اس حدیث سے یہ بات نکلتی نہیں۔ اولاً یہ پہلی شریعت کی بات ہے۔ ہمارے لیے یہ دلیل نہیں بنتی۔ کتاب وسنت میں دفن کرنے کا حکم آیا ہے جلانے کا حکم نہیں آیا اور کتاب وسنت کی پابندی اہل اسلام پر لازمی ہے۔

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں جو تمہارے رب کی طرف سے تم پہ نازل کی گئی ہے اس کی اتباع کرو۔ پہلی شریعت ہمارے لیے دلیل نہیں بن سکتی ہے البتہ اس صورت میں ہمارے لیے دلیل بن سکتی ہے اگر ہماری شریعت میں پہلی شریعت کے قانون کے متعلق خاموشی ہو۔ اور یہاں نہ خاموشی ہے اور نہ تائید ہے بلکہ تردید ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فوت شدہ کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

---

(۱) صحيح بخارى' كتاب أحاديث الأنبياء' باب حديث الغار' حديث: ۳۴۷۸' و ۶۴۸۱' و ۷۵۰۸

(۲) سورة الأعراف' آيت: ۳

اس شریعت میں بھی قانون جلانے کا کوئی نہیں تھا اگر قانون جلانے کا ہوتا تو اس کو وصیت کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر قانون ہوتا تو بیٹوں نے قانون کے مطابق جلا ہی دینا تھا۔ وہ وصیت ہی اس لیے کر رہا ہے کہ اس شریعت میں بھی یہ قانون نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو جلانے کی وجہ سے معاف نہیں کیا یہ تو اس کی غلطی اور گناہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پوچھا تو نے یہ کام کیوں کیا ہے۔ غلطی تھی تو پوچھا۔ نماز، روزہ ایمان وغیرہ نہیں پوچھا یہ پوچھا ہے کہ تو نے جلانے والا کام کیوں کیا ہے۔ غلطی اور گناہ سے مسئلہ کیسے ثابت ہوتا ہے؟

انسان صرف اپنی نیکی اور تقویٰ کو سامنے رکھے اور سمجھتا رہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہی ٹھیک ہے تو اس سے بات نہیں بنتی۔ اس نے جلانے والا کام غلط کیا تھا۔ چونکہ اس میں خوف اور خشیت تھی جس کی وجہ سے اس سے غلطی ہوگئی۔ خوف اور خشیت سے اس کو سمجھ نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ خشیت الٰہی اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کیا ہے۔ جلانے کی بنا پر معاف نہیں کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں بیان فرماتے ہیں

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۝﴾ [1]

"جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور خشیت الٰہی سے بھی سرشار ہے۔ یہ لوگ کامیاب ہیں۔ فوز و فلاح پانے والے ہیں۔"

ایک مقام میں فرمایا:

---

(۱) سورۃ النور آیت: ۵۲

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ [1]

''جو رب تعالیٰ سے ڈر گیا۔ کہ اس کے سامنے پیش ہوں گا تو میری کیا حالت ہوگی۔ ڈر جاتا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لیتا ہے ایسے لوگوں کا مقام جنت ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ [2]

''جو رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔''

لہٰذا یہ شخص جو معاف ہوا ہے یہ خوف اور خشیت کی وجہ سے معاف ہوا ہے۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جلانے کی وجہ سے معاف ہوا ہے وہ لوگ غلطی کر رہے ہیں۔ غور کرو اگر جلانے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ اتنی محنت نہ کرتے۔ آپ کتنی کوشش کر رہے ہیں کہ میرا چچا ابو طالب کلمہ پڑھ لے اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں سفارش ہی کر سکوں۔ اگر جلانے سے بخشش ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ اپنے چچا کو جلا ہی دیتے تاکہ اس کے گناہ ہی معاف ہو جاتے۔ صحیح بخاری میں ہے جب ابو طالب بیمار ہوا آپ ﷺ نے اسکو اسلام کی دعوت دی اور کوشش کی کہ کلمہ ہی پڑھ لے ساتھ ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے یہ دونوں کافر ابو طالب کو کہنے لگے: «اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ»۔ عبدالمطلب کی ملت سے اب بے رغبتی کرنے لگے ہو؟ مطلب ان کا یہ تھا کہ عبدالمطلب کی ملت پر ہی قائم رہو۔ رسول اللہ ﷺ نے بار

{1} سورۃ النازعات آیت: ۴۰، ۴۱

{2} سورۃ الرحمن آیت: ۴۶

بار یہ بات دہرائی کہ چچا کلمہ پڑھ لو لیکن چچا نے بات قبول نہیں کی۔ آخری بات اس نے یہ کہی «عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»۔ (۱) عبدالمطلب کی ملت پر میں فوت ہوتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ»۔

''میں تیرے لیے رب تعالیٰ سے استغفار کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے منع نہ کریں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل کردی۔

○ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (۲)

نبی کریم ﷺ اور ایمان والوں کیلئے یہ جائز ہی نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ مشرک خواہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں کیونکہ یہ بات ان کیلئے واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اپنے چچا کیلئے بخشش کی دعا بھی نہ کی۔

رسول اللہ ﷺ کی اتنی خواہش تھی اگر جلا دینے سے بخشش ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ اس کو جلا دیتے۔ مسند احمد میں حدیث ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: «اِنَّ عَمَّكَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ»۔ آپ ﷺ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔ یعنی اپنے باپ کے متعلق کہنے لگے وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَوَارِهِ» اس کو دفن کر دو۔ علیؓ بن ابی طالب کہنے لگے «اِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا»۔ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ تو مشرک

---

(۱) صحيح بخاري، كتاب الجنائز، حديث: ۱۳٦۰

(۲) سورة التوبة، آيت: ۱۱۳

ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو دفن کر آؤ اور کوئی کام آپ نے نہیں کرنا۔ دفن کر کے میرے پاس آجاؤ۔ علی بن ابی طالب اپنے والد کو دفن کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے فرمایا «فَاذْهَبَ فَاغْسِلْ»۔ جاؤ اور غسل کرو غسل کر کے میرے پاس آؤ اور کوئی کام نہیں کرنا۔ غسل کر کے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «فَدَعَا لِيْ دَعَوَاتٍ»۔ رسول کریم ﷺ نے میرے لیے کچھ دعائیں کیں۔

«مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ بِهَا حُمُرَ النَّعَمِ» [1]

مجھے یہ چیز پسند نہیں کہ ان دعاؤں کے بدلے مجھے سرخ اور بہترین اونٹ ملیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مال و متاع سے بہت ہی زیادہ پیاری دعائیں میرے لیے رسول اللہ ﷺ نے کیں۔ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اطمینان اور سکون مل جائے۔

شرک اور کفر دو گناہ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی معاف نہیں کرنا اگر کوئی بغیر توبہ کے شرک اور کفر کی حالت میں فوت ہو گیا۔

فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْدًا﴾ [2]

شرک کو اللہ کبھی نہیں معاف کرے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔

ایک جگہ فرمایا:

---

[1] مسند احمد: ۱/۱۵۳، حدیث: ۸۰۷. ابوداود، کتاب الجنائز، باب يموت له قرابة مشرك، حديث: ۳۲۱۴. سنن نسائي، كتاب الجنائز، باب مواراة المشرك، حديث: ۲۰۰۶

[2] سورة النساء، آيت: ۱۱۶

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (۱)

''جنہوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے رہے اور اسی حالت میں فوت ہو گئے ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا۔''

کفر اور شرک والے اگر توبہ کے بغیر کفر اور شرک کی حالت پر فوت ہو گئے تو اللہ نے ان کو کبھی معاف کرنا ہی نہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ وہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ (۲)

''وہ ارادہ رکھیں گے کہ جہنم اور دوزخ سے نکل جائیں لیکن وہ جہنم سے نکل نہیں سکیں گے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن مجید میں ہی بتا دیا ہے کہ کافر اور مشرک کو میں نے معاف کرنا ہی نہیں۔

لہٰذا دفن کرنے کا طریقہ ہی فطری طریقہ ہے جلا دینے والا طریقہ نہ فطری ہے اور نہ اسلامی ہے اور نہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں خاص طور پر کفر اور شرک تو معاف ہونا ہی نہیں کافر اور مشرک جتنا مرضی اپنے آپ کو جلا لیں اللہ نے ان کو معاف کرنا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) سورۃ محمد' آیت: ۳۴

(۲) سورۃ المائدۃ' آیت: ۳۷

خطبہ نمبر: ۱۹

مسلم کو کافر کے ساتھ اور کافر کو مسلم کے ساتھ دفن نہ کیا جائے۔

میت خواہ کافر کی ہو یا مسلم کی اس کو دفن کرنا فطری طریقہ ہے۔ میت کو جلانا یا پانی میں بہا دینا یہ فطری اور اسلامی طریقہ نہیں۔ آج کی فرصت میں دفن کے مزید احکام بیان کیے جائیں گے۔ مسلم کو الگ دفن کیا جائے گا اور کافر کو الگ دفن کیا جائیگا۔ دونوں ایک جگہ پر دفن نہیں کیے جا سکتے۔ اسلام نے یہ فرق رکھ دیا ہے۔ جس طرح اور بھی کئی مسائل میں اسلام نے کافر اور مسلم میں فرق رکھا ہے۔ ایسے ہی دفن کے مسائل میں بھی اسلام نے فرق رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (۱)

ایک مقام میں فرمایا:

﴿ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ﴾ (۲)

مشرک عورت سے نکاح نہ کرو۔ اور مسلم عورت کا کسی کافر اور مشرک مرد

---

(۱) سورۃ الممتحنۃ' آیت: ۱۰

(۲) سورۃ البقرۃ' آیت: ۲۲۱

سے نکاح نہ کرو۔ مسلم عورتیں کافروں کیلئے حلال نہیں اور کافر مرد مسلم عورتوں کے لیے حلال نہیں۔ اہل کتاب کی عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس اصول اور ضابطہ سے مستثنیٰ کیا ہے۔

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ أَخْدَانٍ﴾ [1]

نکاح میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلم اور کافر کا فرق کر دیا۔ اسی طرح میراث میں بھی مسلم اور کافر کا فرق کر دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ». [2]

مسلم کافر کا وارث نہیں اور کافر مسلم کا وارث نہیں۔ مسلم اور کافر کے درمیان میراث نہیں چلے گی۔

اسی طرح دفن میں بھی اسلام نے فرق رکھ دیا ہے کہ کافر مسلم کے ساتھ دفن نہیں ہو سکتا۔ اور مسلم کافروں کے ساتھ دفن نہیں ہوگا۔ ابو داؤد میں حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے۔ «بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰخِذاً بِيَدِهِ» میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا بَشِيْرُ! هَلْ أَصْبَحْتَ تَنْقِمُ عَلَى اللّٰهِ شَيْئاً».

اے بشیر! اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر آپ کوئی نکتہ چینی کرتے ہیں؟ بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ «كُلُّ مَا فَعَلَ لِيْ خَيْراً». اللہ تعالیٰ کا معاملہ خیر کا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات اور انعامات ہیں۔

---

[1] سورة المائدة: آيت: ٥

[2] صحيح بخاري: كتاب الفرائض: باب لا يرث المسلم الكافر، حديث: ٦٧٦٤

بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چلتے چلتے مشرکین کے قبرستان کے پاس سے گزرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «قَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا». یہ لوگ خیر کثیر سے سبقت لے چکے ہیں پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

بشیر بن خصاصیہ فرماتے ہیں: «فَمَرَّ بِقُبُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ». پھر رسول اللہ ﷺ مسلمین کے قبرستان سے گزرے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

«لَقَدْ أَدْرَكَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا». [1]

ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا ہے۔حدیث لمبی ہے۔بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں کافروں اور مسلمانوں کا قبرستان الگ الگ تھا۔دونوں کو اکھٹے دفن نہیں کیا جاتا تھا۔اور یہ سلسلہ اس وقت سے لے کر اب تک جاری ہے۔مسلمانوں کا قبرستان الگ ہوتا ہے اور اہل کتاب عیسائیوں کا قبرستان الگ ہوتا ہے۔صحیح بخاری میں ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب زخمی ہو گئے تو لوگوں نے کہا آپ وصیت کر دیں عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی آپ کی وصیت کے تین حصے تھے۔وصیت کا ایک حصہ خلافت وامارت کے متعلق تھا دوسرا حصہ اپنے قرضہ کے متعلق تھا تیسرا حصہ اپنے دفن کے متعلق تھا۔عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پوچھ کہ آپ کے حجرے میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجھے دفن ہونے کی اجازت ہے۔عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے حکم سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے والد محترم کے دفن ہونے کی اجازت مانگی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں۔ یہاں دفن ہونے کا ارادہ میرا تھا لیکن اب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں میں ان کو اجازت دیتی ہوں وہ

---

[1] مستدرک حاکم: ۱/۳۷۲. سنن نسائی' کتاب الجنائز' باب کراهية المشي بين القبور' حديث: ۲۰۴۸

یہاں دفن ہو جائیں۔عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے اور کہا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا جب فوت ہو جاؤں اور تم میری میت کو وہاں لے جاؤ تو دفن کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر اجازت لے لینا۔اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے ان کے حجرہ میں دفن کر دینا۔اور اگر اجازت نہ دیں تو «فَرُدُّونِي اِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ».[1] مجھے مسلمین کے قبرستان میں دفن کر دینا۔اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمین کا قبرستان الگ ہوتا تھا۔گذارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلم اور کافر کو الگ الگ دفن کیا جائے۔ان کے قبرستان بھی الگ الگ ہوں۔آپ غور کریں جب مسلمانوں اور کافروں کے قبرستان ہی الگ الگ ہیں تو کافر اور مسلم دونوں کو ایک قبر میں کیسے دفن کر سکتے ہیں یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسجدوں اور گھروں میں قبریں نہیں بنانا:

دفن کے سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گھروں اور مسجدوں میں قبریں نہیں بنانا چاہئیں کیونکہ نبی ﷺ کے دور میں لوگوں کو مسجدوں اور گھروں میں دفن نہیں کیا جاتا تھا۔اگر مردوں کو گھر اور مسجد میں ہی دفن کرنا ہے تو پھر الگ قبرستان بنانے کی کیا ضرورت ہے۔صحیح بخاری میں ہے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز پڑھا کرو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو کہ ساری نماز ہی مسجد میں پڑھ لو اور گھر میں کچھ بھی نہ پڑھو خاص طور پر نفل گھر میں پڑھا کرو اس میں زیادہ ثواب ہے۔[2] رمضان المبارک میں دو تین دن رسول اللہ ﷺ نے رات کا قیام با جماعت کروایا۔چوتھے دن

---

(۱) صحيح بخاري: كتاب المناقب، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان، حديث: ۳۷۰۰

(۲) صحيح بخاري: كتاب الأذان، باب صلاة الليل، حديث: ۷۳۱

رسول اللہ ﷺ تشریف نہ لائے لوگ باہر اکھٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد فرمایا یہ رات کی نفلی نماز گھروں میں پڑھا کرو۔

«فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ». [1]

فرضی نماز کے علاوہ نفلی نماز گھروں میں زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور فرمایا میں اس لیے نہیں آیا تھا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ «اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ». اور آپ ﷺ نے ساتھ یہ بھی فرمایا «وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا». [2] اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ اس کی اہل علم نے دو تفسیریں بیان کیں ہیں۔

﴿۱﴾ ایک تفسیر یہ بیان کی ہے کہ گھروں میں نماز پڑھو قبرستان کی طرح گھروں کو بھی نہ چھوڑو بلکہ گھروں میں نماز پڑھو۔ کیونکہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نہ قبر پر بیٹھو «وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا». [3] اور نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ قبرستان میں آدمی نماز نہیں پڑھ سکتا اور آپ ﷺ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ مطلب یہ ہے کہ گھروں میں نفلی نماز پڑھو۔

﴿۲﴾ دوسری تفسیر اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ میت کو گھر میں دفن نہ کرو۔ ایک آدمی فوت ہوا اس کو گھر میں دفن کر دیا دوسرا فوت ہوا اس کو بھی گھر میں دفن کر دیا تیسرا فوت ہوا اس کو بھی گھر میں دفن کر دیا گھر تو قبرستان بن

﴿۱﴾ صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب صلاة الليل، حديث: ۷۳۱

﴿۲﴾ صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب كراهية الصلاة في المقابر، حديث: ۴۳۲.

﴿۳﴾ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث: ۹۷۲.

گیا۔

صحیح مسلم میں آپ کے الفاظ ہیں

«لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ». (۱)

اپنے رہائش والے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ جب گھر میں قبریں نہیں بن سکتیں تو مسجد میں قبریں کیسے بن سکتیں ہیں۔ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہیں۔

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (۲)

نبی کریم ﷺ کی قبر عام اصول اور ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔ طبقات ابن سعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے کہ پیغمبر جس مقام میں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ اب اگر یہاں سے کوئی یہ نکالنا شروع کردے کہ گھروں میں بنانا جائز ہے تو یہ اس کا خیال خام ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدشہ تھا کہیں لوگ آپ ﷺ کی قبر کو پوجنا شروع کردیں گے یہ عبادت گاہ بن جائے گی اس لیے آپ کی قبر کو باہر نہیں بنایا گیا کمرے کے اندر بنایا گیا ہے۔ (۳) وہاں کوئی داخل نہیں ہوسکتا تاکہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت شروع نہ ہوجائے۔ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بھی کرتے تھے۔ «اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ». (۴) یا اللہ! میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ ساری عمر رسول اللہ ﷺ توحید کا پرچار کرتے رہے ہیں۔ سارے انبیاء اللہ کی

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته، حديث: ۷۸۰.

(۲) سورة الجن، آيت: ۱۸

(۳) صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر وعمر، حديث: ۱۳۹۰.

(۴) موطأ إمام مالك، كتاب النداء للصلاة، باب جامع الصلاة، حديث: ۳۷۶.

توحید کا پرچار کرتے رہے ہیں۔

لہٰذا یہ کچھ عوامل اور اسباب تھے جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی قبر باہر نہیں بنائی گئی۔ پھر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی قبر مسجد میں نہیں بنائی۔ مسجدوں اور گھروں میں قبریں بنانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

خطبہ نمبر: ۲۰

معرکہ کے شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں شہید ہوئے ہیں

پچھلے جمعہ میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ اہل اسلام کو اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔اور نبی اکرم ﷺ اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے متعلق پیش کی گئی تھی۔اور نبی اکرم ﷺ نے گھروں میں قبریں بنانے سے منع کر دیا ہے۔صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

«لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ». [1]

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔''

معرکہ کے شہداء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا خاص فرمان ہے کہ ان کو وہیں دفن کیا جائے جہاں وہ شہید ہوں۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس صبح غزوہ احد تھا۔اس رات میرے والد محترم عبداللہ بن عمرو بن حرام مجھے بلا کر کہنے لگے اے جابر رضی اللہ عنہ مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے لیکن جتنی نبی ﷺ سے محبت ہے اتنی تجھ سے نہیں۔صبح مشرکین اور کافرین سے مقابلہ ہے اور میرے دل میں یہ بات ہے کہ شاید میں صبح شہید ہو جاؤں لہٰذا میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ تو نے اپنی بہنوں کا خاص خیال رکھنا ہے (جابر رضی اللہ عنہ کی نو بہنیں تھیں) مسند

[1] صحيح مسلم، كتاب المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة في بيته، حديث: ۷۸۰.

امام احمد میں ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے والد نے جابر کو کہا آپ نے مدینہ کے نگرانوں کے ساتھ رہنا ہے۔ ❶ صبح جب جنگ ہوئی تو جنگ میں بڑے مسلمان شہید ہوئے۔ شہداء کے عزیز واقارب اپنے اپنے شہید کو اُٹھا کر مدینہ میں لے آئے تا کہ ان کو مدینہ مقبرہ البقیع میں دفن کریں۔ ❷ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے والد محترم اور میرے ماموں دونوں شہید ہو گئے ہمارے رشتہ داران دونوں کو ایک اونٹ پر مدینہ لے آئے تا کہ ان کو مدینہ کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں اعلان کر دے جو احد کے مقام میں شہید ہوئے ہیں ان کو واپس لے آؤ اور جہاں جہاں وہ شہید ہوئے ہیں وہاں دفن کرو۔ جب شہداء کے قریبی رشتہ داروں نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے شہداء کو واپس ان کے شہید ہونے کی جگہ میں پہنچا دیا۔ ❸ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد اور میرے ماموں کو بھی وہاں واپس پہنچا دیا گیا۔ جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں پھر وہاں سے مدینہ منورہ مسجد نبوی کی زیارت کرنے بھی جاتے ہیں تو وہاں دوسری چیزیں بھی دیکھتے ہیں احد کے مقام میں بھی پہنچتے ہیں وہاں چار دیواری میں شہداء احد کی قبریں بھی موجود پاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ معرکہ کے شہداء جہاں فوت ہوں وہیں ان کو دفن کر دینا چاہیے۔ منتقل کر کے دوسری جگہ پر لے جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا ہے۔

رات کو مجبوری کی بنا پہ دفن کیا جا سکتا ہے:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی فوت ہو گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

❶ مسند احمد: ۳/۳۹۷، ۳۹۸

❷ مسند احمد: ۳/۳۹۷، ۳۹۸

❸ مسند احمد: ۳/۳۹۷، ۳۹۸

اجمعین نے اس کو رات کو دفن کر دیا اور اس کا کفن بھی کوئی اچھا نہ بنایا۔رسول اللہ ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ نے منع کر دیا کہ کوئی فوت ہو جائے تو اس کو رات میں دفن نہ کیا کرو۔مگر کوئی مجبور ہو تو پھر آپ دفن کر سکتے ہیں۔ (۱) نبی ﷺ کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ مجبوری کے علاوہ رات میں دفن بھی نہیں کر سکتے۔اور دن کو بھی جن تین اوقات سے آپ ﷺ نے منع فرمادیا ہے ان اوقات میں دن کو بھی دفن نہیں کیا جا سکتا۔مجبوری کی بناء پر نبی ﷺ کے دور میں بھی رات کو دفن کیا گیا ہے۔سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے۔عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی فوت ہو گیا اس کو رات میں دفن کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے دفن میں شامل تھے۔اس کی قبر میں چراغ سے روشنی کی گئی۔ (۲)

رات کو مجبوری کی وجہ سے اگر دفن کرنا ضروری ہو گیا ہے تو پھر قبر پر روشنی کر سکتے ہیں بجلی اور چراغ وغیرہ سے روشنی کر سکتے ہیں ویسے رسول اللہ ﷺ نے جنازے پر آگ جلانے سے منع کر دیا ہے۔جاہلیت میں یہ رواج چلتا تھا جب کوئی فوت ہو جاتا تو لوگ آگ جلاتے تھے دور دور سے آگ دکھائی دیتی تو لوگ سمجھ لیتے کہ کوئی فوت ہو گیا ہے۔اس طریقہ کار سے نبی ﷺ نے منع کیا ہے۔ (۳)

البتہ قبر پر رات کو اندھیرے کی وجہ سے روشنی کر سکتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کی ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اسلام کو اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔گھر میں دفن نہیں کر سکتا۔رسول اللہ ﷺ

---

(۱) سنن أبی داود' كتاب الجنائز' باب فی الكفن' حدث: ۳۱۴۸. وصحيح مسلم' كتاب الجنائز' حديث: ۹۴۳. ونسائی' حديث: ۱۸۶۹.

(۲) سنن ابن ماجه' كتاب الجنائز' باب ماجآء فی الأوقات التی لا يصلی فيها علی الميت ولا يدفن' حديث: ۱۵۲۰. ترمذی' حديث: ۱۰۵۷

(۳) ابوداود' كتاب الجنائز' باب فی اتباع الميت بالنار' حديث: ۳۱۷۱

کی ذات گرامی اس اصول سے مستثنٰی ہے۔ نبی ﷺ نے شہداء معرکہ میدان جہاد میں شہید ہونے والوں کو وہیں دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ مقبرہ البقیع میں بھی دفن کرنے کی اجازت نہیں دی اور تین اوقات میں:

﴿۱﴾ سورج طلوع ہو رہا ہو'

﴿۲﴾ سورج غروب ہو رہا ہو'

﴿۳﴾ سورج نصف النہار پر ہو تو۔

ان اوقات میں میت کو دفن نہیں کر سکتے۔ اور رات کو دفن کرنے سے بھی پرہیز کیا جائے اگر مجبوری ہو اضطراری کیفیت ہو میت کے خراب ہونے بدبودار ہونے کا خدشہ ہو تو پھر رات کو بھی دفن کر سکتے ہیں' ویسے نہیں کر سکتے۔ ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ نمبر:۲۱

سامی اور دھانے والی قبر دونوں جائز ہیں

میت کو دفن کرنے کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے' قبر دو طرح کی بنائی جاتی ہے:

﴿۱﴾ ایک لحد' سامی والی قبر۔

﴿۲﴾ دوسری شق دھانے والی قبر۔

یہ دونوں قبریں بنانا درست ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی موجودگی میں دونوں طرح کی قبر تیار کی جاتی تھی۔ نسائی اور مسند احمد میں حدیث ہے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے تو آپ ﷺ کی قبر کا مسئلہ پیش آ گیا۔ کیا لحد والی قبر بنائی جائے یا شق دھانے والی قبر بنائی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ میں قبر بنانے والے دو آدمی ہیں ایک لحد سامی والی قبر تیار کرتا ہے اور ایک شق دھانے والی قبر تیار کرتا ہے دونوں کو پیغام بھیج دو۔ جو پہلے آ جائے گا وہ رسول کریم ﷺ کی قبر تیار کرے گا۔ چنانچہ دونوں کو پیغام بھیج دیا گیا۔ لحد سامی والا پہلے آ گیا اس نے رسول کریم ﷺ کی قبر لحد والی تیار کی۔ [1] اس سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دونوں قسم کی قبریں بنتی تھیں۔ دونوں قسم کی قبروں سے جو بھی کوئی بنا لے درست ہے حرج والی کوئی بات نہیں البتہ رسول کریم ﷺ نے لحد اور سامی والی قبر کو بہتر وافضل قرار دیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿۱﴾ مسند احمد: ۱۳۹/۳

«اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَیْرِنَا». ❶

لحد اور سامی ہمارے لیے ہے۔ شق اور دھانا دوسروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لحد اور سامی کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا افضل کام کرنا چاہیے افضل اور ترجیح والی قبر لحد ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ یعنی ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ نے ایک ہی موقعہ پر نام لے لے کر جنت کی بشارت سنائی۔ جب ان کا آخری وقت تھا تو انہوں نے ایک وصیت کی۔ ان کے بیٹے عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں والد محترم نے وصیت کی۔ «اِلْحَدُوا لِیْ لَحْدًا». میری قبر لحد والی بنانا: «وَانْصُبُوا عَلَیَّ اللَّبِنَ». لحد پر چنائی کچی اینٹوں کی کرنا۔ «کَمَا فُعِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ». ❷ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر تیار کی گئی تھی۔

قبر کو گہرا کھلا اور اچھا بنانا چاہیے:

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ «لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ. اُصِیْبَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ اُصِیْبَ». احد کے دن بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے۔ «وَاَصَابَ الْمُسْلِمِیْنَ جَرَاحَاتٌ». اور کافی سارے مسلمین زخمی ہو گئے۔ تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہر مسلمان کیلئے قبر بنانا دشوار ہے۔ مشکل کام ہے۔ «فَکَیْفَ تَاْمُرُنَا». آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَاحْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا وَاَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا. وَادْفِنُوا الْاِثْنَیْنِ

---

❶ ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی اللحد، حدیث: ۳۲۰۸. ترمذی، حدیث: ۱۰۴۵. نسائی، حدیث: ۲۰۰۹

❷ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اللحد ونصب اللبن علی المیت، حدیث: ۹۶۶.

وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ. وَقَدِّمُوا أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا».[1]
''قبریں وسیع اور گہری اور خوبصورت بناؤ۔ دو دو تین تین شہید ایک قبر میں دفن کر دو۔ اور جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہے اس کو پہلے رکھو قبلے کی طرف آگے رکھو۔''

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد محترم بھی غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کو بھی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ دفن کیا گیا ان کو قرآن مجید زیادہ یاد تھا اس لیے ان کو پہلے قبر میں اتارا گیا پھر دوسرے آدمی کو قبر میں اتارا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ قبر بنانا ضروری اور لازمی ہے۔ حالات خواہ مشکل ہوں۔ البتہ دو دو تین کے دفن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے مشکل اور دشواری کا حل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے قبریں ضرور کھودنا ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر وسیع کشادہ بنانا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میت کو تنگ کر کے قبر میں اتارا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے قبر کو گہرا بناؤ۔ تیسری پابندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عائد فرمائی ہے کہ قبر کو خوبصورت اور اچھا بناؤ۔ جان چھڑانے والی صورت پیدا نہ کرو۔ جنگ اور مشکل وقت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو خوبصورت اور اچھا بنانے کا حکم دیا ہے۔ اور اب مشکل نہ ہو دشواری بھی کوئی نہ ہو پھر بھی قبر کو ویسے ہی بنا دیا جائے بس جان چھڑانے والی بات ہو ایسا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابھی بچہ تھا اپنے والد کے ساتھ اور رسول اللہ کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھ گئے اور قبر بنانے والے کو تاکید کرنے لگے: «وَاَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ الرَّأْسِ. اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلَيْنِ».[2] سر والی جانب کو وسیع کر پھر آپ

[1] سنن نسائی' کتاب الجنائز' باب ما یستحب من توسیع القبر' حدیث: ۲۰۱۱
[2] مسند احمد: ۴۰۸/۵

ﷺ نے فرمایا پاؤں والی جانب کو بھی کشادہ کر۔اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قبر کو وسیع کرنا اور خوبصورت بنانا بڑا اہم ہے۔لہٰذا قبر بناتے وقت قبر کو وسیع کرنا قبر کو گہرا بنانا قبر کو کشادہ بنانا انتہائی ضروری ہے۔اگر نہ بناؤ گے تو رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرو گے۔

میت کو قبر میں کون اتارے:

دفن کے احکام بیان ہو رہے ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے مستدرک حاکم میں ہے۔امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا «فَلَمْ اَرَ شَیْئًا»۔ جو چیز دوسری میتوں پر نظر آتی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ پر نہیں دیکھی۔«فَکَانَ طَیِّبًا حَیًّا وَّمَیِّتًا»۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی طیب تھے۔نبی کریم ﷺ کو دفن کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے دوسرے عباس تھے تیسرے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور چوتھے صالح مولی رسول اللہ ﷺ تھے۔[1] ان چار اشخاص نے نبی کریم ﷺ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔اور یہ چاروں ہی نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار اور تعلق دار تھے۔عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا تھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔اور نبی کریم ﷺ کے داماد تھے اور فضل بن عباس نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور صالح نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

اس سے پتہ چلا ہے کہ میت کے قریبی رشتہ دار اس کو دفن کریں۔قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ﴾ [2]

---

(۱) مستدرك حاكم: ۱/۳۶۲

(۲) سورة الأنفال' آيت: ۷۴

رشتے داروں میں بعض کا تعلق بعض سے زیادہ ہوتا ہے کچھ قرابتیں بلاواسطہ ہوتی ہیں اور کچھ قرابتیں بالواسطہ۔ البتہ میت کے رشتہ دار اولیاء اس کو قبر میں اتاریں۔ رسول کریم ﷺ کی بیٹی فوت ہوگئی عثمان بن عفان کی اہلیہ بعض روایات میں رقیہ کا نام ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب ان کو قبر میں اتارنے کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ».

''تم میں کون ہے جس نے رات کوئی گناہ نہیں کیا۔''

بہت سارے شارحین نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رات تم میں سے کون اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا انا۔ میں نے رات مقارفت نہیں کی۔ رسول کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو کہا آپ میری بیٹی کو قبر میں اتاریں۔ [1] اس حدیث سے پتہ چلا کہ میت کو قبر میں اتارنے والے نیک اور صالح آدمی ہونے چاہئیں بالخصوص جنہوں نے رات مقارفت بھی نہ کی ہو۔

عبد الرحمان بن ابزی کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے چار تکبیریں نماز جنازہ میں پڑھیں۔ بعد میں انہوں نے امہات المومنین کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ آپ کن کے متعلق خیال کرتیں ہیں کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے فرمایا جو ان کو زندگی میں دیکھتا تھا وہی ان کو قبر میں دفن کرے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صدقتن. [2] آپ نے سچ فرمایا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ عورت کو قبر میں اس کے محرم رشتہ دار اتاریں۔ یہ بہتر ہے۔ ویسے کوئی دوسرا نیک اور

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرءۃ، حدیث: ۱۲۷۷

[2] الطحاوی: ۳/۳۰۴. سنن البیہقی: ۴/۵۳

صالح آدمی بھی اتار سکتا ہے جیسا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

خاوند اپنی اہلیہ کو دفن کر سکتا ہے:

خاوند اپنی بیوی کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ اس میں حرج والی کوئی بات نہیں کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جب وہ فوت ہوتی ہے تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ یہ بات غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے سر میں درد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں کہہ رہی تھی وَا رَأْسَاهُ. سر میں درد کی وجہ سے میں تکلیف محسوس کر رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! رضی اللہ عنہا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اگر میری موجودگی میں تیرا وقت آ گیا تو میں تیری تجہیز و تکفین کروں گا اور تجھے خود دفن کروں گا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی اس سے پتہ چلتا ہے کہ میں فوت ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غم اور فکر محسوس نہیں کرنا اور ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس بھی چلے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا وا رأساهُ یہ پریشانی تو میرے لیے ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا جاؤ اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی عبدالرحمان کو بلا کر لاؤ۔ میں ابھی لکھ کر دے دوں لیکن:

((وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ)). [1]

اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ دوسروں کا انکار کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر بنیں گے۔ میں یہ بات لکھ دیتا ہوں تا کہ کوئی کسی قسم کی بات نہ کر سکے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو دفنا سکتا ہے۔ میاں بیوی کا تعلق ہی بہت گہرا تعلق ہے۔ البتہ کوشش یہی کرنا چاہیے کہ نیک اور متقی لوگ میت کو دفن کریں۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔

---

[1] مسند امام احمد: ۶/ ۱۴۴

خطبہ نمبر: ۲۲

میت کو قدموں کی طرف سے داخل کرنا سنت ہے

پچھلے جمعہ میں یہ بات بیان ہوئی کہ میت کو قبر میں کون اتارے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کیا گیا اور اس موضوع پر گفتگو ہوئی آج کی فرصت میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ میت کو قبر میں کسطرف سے اتارا جائے۔ مشرق کی طرف سے اتارا جائے یا مغرب کی طرف سے اتارا جائے یا شمال کی طرف سے اتارا جائے یا جنوب کی طرف سے اتارا جائے کس طرف سے اتارا جائے؟

اس سلسلے میں ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں حدیث موجود ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے صحیح علی شرط الشیخین. حافظ ذہبی نے تلخیص میں امام حاکم کی تائید فرمائی ہے کہ واقعی یہ حدیث علی شرط الشیخین صحیح ہے۔ حدیث یہ ہے کہ حارث رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت تھا۔ انہوں نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ چنانچہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے وارثوں نے عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے حارث رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد جب قبر میں دفنانے لگے تو عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے حارث رحمۃ اللہ علیہ کو قدموں کی طرف سے قبر میں داخل کیا۔ مغرب اور مشرق کی طرف سے داخل نہ کیا شمال کی طرف سے داخل کیا ہمارے حساب سے

جنوب کی طرف سے داخل کیا۔حجاز کے حساب سے مدینہ منورہ میں مشرق کی جانب بنتی ہے۔کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے۔جب میت کا منہ قبلہ کی طرف کریں اور قبلہ جنوب کی طرف ہو تو پائنتی یعنی قدموں کی سمت مشرق کی طرف بنتی ہے۔عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ قدموں کی طرف سے داخل کرنے کے بعد فرمانے لگے: «هَذَا مِنَ السُّنَّةِ».[1] یہ سنت ہے۔اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب سنت کا لفظ بولا جائے تو مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی ہے۔اور کسی کی سنت مراد نہیں ہوتی۔صحیح بخاری میں ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امیر حج کو یہ بات کہی اگر آپ سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو پھر عرفات میں وقوف کی خاطر ابھی چل پڑو۔سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کا لفظ بولتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد لیتے ہیں۔«هَلْ يَعْنُونَ بِهَا إِلَّا سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ». تو عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ قدموں کی طرف اتارنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔عام طور پر ہم لوگ جب قبر میں میت اتارتے ہیں تو قبلے کی طرف سے اتارتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ہمیں علم ہی نہیں۔عمل تو تب ہوتا ہے جب علم ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے لاعلمی کی وجہ سے ہمارا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔الا ماشآء اللہ. چند لوگ ہوں گے جو اس سنت پر عمل کرتے ہیں۔وگرنہ اکثر لوگوں کو اس سنت کا علم ہی نہیں۔قبلہ کی طرف سے اتارنے کی ایک دلیل پیش کی جاتی ہے کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا گیا تھا۔اس روایت کو بنیاد بنا کر لوگ میت کو قبلہ کی طرف سے اتارتے ہیں لیکن یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ہے جو کہ تدلیس کے عادی تھے۔بہت سارے

---

[1] ابو داود، كتاب الجنائز، باب في الميت يدخل من قبل رجليه، حديث: ٣٢١١

محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے [1] اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے۔امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک بڑے پتہ کی بات لکھی ہے۔فرماتے ہیں مجھے ان لوگوں نے یہ خبر دی ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو حجرے کے اندر سے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر قبلہ کی دیوار کے بالکل ساتھ ملی ہوئی ہے ۔رسول کریم ﷺ کی قبر قبلہ والی دیوار کے بالکل ساتھ ہے۔جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور پھر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی زیارت کرتے ہیں وہ اس چیز کو جانتے ہیں ان کے مشاہدہ میں ہے۔آدمی دروازے سے کمرے میں داخل ہو تو دائیں طرف قبلہ ہے۔بالکل قبلہ کی دیوار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی قبر ہے۔اور آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی قبر لحد' سامی والی تھی' قبر اگر قبلہ کی دیوار کے ساتھ ہو تو لحد والی قبر نے اور قبلہ کی طرف جانا ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جنہوں نے مجھے خبر دی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قبلہ والی طرف کمرے میں چارپائی رکھنے کی جگہ ہی نہیں بنتی۔تو پھر انہوں نے کیسے آپ کو قبلہ کی طرف سے اتارا؟امام شافعی فرماتے ہیں یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی طرف سے اتارا گیا تھا یہ واقع کے اور نفس الامر کے ہی خلاف ہے۔اور سند بھی اس روایت کی پایہ ثبوت کو نہیں کو پہنچی۔ [2] اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ پائنتی قدموں والی جانب سے میت کو قبر میں داخل کیا جائے۔یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔جن لوگوں کو اس حدیث کا پتہ چل گیا ہے وہ ان شاءاللہ اس پر ضرور عمل کریں گے۔

میت کو قبر میں کیسے رکھنا ہے:

حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے "**المحلی**" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور

---

(1) تقریب التہذیب

(2) کتاب الأم للشافعی

سے لے کر آج تک یہ عمل ہے کہ میت کا سر قبلہ سے دائیں طرف ہوتا ہے اور قبلہ کے بائیں طرف میت کی ٹانگیں ہوتی ہیں اور میت کو قبلہ کی جانب کر کے رکھا جاتا ہے۔

لیکن عام طور پر یہاں میت کو چت لٹا دیتے ہیں اور منہ قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں باقی ساری میت قبلہ رخ نہیں ہوتی ۔ یہ طریقہ صحیح اور درست نہیں۔ بلکہ ساری میت قبلہ کی طرف ہو۔ جیسے آدمی سوتے وقت ساری کروٹ ہی قبلہ کی طرف کرتا ہے اس طرح میت کو بھی قبر میں رکھنا چاہیے۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر ہمارے دور تک یہی طریقہ چلا آ رہا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف اور نزاع نہیں۔ [1]

قبر پر مٹی ڈالنا:

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قبر پر مٹی ڈالنے میں شریک ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے تین تین لپیں قبر پر ڈالتے۔ [2] اسی طرح آدمی دونوں ہاتھ بھر کر بھی ڈال سکتا ہے ۔زیادہ بھی ڈال سکتا ہے۔ جتنی مٹی زیادہ ڈالے گا اتنا ثواب زیادہ ہوگا۔

کئی لوگوں نے مٹی ڈالتے وقت

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾ [3]

---

(۱) المحلی لابن حزم: ۵/۱۷۳.

(۲) ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی حثو التراب فی القبر، حدیث: ۱۵۶۵

(۳) سورة طه، آیت: ۵۵.

امام شوکانی نے "السیل الجرار" میں لکھا ہے یہ ایسا معروف فعل ہے کہ جو دلیل کا محتاج نہیں۔
"احکام الجنائز" میں علامہ البانیؒ نے لکھا ہے، عہد رسالت سے آج تک اہل اسلام اسی پر عمل پیرا ہیں۔ (محمدی)

کو تلاوت کرنا بھی لازمی قرار دیا ہے۔ اور کئی زیادہ سمجھ دار لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ﴾ پڑھو اور دوسری مرتبہ کے ساتھ ﴿فِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ اور تیسری مرتبہ کے ساتھ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾ پڑھو۔

اور اس سلسلے میں ایک روایت کا سہارا بھی لیا جاتا ہے لیکن وہ روایت بالکل ہی کمزور ہے۔ پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہی نہیں۔ اس روایت میں عبید اللہ اور دوسرا راوی علی بن یزید ہے دونوں ہی ضعیف ہیں کسی ایک محدث نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا۔ بلکہ حافظ ابن حبان تو فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ مٹی کی لپیں ڈالنا ثابت ہیں' اس میں کوئی شک نہیں لیکن ان کے ساتھ آیت کی تلاوت کرنا ثابت نہیں۔ ہاں البتہ میت کو قبر میں اتارتے وقت رسول اللہ ﷺ سے کچھ کلمات ثابت ہیں۔ آپ ﷺ خود بھی پڑھتے تھے اور امت کو بھی آپ ﷺ نے حکم دیا ہے یہ پڑھا کرو۔

«بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ». (1)

بعض روایتوں میں سنة کی جگہ ملة کا لفظ بھی آیا ہے۔

«بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ».

دونوں طرح آدمی پڑھ سکتا ہے۔ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ «بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ». (2) بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور امت کو پڑھنے کی تلقین بھی کی ہے۔ جب میت کو قبر میں اتارنا ہے اس وقت یہ کلمات پڑھنا ہیں۔ عام طور پر ان حکموں سے لوگ غافل ہیں لیکن جو لوگوں نے اپنی طرف

---

(1) سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب فی الدعاء للمیت إذا وضع فی قبره، حدیث: ۳۲۱۳.

(2) جامع الترمذی، کتاب الجنائز، حدیث: ۱۰۴۶

سے طریقے بنائے ہوئے ہیں ان پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ بڑے شوق اور جذبے سے ان پر عمل کیا جاتا ہے اور جوان کے طریقے پر عمل نہ کرے اس کو ملامت کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ نمبر: ۲۳

قبر کی اونچائی

رسول کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُلْحِدَ لَهُ لَحْدٌ وَنُصِبَ عَلَى قَبْرِهِ اللَّبِنُ نَصْبًا وَرُفِعَ قَدْرُهُ نَحْوًا مِنْ شِبْرٍ». (1)

''نبی ﷺ کیلئے لحد اور سامی بنائی گئی اور آپ کی لحد پر کچی اینٹیں لگائی گئیں اور نبی ﷺ کی قبر کو زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا گیا۔''

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قبر کو زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچا بنانا چاہیے۔ بہت زیادہ اونچا بنانا درست نہیں اور بہت زیادہ پست بالکل زمین کے برابر بنا دینا یہ بھی درست نہیں۔ ایک بالشت یا اس سے تھوڑی اونچی ہو جائے یا تھوڑی سی کم ہو جائے ٹھیک ہے۔

قبر کوہان نما ہو:

قبر بناتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ قبر کوہان نما ہو۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ سفیان تمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں «رَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّمًا». (2)

---

(1) صحیح ابن حبان، و سنن البیهقی: ۴۱۵/۳

(2) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، حدیث: ۱۳۲۵

رسول اللہ ﷺ کی قبر میں نے دیکھی وہ کوہان نما تھی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر فرماتے ہیں: «دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ». میں ام المومنین کے پاس گیا یہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ محمد بن ابی بکر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے ان کے بیٹے ہیں قاسمؒ۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی پھوپھی صاحبہ بنتی ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا مجھے نبی ﷺ کی قبر دکھاؤ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی ﷺ کی قبر دکھائی۔ قاسمؒ فرماتے ہیں اس حجرے میں تین قبریں تھیں۔ نبی ﷺ کی قبر، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر۔ فرماتے ہیں تینوں قبریں کوھان نما تھیں نہ زیادہ اونچی تھیں اور نہ ہی زمین کے ساتھ برابر تھیں۔ «مبطوحة ببطحاء ارسة الاحمر». فرماتے ہیں اس پر چھوٹے چھوٹے سرخ سنگریزے تھے۔ قاسم بن محمد یہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔ اب عام طور پر رواج یہ بن گیا ہے کہ قبر بہت ہی زیادہ اونچی بنا دیتے ہیں۔ یہ رواج درست نہیں۔

اونچی قبروں کو برابر کر دینا چاہیے:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوالھیاج اسدی کو فرمایا کیا میں آپ کی وہ ذمہ داری لگاؤں جو ذمہ داری رسول اللہ ﷺ نے میری لگائی تھی؟

«لَا تَدَعِ تِمْثَالًا اِلَّا طَمِسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ». [1]

’’کوئی مورتی اور تصویر آپ کو نظر آئے اس کو مٹا دو ختم کر دو۔ اور جو بھی قبر اونچی نظر آئے اس کو برابر کر دو۔‘‘

برابر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جتنی اس کی بلندی چاہیے اتنی کرنا ہے۔ بالکل زمین کے برابر نہیں کرنا۔ کیونکہ قبر کے بھی کچھ احکام ہیں۔ اگر بالکل برابر

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر، حدیث: ۹۶۹

کر دیں تو پھر اس کے احکام کا کیسے پتہ چلے گا۔ مثلا قبر پر بیٹھنا نہیں۔ نبی ﷺ نے قبر پر بیٹھنے سے منع کر دیا ہے۔ اگر بالکل قبر برابر ہوگی تو پھر آدمی کو کیسے پتہ چلے گا یہ قبر ہے اور اس پر نہیں بیٹھنا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے قبر کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اگر قبر بالکل برابر ہوگی تو پھر کیسے پتہ چلے گا یہ قبر ہے اس کی طرف منہ نہیں کرنا ہے۔ قبر کے کچھ احکام ہیں اس لیے قبر کی جتنی ضرورت ہے اتنی قبر ضرور بنائے۔ اہل علم نے حدیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ قبر سے جتنی مٹی نکلتی ہے اتنی مٹی قبر پر ڈالنا چاہیے۔ تو اتنی مٹی ڈالنے سے گڑھے والی دھانے والی قبر کچھ زیادہ اونچی ہوگی اور لحد والی قبر ذرا کم اونچی ہوگی۔

قبر پر بخشش کی دعا کرنا:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب قبر تیار ہو جاتی تو نبی ﷺ قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے:

«اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ. وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ. «فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ». [1]

"اپنے اس بھائی کیلئے بخشش کی دعا کرو۔ اور اس کیلئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔ تاکہ وہ ثابت قدم رہے۔"

مسند ابی عوانہ میں حدیث ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کے جنازے پر ہم حاضر ہوئے۔ «فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهِ». نبی کریم ﷺ جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور اس کیلئے دعا کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قبر کے تیار ہونے کے بعد قبلہ رخ منہ کر کے میت کے لیے بخشش کی

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت، حديث: ٣٢٢١

دعا کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے اور عمل بھی ہے۔ کئی لوگ قبر کے تیار ہونے کے بعد سر کی طرف اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرۃ کی آخری آیات پڑھتے ہیں۔ یہ چیز نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ کتابوں میں کئی روایات لکھی ہوئی ہیں لیکن وہ روایات نبی ﷺ سے پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتیں۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات اور قبر پر پتھر یا اس جیسی کوئی نشانی رکھنا:

رسول کریم ﷺ قبر پر کوئی پتھر بطور نشانی رکھ لیتے تھے۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مہاجر صحابی تھے۔ بہت نیک صحابی تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو انصار کے ایک گھر کے سپرد کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ جب یہ بیمار ہوئے تو انصار کے اس گھرانے نے ان کی بہت دیکھ بھال کی لیکن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔ جب فوت ہوئے تو اس گھر کی ایک عورت نے کہا' «هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ». بڑا نیک آدمی تھا یہ جنتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا پیغمبر ہوں میں یہ بات نہیں کہتا آپ کیوں کہتے ہیں۔ علی وجه الجزم کسی کے متعلق یہ بات نہیں کہی جا سکتی ہے۔ ان شاء اللہ کی قید لگا لے یا اپنے علم کی قید لگا لے کہ میرے علم کے مطابق یہ جنتی ہے۔ ویسے نیک اور صالح کسی کو کہہ سکتا ہے۔ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی تعریف کی آپ ﷺ نے فرمایا «وَجَبَتْ». واجب ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنت واجب ہوگئی۔ «أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ». [1] تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب فیمن اثنی علیه خیرا أو شرا من الموتی' حدیث: ۹۴۹

النَّاسِ ۝ (۱)

بہر حال نیک اور صالح کسی کو کہہ سکتے ہیں عثمان بن مظعون بہت نیک اور صالح آدمی تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ باہر نکلے تو ٹھنڈے میٹھے پانی کا ایک چشمہ دیکھا اس کے پاس سبزہ بھی بہت زیادہ تھا۔ یہ چیز دیکھ کر دل میں خیال آ گیا کہ آبادی میں رہنے کا کیا فائدہ ہے۔ یہیں پر ڈیرہ لگا لیتا ہوں۔ بکریاں رکھ لیتا ہوں اور یہیں اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ پھر یہ بھی دل میں خیال آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے پوچھ لوں کہ اس کی اجازت بھی ہے کہ نہیں۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خیال سے آگاہ کر کے پوچھا کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ معاشرہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرو اور دوسروں کے حق بھی ادا کرو۔ (۲) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے فرمایا رب تعالیٰ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے مہمانوں کا بھی تجھ پر حق ہے اور بیوی کا بھی حق ہے اور ہر حق والے کا حق ادا کر۔ (۳) صرف اللہ کا حق ہی انسان ادا کرتا رہے اور دوسروں کا حق ادا نہ کرے اس کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ نصرانیوں اور یہودیوں نے یہ نظام بنا لیا تھا۔

۝ وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ۝ (۴)

"رہبانیت (الگ تھلک رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہنا) یہ اہل کتاب نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے

---

(۱) سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۴۳

(۲) جامع ترمذی' کتاب فضائل الجهاد' حدیث: ۱۶۵۰

(۳) صحیح بخاری' کتاب الأدب' باب صنع الطعام والتکلف للمیت' حدیث: ۶۱۳۹

(۴) سورۃ الحدید' آیت: ۲۷

ہیں:) ہم نے ان پر نہیں لکھی تھی۔“

انہوں نے یہ چیز اللہ کی رضا کی خاطر ایجاد کی تھی۔ لیکن انہوں نے شیطان کی رضا حاصل کرنا شروع کر دی۔ حجروں میں مجرے شروع کر دیے۔ اب بھی آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ راہب اور راہبہ نے کیا کام کیا ہے۔ مقصد تو اللہ کی رضا ہے اور اللہ کی رضا اللہ کے حکموں کی تعمیل میں ہے۔ رھبانیۃ میں نہیں ہے۔ نہ خویش و اقارب کی پرواہ نہ شادی بیاہ کی پرواہ الگ تھلگ کٹیا بنا کے بیٹھ جائے یہ چیز اسلام میں جائز نہیں۔ نبی ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو فرمایا آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اگر نبی ﷺ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل کی اجازت دے دیتے رھبانیۃ اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی عبادت کرنے کی اجازت دے دیتے تو ہم نے خصی ہو جانا تھا۔ [1] یعنی ہم نے بھی تارک دنیا بن جانا تھا۔ گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بہت نیک صحابی تھے فوت ہو گئے۔ نبی ﷺ ان کے جنازے پر گئے جب ان کو دفن کر دیا گیا تو نبی ﷺ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ فلاں پتھر اٹھا کر لاؤ تاکہ اس کو سر والی طرف رکھ دیں۔ جب وہ آدمی اس پتھر کو اٹھانے کے لیے گیا تو اس سے پتھر اٹھایا نہ گیا رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اس کے ساتھ پتھر اٹھایا اور اس کو قبر کی سر والی جانب رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي». [2]

میں نے یہ پتھر اس لیے رکھا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر کو پہچان لوں۔ لہٰذا نشانی کے طور پر سر کی طرف پتھر رکھنے کی شرعاً اجازت ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء، حدیث: ۵۰۷۴.

(۲) ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم، حدیث: ۳۲۰۶

البتہ کتبے لکھنا اور پتھروں پر لکھائی کرانا یہ ثابت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے اور قبروں پر چراغ جلانے سے منع کر دیا۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ آگ پر پکی ہوئی اینٹیں نہیں رکھ سکتے رسول اللہ ﷺ نے آگ کو یا آگ سے پکی ہوئی چیز کو قبر پر لگانے سے منع کر دیا ہے۔

قبر پر میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنا:

کئی لوگ قبر پر کھڑے ہو کر میت کو تلقین کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ تیرا رب اللہ ہے تیرا دین اسلام ہے تیرا نبی ﷺ محمد ہیں۔ مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ یہ میت صحیح جواب دے سکے۔ لیکن یہ چیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ خود اپنی طرف سے یہ عمل کر رہے ہیں رسول اللہ ﷺ سے جو دعا ثابت ہے وہ کریں

«اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْاٰخِرَةِ كَمَا ثَبَّتَّهُ فِي الدُّنْيَا».

یا اللہ اس فوت ہونے والے کو ثابت قدم رکھ جس طرح تو نے دنیا میں تا حیات اس کو کلمہ پر ثابت قدم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ [1]

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں بھی قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالم لوگ راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جو مشیت ہے وہ کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے یہ آیت قبر کے متعلق ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے' آمین۔

---

(۱) سورة إبراهيم' آيت: ۲۷

(۲) صحيح بخاری' كتاب الجنائز' باب ما جاء في عذاب القبر' حديث: ۱۳۶۹

خطبہ نمبر: ۲۴

قبر پر دعا کرنا

نبی اکرم ﷺ میت کو دفنانے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ قبر پر قبلہ رخ منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے۔ (۱)

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ اب میت سے سوال ہو رہے ہیں اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ (۲)

یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اب رواج بن چکا ہے کہ جب میت کو دفنا کر ستر قدم واپس آتے ہیں پھر اس کے لئے دعا کرتے ہیں یہ رواج رسول اللہ سے ثابت نہیں ہے۔ جس طرح نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب یا کوئی دوسرا آدمی اعلان کرتا ہے کہ سبھی تشریف رکھیں میت کے لئے سورۃ فاتحہ اور قل شریف پڑھیں پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے یہ طریقہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ سورۃ فاتحہ نماز جنازہ کے اندر ہے وہاں تو پڑھی نہیں۔ جہاں اس کا مقام تھا وہاں تو بغیر فاتحہ کے نماز جنازہ پڑھا دی اور جہاں سورۃ کا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں وہاں پڑھنی شروع کر دی۔ اس آدمی کو سوچنا چاہیے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا

---

(۱) مسند امام احمد، ۶/۹۲، حدیث: ۲۴۰۹۱ موطا امام مالك، كتاب الجنائز، حديث: ۵۱۱

(۲) سنن ابی داود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت فى وقت الانصراف، حديث ۳۲۲۱

اتباع نہیں کرنا تو رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے کا کیا مقصد ہے اہلحدیث اور اہلسنت کہلانے کیا فائدہ؟ جب حدیث اور سنت پر عمل ہی نہیں کرنا۔ صرف زبانی کلامی جمع خرچ کا کیا فائدہ؟

زندگی میں اپنی قبر بنانا:

کچھ بزرگ جو اپنے آپ کو بڑا نیک سمجھتے ہیں اور لوگ بھی ان کو نیک سمجھتے ہیں انہوں نے یہ طریقہ شروع کیا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی قبر تیار کروا لیتے ہیں یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں ان کے فوت ہو جانے کے بعد تیار کی جاتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مشورہ کیا کہ آپ کی قبر لحد والی بنائی جائے یا دھانے والی بنائی جائے؟ مدینہ منورہ میں دو آدمی تھے ایک لحد والی قبر بناتا تھا اور دوسرا دھانے والی قبر بناتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کی طرف پیغام بھیج دیا جائے جو پہلے آ جائے گا وہ قبر تیار کرے گا چنانچہ پہلے لحد اور سامی بنانے والا آ گیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک لحد والی تیار کی۔ [1]

بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر وفات کے بعد تیار ہوئی تھی زندگی میں قبر بنانا نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں ہے اور نہ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

زندگی میں قبر بنانے والوں کا بہانہ اور ان کا رد:

زندگی میں قبر تیار کرنے والے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اس طرح آخرت کی یاد تازہ رہتی ہے اور قبر کو دیکھ کر موت یاد رہتی ہے۔

قرآن و سنت میں موت کو یاد رکھنے کے طریقے موجود ہیں۔ نبی اکرم

{۱} مسند احمد: ۱۳۹/۳۔ مشکل الاثار للطحاوی: ۴۵/۴

ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موت کو یاد کیا کرتے تھے جو طریقہ ان کا تھا اس کو اپنانا چاہیے مثلاً کسی نہ کسی دن کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھے پھر دفن کرنے تک اس کے ساتھ رہے اس کو دو قیراط ثواب ملے گا اور موت بھی یاد رہے گی۔ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کیا کرو۔ پہلے نبی اکرم ﷺ نے اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کرنے سے بھی منع فرما دیا تھا پھر فرمایا:

«كُنتُ نَهِيتُكُم عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا».

''اب آپ اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کرلیا کرو''

«فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ».

''کیونکہ اس سے آپ کو آخرت یاد آئے گی۔'' (1)

قرآن مجید میں آخرت کے متعلق بہت ساری آیات ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں آخرت کے متعلق ایک مکمل مضمون ہے «تَذْكِيرٌ بِالْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ». موت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیدار کیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرے اس سے اس کو آخرت یاد آئے گی۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں آخرت کے متعلق بہت ساری معلومات ہیں ان کا مطالعہ کرے اہل علم نے اس مضمون پر بہت ساری کتابیں لکھیں ہیں۔ تذکرۃ الموت ایک نئی کتاب لکھی گئی ہے مولانا اکرم شاہ صاحب گیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے اس کا مطالعہ کریں اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں ان کا مطالعہ کریں۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ابه فی زیارة قبر امه، حدیث: ۹۷۶۔ نسائی، حدیث: ۲۰۰۲۔ ابو داؤد، حدیث: ۳۲۳۴

الغرض رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اپنانا چاہیے اپنی زندگی میں قبر تیار کرانا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں اور نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔ بعض دفعہ انسان کو موت بہت دور دراز جگہ پر آجاتی ہے اگر قبر پہلے تیار کروائی ہو تو پھر بعد والوں کے لئے پریشانی بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾

"کسی نفس کو پتہ نہیں کہ کس سرزمین اس نے فوت ہونا ہے۔"[1]

گھر پر ہو، دوکان پر ہو، یا باہر کسی ملک میں پہنچا ہوا ہو موت وہاں پر بھی آجاتی ہے۔ اس کا کسی کو کوئی پتہ نہیں ہے اگر دور کہیں فوت ہو گیا تو پھر گھر والوں کے لئے پریشانی بن جائے گی کیونکہ قبر اس نے یہاں بنوائی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہی بہتر ہے خطبہ مسنونہ میں بھی آپ ہر وقت سنتے رہتے ہیں:

"وخیر الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم".

سب طریقوں سے بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے

اور آپ کی سیرت سب سے بہترین سیرت ہے۔

تعزیت کرنا:

تعزیت "عزّی یعزّی" کا مصدر ہے اس کا معنی ہوتا ہے دوسرے کو تسلی دینا اس کی ڈھارس بنانا اس کو صبر کی تقلین کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جن کا آدمی فوت ہو جاتا ان کے گھر جاتے ان کو صبر کی تلقین کرتے۔ اطمینان دلاتے تسلی دیتے۔ نسائی میں حدیث ہے اور مستدرک حاکم میں بھی آتی ہے امام حاکم نے فرمایا ہے صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے مستدرک حاکم کی تلخیص کی ہے، اس میں انہوں نے امام حاکم کی تائید کی ہے کہ

[1] سورۃ لقمان: ۳۴

واقعتاً یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں ایک آدمی وقتاً فوقتاً بیٹھتا تھا اس کا ایک چھوٹا سا بیٹا تھا وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا وہ اس کو اپنی گود میں بٹھا لیتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنتا ایک دن نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا تجھے اپنے بیٹے سے محبت ہے! اس نے کہا ہاں مجھے اس سے محبت ہے جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس طرح آپ سے محبت کرے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو اپنے بیٹے سے بہت ہی زیادہ محبت تھی۔

کچھ دن گزرے وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں نہ آیا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا وہ آدمی اب مجلس میں نہیں آتا کیا وجہ بنی ہے صحابہ کرام ؓ نے بتایا کہ اس کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا ہے اس پریشانی کی وجہ سے وہ مجلس میں شریک نہیں ہو رہا۔

رسول اللہ ﷺ تعزیت کی خاطر اس کو ملنے گئے اس کو صبر کی تلقین کی اور اس کو کہا کیا تجھ کو پسند ہے کہ تو اس کے ساتھ دنیا میں لطف اندوز ہوتا یا یہ پسند ہے کہ آخرت کو جنت کے دروازے پر کھڑا تیرا انتظار کر رہا ہو اور کہے ابا جان جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ صحابی کہنے لگے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑا ہو اور مجھے کہہ رہا ہو ابا جی آپ جنت میں داخل ہو جائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فذاك لك» اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ چیز عطاء کر دی ہے۔ [1]

کیونکہ چھوٹا بچہ تھا بلوغت کو نہیں پہنچا تھا صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا

---

[1] سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب فی التعزیة، حدیث: ۲۰۸۸

الْجِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ اِيَّاهُمْ»۔

’’جس مسلم کے تین بچے فوت ہو جائیں جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے تھے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کو جنت میں اپنے فضل کے ساتھ داخل کریں گے ۔‘‘ (۱)

بعض روایات میں ایک بچے کا ذکر بھی آیا ہے ۔ جس کا ایک بچہ فوت ہو گیا بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی جنت میں داخل کریں گے ۔ بشرطیکہ صبر کرے اور ثواب کا ارادہ رکھے ۔ (۲)

نبی اکرم ﷺ نے جب اس آدمی کو کہا کہ «فذلك لك» یہ تیرے لیئے ہیں یعنی تیرا بچہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہو کر تیرا انتظار کرے گا ۔ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا یہ اس کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا «لكلكم» یہ تم سب کے لئے ہے جس کا بھی نابالغ بچہ فوت ہو گیا وہ اس کے لئے جنت کا دروازہ کھلا رہا ہو گا اور اس کو دعوت دے گا ۔ اس بات سے اس صحابی کو کتنا صبر آیا اور کتنی تسلی ملی ۔ یوں رسول اللہ ﷺ کسی کو حوصلہ دیتے تھے ۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایک حدیث بیان کی ہے اس کو شیخ البانی نے حسن کہا ہے حدیث یہ ہے کہ انس بن مالک فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَزّٰى اَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فِي مُصِيْبَةٍ كَسَاهُ اللهُ حُلَّةً خَضْرَاءَ يُحْبَرُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ»۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حدیث ۱۲۴۸

(۲) فتح الباری، شرح بخاری، باب فضل من مات له ولد. فاحتسب

”جو شخص اپنے مومن بھائی کو اس تکلیف میں تسلی کی تلقین کرے اور اس کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سبز رنگ کا لباس پہنائے گا۔“ (1)

رسول اللہ ﷺ نے «یحبر بھا» فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر رشک کیا جائے گا دوسرے اس پر رشک کریں گے کاش یہ لباس ہمیں بھی مل جائے۔

یہ فضیلت ہے تعزیت کرنے کی لیکن ہم اس معاملہ میں سستی سے کام لیتے ہیں۔

تعزیت کے متعلق ایک ضعیف روایت کی نشاندہی:

کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کی مصیبت میں تعزیت کرتا ہے اور اس کو صبر کی تلقین کرتا ہے تو اس کو بھی اتنا ہی اجر وثواب ملے گا جتنا تکلیف والے کو ملتا ہے۔ (2)

یہ روایت کمزور ہے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں اور امام نووی نے مجموع میں اور شیخ البانی نے ارواء الغلیل میں اس کے ضعف کو واضح کیا ہے ویسے تعزیت والی دوسری صحیح روایات موجود ہیں ان کو بیان کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

(1) تاریخ بغداد ۷/۳۹۷

(2) ارواء الغلیل

خطبہ نمبر: ۲۵

تعزیت کے متعلق چند احادیث

آج کی فرصت میں تعزیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنا مقصود ہیں۔

تعزیت کے متعلق پہلی حدیث:

یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن کبری للبیہقی میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا یا بیٹی سخت بیمار تھی اکثر احادیث میں بیٹی کا ذکر ہے «أمامة بنت أبي العاص بن ربيع رضی اللہ عنہا» صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے امامہ کو اٹھا کو نماز پڑھی رکوع اور سجدے جاتے وقت زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اس کو اٹھا لیتے۔ [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو امامۃ بنت ابی العاص ابن ربیع سے بہت پیار تھا ابوالعاص بن ربیع آپ کے سب سے بڑے داماد تھے ان کے متعلق آپ نے فرمایا:

«حَدَّثَنِي فَصَدَّقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَا لِيْ».

''انہوں نے جب بھی مجھ سے بات کی ہے تو سچی کی ہے اور جب بھی کوئی وعدہ کیا ہے تو سچا کیا ہے (یعنی اس کو پورا کیا ہے)۔'' [2]

{1} صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا حمل جاریة صغیرة علی عنقه فی الصلاۃ، حدیث ۵۱۶

{2} صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اصهار النبی منهم ابوالعاص بن الربیع، حدیث ۳۷۲۹

اس نے صدق اور وفا کا دامن نہیں چھوڑا۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ سب سے بڑے داماد ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے ان کی بیٹی امامۃ بنت ابی العاص کی شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

امامہ بنت ابی العاص بن ربیع رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ بیمار ہوگئیں زینب رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ میری بیٹی بیمار ہے آپ تشریف لائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد کو بھیجا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو تسلی دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا میری بیٹی کو ان الفاظ سے تسلی دینا:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلِلّٰهِ مَا أَعْطٰى».

”جو چیز اللہ لے جائے وہ اللہ ہی کی ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ عطاء کر دے وہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔“

هر شی اللہ تعالیٰ کی ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾

”ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔“[1]

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾

”آسمان اور زمین میں سب کی سب چیزیں اللہ کی ہی ہیں۔“[2]

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ﴾

”ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے“

یہ چیزیں ہمارے پاس صرف چند روز ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہے لے جائے۔

---

[1] سورة الزمر : ٦٢

[2] سورة البقرة : ٢٨٤

در حقیقت مالک ہر شے خدا است

ایں چیز چند روزہ نزد ما است

اگر آدمی یہ یقین کرے کہ ہر شے اللہ کی ہے جب چاہے عطاء کرے اور جب چاہے لے جائے۔ تو اس میں اس کو بہت زیادہ تسلی مل جائے گی رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی کو تسلی دو:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلِلّٰهِ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى».

''جو چیز اللہ تعالیٰ لے جائے وہ اللہ کی ہے۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ عطا کردے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور ہر شےء کا اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے'' (1)

جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو وہ اپنے وقت پر ختم ہو جاتا ہے:

﴿إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

''جب کسی چیز کی اجل آجاتی ہے تو وہ ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔'' (2)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ».

''میری بیٹی زینب کو کہنا کہ وہ صبر کرے اور ارادہ ثواب کا رکھے۔''

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه اذا کان النوح من سنته، حدیث ۱۲۸۴

(2) سورۃ یونس، آیت: ۴۹۔ سورۃ النحل، آیت: ۶۱۔ سورۃ الاعراف، آیت: ۳۴

کیونکہ صبر کا ثواب ہی بہت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾

"اے نبی اکرم ﷺ صبر کرنے والوکو بشارت سنادو۔"[1]

ایک مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"[2]

صابر کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

"صابر وہ ہیں جب کبھی ان کو کوئی دکھ یا مصیبت آتی ہے تو ان کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہوتا ہے یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی جانا ہے۔"[3]

فرمایا یہ لوگ جو اپنی زبان سے «إنا لله وإنا إليه راجعون» پڑھتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

"فرمایا ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰت اور درود ہیں اور ان پر اللہ کی تعالیٰ کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"[4]

---

(۱) سورة البقرة' آیت: ۱۵۵

(۲) سورة البقرة' آیت: ۱۵۳ . سورة البقرة' آیت: ۲۴۹

(۳) سورة البقرة' آیت: ۱۵۶

(۴) سورة البقرة' آیت: ۱۵۷

اللہ تعالیٰ نے تین بشارتیں سنائی ہیں:

① صلوٰت ② رحمتیں ③ ہدایت یافتہ ہونا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے:

«نِعمَ الْعَدلَانِ وَنِعمَ الْعَلَاوَة».

''دو بوریاں بہت اچھی ہیں اور دو بوریوں پر جو رکھا گیا وہ بھی بہت اچھا ہے۔'' ①

عام طور پر اونٹ اور گھوڑے پر جو چیز لادی جاتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ ایک بوری دائیں طرف اور ایک بوری بائیں طرف رکھی جاتی تھی اور کئی مرتبہ ایک بوری اوپر بھی رکھ دی جاتی ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو بوریاں بہت اچھی ہیں۔ ایک بوری صلوٰت اور دوسری بوری رحمت اور جو اوپر رکھی گئی ہے وہ بھی بہت بہترین ہے وہ ہے ہدایت یافتہ ہونے کی بشارت۔

بہر حال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد کو ان الفاظ سے تسلی دینے کا پیغام دیا:

«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَعْطٰى وَلَهٗ مَا أَخَذَ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ». ②

زینب رضی اللہ عنہا نے پھر پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور آئیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابی بن کعب اور بھی چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی اس کی حالت بڑی خراب تھی سانس بڑی مشکل سے آرہا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو آگئے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ یا کسی

---

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمة الاولی۔

② صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه، حدیث: ۱۲۸۴۔

صحابی نے فرمایا: آپ رونے سے منع فرماتے ہیں اب آپ خود رورہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ آنسو رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں میں رحمت رکھتا ہے جو دوسروں پر رحمت کرتے ہیں۔ [1]

آنسو بہانا منع نہیں آواز نکالنا اور نوحہ خوانی کرنا منع ہے رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کی پکار اور نوحہ خوانی سے منع فرمایا ہے۔ آنسو آجانا یہ فطرتی چیز ہے۔

رسول اللہ کا اپنا پیارا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوگیا نبی اکرم ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھوں پہ اٹھایا ہوا تھا آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ ﷺ فرمارہے تھے:

«إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ».

''ابراہیم ہم کو تیری جدائی کا بہت غم ہے۔'' [2]

«ولا نقول الا ما يرضى به ربنا تبارك و تعالىٰ».

''ہم اپنی زبان سے وہی کلمات نکالیں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے۔''

آپ ﷺ نے دکھ اور مصیبت میں کوئی برے الفاظ زبان سے نہیں نکالے۔ بلکہ یہی کہا ہے ہم وہی بات کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ جاہلیت کی پکار سے اور برے کلمات کہنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

دکھ اور مصیبت کے وقت کسی کو تسلی دینے کیلئے رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بہت ہی اچھے ہیں:

---

(۱) صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه، حديث ۱۲۸۴

(۲) صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بفراقك لمحزونون، حديث ۱۳۰۳

«إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَعْطَى وَلَهُ مَا أَخَذَ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ». (۱)

تعزیت کے متعلق دوسری حدیث:

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«کان رسول الله ﷺ یتعهدالانصار».

"نبی اکرم ﷺ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا بہت خیال رکھا کرتے تھے ان میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔" (۲)

کیونکہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیاں بھی بہت تھیں۔ نبی اکرم ﷺ وہ وقت یاد کرتے جب آپ اپنے کو عرب کے قبائل پر پیش کرتے کہ مجھے اپنے علاقے میں لے چلو میں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤں لیکن اس کام کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوا مدینہ منورہ سے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم جب حج کرنے کے لئے آئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اپنے علاقے میں آنے کی دعوت پیش کی۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم جس جس چیز سے اپنی حفاظت کریں گے آپ کی حفاظت بھی کریں گے۔ ہم سے گزر کر ہی آپ ﷺ تک کوئی پہنچے گا۔ مال، جان، گھر بار، آل اولاد ہر چیز نبی ﷺ پر قربان کر دی۔ اس وقت نبی ﷺ کا ساتھ دینا پورے عرب کی دشمنی مول لینے والی بات تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے علاقے میں آنے کی پیشکش کی اور دین کی خاطر ہر

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه، حدیث ۱۲۸۴

(۲) المستدرك علی الصحیحین، ۱/۵۴۰، حدیث: ۱۴۱۲.

چیز قبول کی۔

لہٰذا رسول کریم ﷺ بھی ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ رسول کریم ﷺ فتح مکہ کے وقت جب مکہ آئے آپ ﷺ کے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مکہ فتح ہو گیا تو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی ﷺ اب مکہ ہی رہیں گے۔ مدینہ واپس نہیں جائیں گے۔ جب انصار کو یہ خبر پہنچی تو وہ بڑے فکر مند ہوئے کہ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اور آپ ﷺ ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ انصار صحابہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے آپ ﷺ نے تمام انصار صحابہ کو جمع کر کے وعظ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہجرت اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں رکھی تھی۔ میں مہاجر ہوں انصار اب نہیں بن سکتا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ سَلَكَتِ النَّاسُ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ».

''تمام لوگ اگر ایک راستے کی طرف چلنا شروع ہو جائیں اور انصار ایک راستے کی طرف چلیں تو میں انصار کے راستے پر چلوں گا۔''❶

رسول اللہ ﷺ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا خاص خیال رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو انصار سے محبت رکھتا ہے وہ ایمان والا ہے۔ اور جو انصار سے بغض اور عداوت رکھتا ہے وہ منافق ہے۔''❷

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ انصار کی ایک عورت کا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الانصار، حدیث ۳۷۷۸

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة الایمان حب الانصار، حدیث ۱۷

بچہ تھا اس کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کا وہ اکیلا بچہ بھی فوت ہو گیا ہے۔ وہ انصاری عورت بڑی پریشان اور بڑی اندوہناک ہوئی۔ نبی ﷺ نے چند ساتھی ساتھ لئے اور اس کی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے بچے پر جزع فزع کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اللہ کے تقویٰ اور صبر کی تلقین کی۔ وہ عورت کہنے لگی میں غم اور فکر کیوں نہ کروں۔ میرا ایک ہی بیٹا تھا اور میں ''رقوب'' ہوں۔

اب مجھے بچہ ملنے کی حرص بھی نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ''رقوب'' نہیں ''رقوب'' تو وہ ہے جس کا بچہ باقی رہے۔ کیونکہ بچے کی کبھی کوئی پریشانی ہوتی ہے۔ کبھی کوئی پریشانی' کبھی گر گیا' کبھی بیمار ہو گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اللہ سے اجر کا طلب گار رہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ان بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ اگر کسی کے دو بچے فوت ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کے دو بچے فوت ہو جائیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔ [1]

صحیح بخاری میں حدیث ہے' چند عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں آپ ﷺ مردوں کو وعظ کرتے ہیں ہمیں بھی وعظ کیا کریں۔ ہم ایک جگہ جمع ہو جائیں اور آپ ہمیں وعظ کیا کریں۔ نبی ﷺ نے ایک دن مقرر کر لیا عورتیں اکٹھی ہو گئیں نبی اکرم ﷺ نے ان کو وعظ کیا اس وعظ میں یہ بھی تھا جس مسلمان عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ عورت صبر کرے تو وہ بچے اس عورت کے لئے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے

---

(1) مسند البزار' حدیث ۸۵۷. مستدرك حاكم' ۱/ ۳۸۴

سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر کسی عورت کے دو بچے فوت ہو جائیں اور وہ عورت صبر کرے تو وہ دو بچے بھی اس کو جہنم میں نہیں جانے دیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہاں جس کے دو بچے فوت ہو جائیں وہ بھی اس کو جہنم میں نہیں جانے دیں گے۔ (۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ایک بچے کا بھی ذکر موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا ایک بچہ فوت ہو جائے اور وہ تقویٰ سے کام لے۔ خلاف شرع کام نہ کرے تو وہ بچہ اس کو دوزخ میں جانے نہیں دے گا۔ (۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی مضمون کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ لفظ آئے ہیں:

«لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ».

''وہ بچے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔'' (۳)

نابالغ اور بچپن کی حالت میں ہی فوت ہو گئے ہوں۔

تعزیت کے متعلق تیسری حدیث:

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت ابوسلمہ آخری حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے ابوسلمہ کی آنکھیں بند کر دیں۔ ابوسلمہ فوت ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا

---

(۱) صحیح بخاری' باب فضل من مات له ولد فاحتسب' حدیث ۱۲۵۰

(۲) فتح الباری' باب فضل من مات له ولد فاحتسب

(۳) صحیح بخاری' باب فضل من مات له ولد فاحتسب' حدیث ۱۲۵۰

وَلَهُ يَا رَبَّ الْعٰلَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ».

"یا اللہ ابوسلمہ کو بخش دے۔ ابوسلمہ کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرمادے۔ یا اللہ ابوسلمہ کے پسماندگان میں ان کا خلیفہ بن جا۔ اے رب العالمین ہمیں اور ابوسلمہ کو معاف فرمادے۔ اے رب العالمین ابوسلمہ کی قبر کو فراخ کردے اور نور سے اس کی قبر کو بھردے۔" [1]

ابوسلمہ کے گھر والوں کی رسول اللہ ﷺ نے اس انداز سے تعزیت کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی مجھے بھی کوئی دعا بتادیں میں وہ دعا کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کہا کرو:

«اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا».

"اے اللہ مجھے میری اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس سے اچھا خلف عطا فرما۔" [2]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں یہ دعا پڑھتی تھی اور ساتھ یہ سوچتی تھی کہ ابوسلمہ سے اچھا کون ہوسکتا ہے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح ہوگیا۔ جو کہ ابوسلمہ سے بہتر تھے۔ بلکہ تمام رسل سے بہتر ہیں۔

یہ طریقہ تھا رسول اللہ ﷺ کا تعزیت کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سنت کے مطابق تعزیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء اذا حضر، حدیث ۹۲۰

[2] مسند احمد، کتاب اول مسند المدنیین، حدیث ابی سلمة بن عبد الاسد، حدیث ۱۵۹۰۹

خطبہ نمبر:۲۶

تعزیت کرنے کا وقت

تعزیت اور افسوس کرنے کے متعلق کئی چیزیں آپ نے سماعت فرمالی ہیں ۔ یعنی تعزیت کا کیا مطلب ہے ۔ اور رسول اللہ ﷺ کس طرح تعزیت کرتے تھے اور کیا دعائیں کرتے تھے ۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو لوگوں نے تعزیت کے لئے تین دن مقرر کر لئے ہیں ۔ جبکہ تین دن کے متعین کرنے کی کوئی دلیل نہیں ۔ نہ قرآن مجید کی کوئی آیت ہے ۔ اور نہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح سنت اور حدیث ہے ۔ بلکہ رسول کریم ﷺ کے عمل سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تین دن کے بعد بھی اگر کوئی تعزیت کے لئے اطمینان دلانے کے لئے جانا چاہے تو جا سکتا ہے ۔

مسند احمد میں حدیث ہے ۔ [1] اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی نقل فرمایا ہے ۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے ۔ امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں امام حاکم کی اس حدیث کی تصحیح میں موافقت کی ہے ۔ اس حدیث کو نبی کریم ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب روایت فرماتے ہیں ۔ عبد اللہ بن جعفر ابو طالب کے پوتے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں ۔ علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھتیجے ہیں ابو طالب کے چار لڑکے تھے دو مسلمان تھے اور دو کافر تھے ۔ علی ابن ابی طالب اور جعفر بن ابی طالب مسلمان تھے ۔

---

[1] مسند احمد، ۱/۲۰۴، حدیث ۱۷۵۳

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کا ایک قافلہ روانہ فرمایا ان کا امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور ساتھ یہ وصیت فرمائی اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں تو پھر ان کے بعد امیر جعفر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام سے لڑتے لڑتے شہید کر دیئے جائیں تو پھر ان کے بعد تمہارے امیر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں کو یکے بعد دیگر امیر بنایا۔ مجاہدین کا قافلہ روانہ ہوا۔ کفار سے لڑائی ہوئی۔ زید بن حارثہ لڑتے لڑتے اور مجاہدین کو لڑاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور لڑتے رہے اور مجاہدین کو لڑاتے رہے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ بالآخر جعفر رضی اللہ تعالیٰ بھی شہید کر دیئے گئے پھر رسول اللہ کے حکم کے مطابق امارت عبداللہ بن رواحہ نے سنبھال لی۔

عبداللہ بن رواحہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے جو تین امیر مقرر کیے تھے وہ تینوں ہی شہید ہو گئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صورت حال کے پیش نظر جھنڈا پکڑا اور خود ہی امیر بن گئے صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

«مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ».

خالد بن ولید کو کسی نے امیر نہیں بنایا تھا نہ نبی اکرم ﷺ نے اور نہ قافلہ والوں میں سے کسی نے۔ انہوں نے خوب لڑائی لڑی اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء کر دی۔

عبداللہ بن جعفر راوی حدیث بیان فرماتے ہیں:

قافلے والوں نے نبی اکرم ﷺ کو خبر دینے کے لئے آدمی بھیجا اس نے رسول اللہ ﷺ کو آ کر حالات سے آگاہ کیا مکمل تفصیل بتا دی۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور خطاب ارشاد فرمایا اللہ کی حمد و ثناء

کے بعد آپ نے فرمایا:

''جو قافلہ میں نے مجاہدین کا روانہ کیا تھا اور زید بن حارثہ کو امیر بنایا تھا تو زید بن حارثہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔''

«ثُمَّ أَخَذَ الرَّأْيَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ».

''پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا پکڑ لیا

«فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ وَاسْتُشْهِدَ».

''لڑتے رہے حتی کہ قتل کر دیئے گئے شہید کر دیئے گئے۔''

«ثُمَّ أَخَذَ الرَّأْيَةَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ وَاسْتُشْهِدَ».

''پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا اور خوب لڑے حتی کہ شہید ہو گئے قتل کر دیئے گئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

«ثُمَّ أَخَذَ الرَّأْيَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ».

''پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑ لیا۔''

«فَقَاتَلَ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ».

''خالد بن ولید خوب لڑے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب کر دی۔''

بذاتِ خود امیر بننا:

صحیح بخاری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ خالد بن ولید بغیر کسی کے امیر بنائے بذاتِ خود امیر بن گئے تھے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی کسی موقع پر خود بخود امیر بن جائے تو ٹھیک ہے درست ہے۔

رسول اللہ کی ایک اور حدیث سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی خود امیر بن جائے تو ٹھیک ہے کوئی امیر نہ بھی بنائے پھر بھی ٹھیک ہے آپ فرماتے ہیں:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ».

''جو کوئی تم میں سے بے حیائی برائی کوئی دیکھے تو اسے اپنے بازو سے اپنی طاقت سے ختم کرے۔'' ❶

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں اگر کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو ختم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمت اور طاقت دی ہوئی ہے تو پھر اسے ختم کرے یہ نہیں آپ نے فرمایا ہاتھ میں ووٹوں کا کشکول پکڑ کر امارت مانگے جب امارت مل جائے گی پھر وہ برائی کو ختم کرے اگر چہ اتنی دیر میں برائی جڑ پکڑ جائے رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ وہ اس کو بزور بازو ختم کرے اگر بزور بازو ختم نہیں کر سکتا تو اس کو زبان ہی سے روک دے اگر زبان بھی نہیں ہلا سکتا تو پھر اس کو دل سے ہی برا جانے اور فرمایا یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ اگر اس کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کے اندر ایمان کی رتی بھی موجود نہیں رہتی۔ ❷

رائی کے دانے کے برابر بھی اگر اس میں ایمان نہ رہا پھر تو وہ ایمان سے باہر ہو گیا۔ اگر دل سے منکرات پر خوش ہو جائے۔ پھر تو اس میں ایمان والی بات ہی کوئی نہیں۔ تو یہ بات ضمناً آ گئی ہے۔

﴿۱﴾ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث ۴۹

﴿۲﴾ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث ۵۰

ذکر میں یہ کررہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ کی تلواروں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء کر دی عبداللہ بن جعفرؓ راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس خبر کے پہنچنے سے تین دن تک رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف نہ لائے۔ تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمیں تسلی دی اور اطمینان دلایا' تعزیت کی' آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اخْلُفْ جَعْفَرًا فِي أَهْلِهِ».

''اے اللہ جعفر کا ان کے اہل میں خلیفہ بن جا۔''

عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر دعا کی اے اللہ جعفر کے بیٹے پر رحم فرما:

«وَبَارِكْ لَهُ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ».

''اے اللہ اس کے کاروبار میں برکت فرما۔''

رسول اللہ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے محمد بن جعفر کو پکڑا۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہمارے دونوں کے بال پراگندہ تھے آپ نے حجام کو بلایا اور ہمارے دونوں کے بال منڈوا دیئے۔ محمد بن جعفر کی شکل اپنے دادا ابو طالب سے ملتی جلتی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں اور اس کی شکل وصورت بھی مجھ سے ملتی جلتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ جعفرؓ کے بیٹوں کو تسلی اور اطمینان دلا رہے تھے۔ اسی اثناء میں جعفر رضی اللہ عنہ کی بیگم آپ ﷺ کے پاس آ گئی رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی تسلی دی اور فرمایا میں آپ کا معاون ہوں اور مددگار ہوں اور تمہارا وارث ہوں۔ فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ [1]

---

[1] مسند امام احمد: ۱/ ۲۰۴' حدیث ۱۷۵۳

سوگ کرنا:

آپ ﷺ نے اطمینان تین دن کے بعد ان کو دلایا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی سمجھے کہ تین دن کے بعد جانے سے میت کے گھر والوں کو سکون اور اطمینان ملے گا تو وہ تین دن کے بعد بھی جاسکتا ہے۔

تین دن میں بھی جاسکتا ہے۔ اور تین دن کے بعد بھی جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا».

''کسی عورت کے لئے گنجائش ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ احداد و سوگ کرے کوئی رشتہ دار وغیرہ اگر فوت ہو جائے تو شریعت نے عورت کے لئے دن تین تک احداد و سوگ مقرر کیا ہے تین دن سے زیادہ نہیں ہے ہاں اگر کسی بی بی کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ تین مہینے اور دس دن یعنی عدت ختم ہونے تک احداد اور سوگ کرے۔''[1]

عام عورت کو سوگ اور احداد کی پابندی تین دن تک ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ احداد و سوگ مردوں کے لئے نہیں ہے اب مرد عورتوں والے کام کر رہے ہیں مرد سوگ منا رہے ہیں احداد اور سوگ کے معنی پر ہی آدمی غور و فکر کرے تو اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سوگ اور احداد عورتوں کا کام ہے۔ احداد

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الجنائز، باب احداد المرأة على غير زوجها، حديث ۱۲۸۰

اور سوگ کا معنی ہے سرمہ نہ لگانا خوشبو نہ لگانا زیور نہ پہننا شوخ کپڑے نہ پہننے اور گھر سے باہر نہ نکلنا ان کاموں کی پابندی صرف عورتوں کے لئے ہے۔ مردوں کے لئے نہیں ہے اور عورتوں کے لئے بھی صرف تین دن تک اس سے زیادہ نہیں ہاں اگر جس بی بی کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کو سوگ واحدادا کی پوری عدت یعنی چار مہینے اور دس دن تک اجازت ہے۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم ابوسفیان رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو انہوں نے تین دن گزرنے کے بعد فرمایا خوشبو لاؤ۔ خوشبو لائی گئی تو انہوں نے خوشبو لگائی پھر فرمایا مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کوئی عورت کسی میت کے لئے تین دن سے زائد سوگ واحداد نہیں کرسکتی۔ اب تین دن ختم ہو گئے ہیں لہٰذا اب خوشبو لگا کر سوگ اور احداد کو ختم کرتی ہوں۔ [1]

سوگ منانا عورتوں کا مسئلہ ہے۔ لیکن یہاں پر بڑے پڑھے لکھے لوگ وکیل اور جج کہلوانے والے اور اس سے بھی زیادہ تعلیم یافتہ اپنے آپ کو سوگوار بنائے ہوئے ہیں۔ پھر تین دن بھی نہیں بلکہ سالہا سال تک وہ سوگوار ہی بنے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة وتحریمه فی غیر ذالك، حدیث ١٤٨٦

خطبہ نمبر: ۲۷

میت کے گھر والوں کو کھانا کھلانا اور ہمارے رسم ورواج

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ابو داؤد' ابن ماجہ' مسند احمد میں موجود ہے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

«لَمَّا جَآءَ نَعِیُّ جَعْفَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَإِنَّهُمْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ».

''جب جعفر بن ابی طالب کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ جعفر کے گھر والوں کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے ان کو مشغول کر دیا ہے۔''[1]

مقصد یہ تھا کہ کھانا تیار کرنے کی ان میں سکت نہیں ہے۔ غم اور فکر ان کو لاحق ہو گیا ہے آپ ان کو کھانا تیار کر کے کھلا دیں۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ میت والوں کو ان کے ہمسائے' رشتہ دار کھانا تیار کر کے دیں کیونکہ وہ مصیبت اور دکھ میں مبتلا ہیں اپنے لیے کھانا تیار نہیں کر سکتے دوسروں کے لئے کیسے تیار کر سکتے ہیں۔ یہ تو بعید از نقل اور بعید از

---

[1] سنن ابن ماجه' كتاب ما جاء في الجنائز' باب ماجاء في الطعام يبعث الى اهل الميت' حديث ١٦١٠. ابو داؤد' حديث ٣١٣٢. ترمذى' حديث ٩٩٨

عقل بات ہے کہ وہ دوسروں کی دعوت پکائیں۔ طریقہ یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کو کھانا تیار کر کے کھلایا جائے پورے محلے اور پورے قصبے اور دیہات کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حکم نہیں فرمایا۔ بس یہ فرمایا ہے کہ میت کے گھر والوں کو کھانا تیار کر کے کھلاؤ۔

اب یہ جو طریقہ چل نکلا ہے کہ ایک دن مقرر کر کے تمام رشتے داروں اور عزیز و اقارب کو اطلاع کرتے ہیں کہ فلاں دن تمام میت کے گھر جمع ہونا پھر میت کے گھر والے ان کو کھانا پکا کر کھلاتے ہیں اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اگر فوت ہونے والا بوڑھا ہو تو آنے والے مہمان کپڑے اور دوسری چیزیں بھی ساتھ لاتے ہیں۔ یہ چیزیں کتاب و سنت میں موجود نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ طریقہ غیر مسلموں کا ہو اور مسلمانوں نے ان کی نقالی میں یہ طریقہ نکال لیا ہو۔ کتاب و سنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابی جریر بن عبداللہ بڑے دانا اور سمجھ دار آدمی تھے ان کی دانائی سے یہ بات بھی ہے جب کوفہ کے امیر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ کوفہ والوں کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آتے امن و امان کا کوئی خاص خیال نہیں رکھتے تو انہوں نے سمجھا کہ امیر صاحب تو فوت ہو گئے ہیں اور اب لوگ کہیں انتشار کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہوں نے لوگوں کو وعظ کیا اور لوگوں کو سمجھایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی جس میں کئی چیزیں تھیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ کئی چیزیں تھیں اور ان میں یہ چیز بھی تھی «والنصح لکل مسلم». ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم نے ہر مسلم کی خیر خواہی کرنا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین النصیحۃ للہ و لرسولہ ولائمۃ المسلین و عامتھم، حدیث ۵۸

ہے اب اس موقع پر میں آپ کی خیر خواہی کرتا ہوں کہ جب تک نیا امیر مرکز سے مقرر نہیں ہوتا آپ نے اس وقت تک انتشار پیدا نہیں کرنا امن و امان کو برقرار رکھنا ہے۔ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ میں خیر خواہی کا جذبہ بہت زیادہ تھا یہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ» (ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں) «كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ عِنْدَ اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَةُ الطَّعَامِ لَهُمْ مِنَ النِّيَاحَةِ».

''صحابہ کرام میت کو دفن کرنے کے بعد کے ان گھر میں اجتماع کرنے کو اور ان کے کھانا پکانے کو نوحہ خوانی میں شمار کرتے تھے۔'' (1)

جبکہ نوحہ خوانی حرام ہے جرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ خوانی سے منع فرمایا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».

''وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو بوقت مصیبت اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور اپنے گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے طریقے پر نوحہ خوانی اور واویلا کرے۔'' (2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ «لیس» استعمال کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا بڑا سنگین جرم ہے۔

---

(1) سنن ابن ماجه، كتاب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في النهي عن الاجتماع الى اهل الميت و صنعة الطعام، حديث ١٦١٢

(2) صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب، حديث ١٢٩٤

رسول اللہ ﷺ جن عورتوں سے بیعت کرتے تھے (رسول اللہ ﷺ ان عورتوں سے بیعت زبانی کلامی کرتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ منکوحہ بیوی اور مملوکہ لونڈی کے علاوہ کسی کو بھی نہیں لگا۔ (1) بیعت کے وقت بھی آپ نے کسی عورت سے ہاتھ نہیں ملایا زبانی کلامی بیعت ہوتی تھی) تو آپ عورتوں سے یہ بیعت بھی لیتے تھے کہ نوحہ خوانی نہیں کرنا۔ (2)

نوحہ خوانی کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ فوت ہونے والے کو بھی اس نوحہ خوانی کا گناہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«ان المیت یعذب فی قبره بمانیح علیه».

”اگر میت پر نوحہ کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے میت کو بھی عذاب ہوگا۔“ (3)

آپ غور کریں کہ کیا نوحہ کرنے والے میت کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں! یہ لوگ نہ اپنے خیر خواہ ہیں اور نہ میت کے خیر خواہ ہیں خود بھی مجرم ہیں اور ان کی وجہ سے میت کو بھی عذاب ہو رہا ہے۔ البتہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کا اتفاقی اور اجتماعی نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ ہم میت کے گھر اس کے دفن کرنے کے بعد اجتماع کرنے کو نوحہ خوانی سمجھتے تھے۔

ہمارے ہاں تو یہ بھی مشہور ہوا ہے کہ فلاں کا بوڑھا فوت ہو گیا اب وہ

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الشروط فی الإسلام، والأحکام والمبایعة، حدیث: ۲۷۱۳۔

(2) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینهی من النوح والبکاء والزجر عن ذلک، حدیث ۱۳۰۶

(3) باب ما یکره من النیاحة علی المیت، حدیث ۱۲۹۲

اپنے بوڑھے کی شادی کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد کوئی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں جس میں مبلغہ یا مبلغ کو بلا کر تقریر کروائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ آخری دن ہے اس کے بعد سلسلہ ختم ہے یہ آخری اجتماع ہے اس کے بعد اس کا سلسلہ ختم ہے جبکہ یہ چیزیں کتاب وسنت میں موجود نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں بھی لوگ فوت ہوتے تھے۔ وعظ کی بھی ضرورت تھی مبلغ بھی موجود تھے لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس موقع پر وعظ کرنا ثابت نہیں ہے یہ ایک نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے اس سے بچنا چاہیے اچھے بھلے لوگ کتاب وسنت کی دعوت دینے والے اس کام میں ملوث ہو جاتے ہیں اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تبلیغ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن تبلیغ کا ایک خاص طریقہ بنا لینا یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

پھر یہ کام بھی بڑا چلتا ہے کہ خاص جگہ بنا کر وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور جو کوئی بھی آتا ہے وہ کہتا ہے فاتحہ پڑھو دعا کرو یہ بھی ایک رسم اور رواج ہے جس طرح یہ ایک رسم اور رواج ہے اسی طرح اس موقع پر تبلیغ کرنا بھی رسم اور رواج ہے رسول اللہ ﷺ سے دونوں چیزیں ثابت نہیں۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جعفرؓ کے گھر والوں کو کھانا کھلاؤ اس سے پتہ چلتا ہے کہ میت کے گھر والوں کو دوسرے کھانا کھلائیں لیکن ہمارے ہاں کھانا کھانے والے ڈیرے جما کر بیٹھ جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں ان کو کھانا کھلاؤ اور ہم ان سے کھاتے ہیں۔ یہ اتنی پکی رسم بن گئی ہے کہ اگر میت کے گھر والوں کو قرضہ لے کر بھی کھلانا پڑے تو کھلائیں گے۔ یتیم اور بیوہ کا مال کھانا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ

بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

’’جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔‘‘ [1]

یہ نہ سمجھیں کہ وہ مرغ ' پلاؤ اور زردہ کھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ جہنم میں داخل ہونگے یتیموں کا مال ظلماً کھانا یہ بہت بڑا جرم ہے اسلام تو یتیموں سے تعاون کرنا اور ان کی خیر خواہی کرنا سکھلاتا ہے۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ میں اور عباس کے بیٹے عبیداللہ اور قثم ہم تینوں بچوں میں کھیل رہے تھے نبی اکرم ﷺ سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس آئے مجھے اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور قثم کے متعلق فرمایا اس کو میرے پیچھے بٹھا دو۔ نبی اکرم ﷺ نے عباس کے بیٹے عبیداللہ کو نہیں اٹھایا' حالانکہ عباس رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے بڑا پیار تھا اس کے باوجود آپ نے اس کو نہیں اٹھایا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے مجھے پیار کرتے اور ساتھ دعا بھی کرتے:

«اَللّٰهُمَّ اخْلُفْ جعفرًا فِي وَلَدِهِ». [2]

مقصد یہ تھا کہ اے اللہ تو جعفر کے اہل و عیال کا نگہبان اور محافظ بن جا۔ عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں تین دفعہ نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا لہٰذا ہم کو بھی چاہیے کہ جن کے والد محترم فوت ہو جائیں ان کو پیار دیں اور ان کے لئے دعا کریں۔ نہ کہ ان کے مال کو ہڑپ کرنا شروع

---

[1] سورة النساء' آيت: ١٠

[2] مسند امام احمد: ٢٠٤/١. السنن الكبرى للبيهقي' ٦٠/٤ مستدرك حاكم: ٣٧٢/١

کردیں۔سوچو اور غور وفکر کرو یتیموں کا مال کھانا فطرت کے بھی خلاف ہے کتاب وسنت کے خلاف تو ہے ہی ۔لہٰذا تعزیت کا طریقہ جو نبی اکرم ﷺ کا تھا وہی ہمارے لئے بہتر ہے اور اچھا ہے۔

«وَخَيْرِ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ».

''بہترین طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

خطبہ نمبر: ۲۸

جن کاموں سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے

انسان کے فوت ہو جانے کے بعد چند چیزوں کا فائدہ اس کو پہنچتا ہے۔
جن چیزوں کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

فوت شدگان کے لیے دعا کرنا:

{۱} اس کے اپنے اعمال اس کو فوت ہونے کے بعد فائدہ پہنچاتے ہیں۔
{۲} دوسروں کے عمل کا فائدہ بھی انسان کو فوت ہونے کے بعد پہنچتا ہے۔

دوسروں کے عمل میں سے ایک عمل دعا ہے۔ اگر دعا اللہ کے ہاں قبول ہو جائے اور فوت ہونے والا بھی دعا کی قبولیت کی اہلیت رکھتا ہو تو پھر اس کو کسی کی دعا کا فائدہ پہنچتا ہے۔

اہلیت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کافر اور مشرک نہ ہو اگر فوت ہونے والا کافر اور مشرک ہے تو پھر زندہ لوگ اس کے لیے جتنی مرضی دعائیں کریں اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مشرک کے لیے استغفار کرنے سے منع کر دیا۔

۞ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى ۞

''نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لیے گنجائش ہی نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی

کیوں نہ ہوں۔''(1)

اگر استغفار کا فائدہ ان کو پہنچتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے لیے استغفار سے منع کیوں کرتے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے دعا کی۔

○ وَاغْفِرْ لِأَبِیْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○

''یا اللہ! میرے باپ کو بخش دے وہ گمراہ تھا۔''(2)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ○

''ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے جو استغفار کیا وہ ایک وعدے کی بنیاد پر تھا جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا۔''(3)

○ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ○

''میں آپ کے لیے استغفار کروں گا اور میں آپ کے لیے کسی بھی شے کا مالک نہیں ہوں۔''(4)

اس وعدے کی بنیاد پر انہوں نے استغفار کیا' ابراہیم علیہ السلام پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ میرا باپ اللہ کا دشمن ہے' تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے براءت کا اظہار کرلیا۔ لہٰذا اب کوئی بھی شخص ابراہیم کی دعا کو وجہ جواز نہیں بنا سکتا۔

لہٰذا جس فوت شدہ آدمی کے لیے دعا کی جا رہی ہے اس میں دعا کی قبولیت کی اہلیت ہونی چاہئے۔ اگر اس میں اہلیت نہیں تو پھر اس کو دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

{1} سورۃ توبہ' آیت: ۱۱۳
{2} سورۃ شعراء' آیت: ۸۶
{3} سورۃ توبہ' آیت: ۱۱۴
{4} سورۃ ممتحنہ' آیت: ۴

عبداللہ بن ابی ابن سلول جب فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا عبداللہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میرے والد کا جنازہ آپ نے پڑھانا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' ہاں میں جنازہ پڑھاؤں گا۔ اسلام والے ظاہری عمل سارے کرتا تھا۔ نماز بھی پڑھتا تھا۔ لیکن دل سے اسلام کو نہیں مانتا تھا۔ نبی کریم ﷺ جب اس کا جنازہ پڑھانے لگے' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں آگے کھڑا ہوگیا اور عرض کرنے لگا:

«أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا، أعدد عليه قوله».

آپ اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں' اس نے (اسلام کے خلاف) تو فلاں فلاں دن یہ یہ بات کہی تھی۔ [1]

مقصد یہ تھا' اس کا جنازہ نہ پڑھاؤ' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے بڑی باتیں کیں اور بڑا زور لگایا کہ اس کا نماز جنازہ آپ ﷺ نہ پڑھائیں' اور میں بڑا حیران بھی تھا کہ میرے اندر اتنی جرأت کیسے پیدا ہوگئی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اتنی باتیں کر رہا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے میں اہل نفاق کے لیے استغفار کروں' یا نہ کروں' ستر مرتبہ بھی استغفار کرو' اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشنا نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے علم ہو کہ ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے تو میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کر لوں گا۔'' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے عبداللہ ابن ابی بن سلول کی نماز جنازہ پڑھائی' نماز جنازہ پڑھانے کے تھوڑی دیر بعد ہی اللہ تعالیٰ نے

{۱} صحيح بخاري' كتاب الجنائز' باب ما يكره من الصلاة على المنافقين والاستغفار' حديث: ١٣٦٦.

آیت اتار دی:

۞وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۞

''اہل نفاق سے کوئی مر جائے تو آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھانا اور ان کی قبر پر بھی کھڑا نہیں ہونا۔'' (۱)

دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا' کیونکہ ان میں دعا والی اہلیت ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف ہی نہیں کرنا۔

۞اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۞

''جو کفر کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے رہے اور کفر کی حالت پر ہی مر گئے' اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کریں گے۔'' (۲)

رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر کسی کی دعا ہو سکتی ہے؟ نہیں! نبی کریم ﷺ بذات خود اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبداللہ بن ابی کے لیے بخشش کی دعا کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا۔

فوت ہونے والے میں اہلیت ہو' ایمان ہو پھر اس کو زندوں کی دعا فائدہ پہنچائے گی۔ اگر اس میں کفر اور شرک ہے' پھر اس کے لیے کوئی دعا اور استغفار فائدہ نہیں دے گی۔ اگر اس میں ایمان موجود ہے تو پھر اس کو فائدہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے' ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

۞رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ

---

(۱) سورۃ توبہ' آیت: ۸۴

(۲) سورۃ محمد' آیت: ۳۴

دُعَآءِ ۞ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۞

''اے میرے رب' مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنا اور میری دعا کو قبول فرما۔ یا اللہ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔''[1]

جن میں ایمان ہوگا ان کو تو یہ دعا فائدہ پہنچائے گی اور جن میں ایمان نہیں ان کو فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد کو یہ دعا فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ابراہیم علیہ السلام کے باپ کی شکل تبدیل کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔[2] تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے۔

نوح علیہ السلام نے دعا کی:

۞رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۞

''یا اللہ! مجھے بخش دے' میرے والدین کو بھی بخش دے اور جو میرے گھر ایمان کی حالت میں داخل ہو اس کو بخش دے اور ایمان والوں اور ایمان والیوں کو بخش دے۔''[3]

نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں ایمان والوں اور ایمان والیوں کی شرط کیوں لگا رہے ہیں؟ اس لیے کہ جو ایمان والے نہیں ان میں اہلیت ہی نہیں' ان کو تو دعا

{۱} سورۃ ابراھیم' آیت: ۴۰' ۴۱

{۲} صحیح بخاری' کتاب أحادیث أنبیاء' باب قول اللہ تعالی: ۞واتخذ اللہ إبراھیم خلیلا۞' حدیث: ۳۳۵۰.

{۳} سورۃ نوح' آیت: ۲۸

کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان والوں کی دعا نقل فرمائی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''جو (ایمان والے) بعد میں آئے وہ کہتے ہیں یا اللہ! ہمیں بخش دے' معاف کر دے اور ہمارے وہ بھائی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ان کو بھی بخش دے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کسی قسم کا حسد اور کینہ نہ رکھ' یا اللہ تو بڑی شفقت کرنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے۔''[1]

اس دعا میں بھی اہل ایمان نے یہ شرط لگا دی: ﴿سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ﴾ جو ہم سے ایمان کے ساتھ سبقت لے گئے ان کو معاف کر دے۔

لہٰذا جس کے لیے دعا کی جا رہی ہے اس میں اہلیت کا ہونا ضروری ہے' پھر اس کو ایمان والوں کی دعا فائدہ پہنچائے گی اگر اس میں اہلیت نہیں' کفر اور شرک ہے' پھر اس کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ جتنی مرضی اس کے لیے دعائیں کی جائیں۔ انبیاء کرام سے بڑھ کر کس کی دعائیں ہو سکتی ہیں؟ ان کی دعائیں ان کو فائدہ نہیں پہنچا رہیں جن میں اہلیت نہیں۔

ہاں! البتہ اگر کافر اور مشرک زندہ ہیں تو ان کے لیے ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے۔ یمن کا ایک قبیلہ تھا دوس' وہ مسلمانوں کو بڑا تنگ کرتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کی:

---

[1] سورۃ حشر' آیت: ۱۰

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِھِمْ.

یا اللہ! دوس خاندان کو ہدایت دے اوران کو ہمارے پاس لے آ۔ (۱)

یہ قبیلہ کافر تھا' نبی ﷺ نے ان کے لیے ہدایت کی دعا کی' لہٰذا کافر اور مشرک کے لیے ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے۔ لیکن مغفرت کی دعا کافر اور مشرک کے لیے کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی ان کے لیے مغفرت کی دعا کر بھی لے تو ان کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا﴾

''منافق جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔'' (۲)

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب الجهاد والسیر' باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتألفهم' حدیث: ۲۹۳۷.

(۲) سورة نساء' آیت: ۱۴۵

خطبہ نمبر: ۲۹

فوت شدہ کی طرف سے فرض روزے رکھنا

پچھلے جمعہ میں یہ بات پیش کی گئی کہ فوت ہونے والوں کو فوت ہونے کے بعد کئی چیزوں کے فائدہ پہنچتے ہیں' ان میں سے ایک دعا ہے۔ بشرطیکہ فوت ہونے والے میں ایمان ہو' کفر اور شرک نہ ہو' دوسری شرط یہ ہے کہ دعا کرنے والوں میں بھی اہلیت موجود ہو' دعا کرنے والے خواہ میت کے قریبی رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں' اگر ان میں اہلیت موجود ہے تو میت کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ نماز جنازہ پڑھنے والے سارے میت کے قریبی رشتہ دار تو نہیں ہوتے' سب میت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ میت کو اس دعا کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔

دوسری چیز جس کا فائدہ میت کو فوت ہونے کے بعد پہنچتا ہے وہ فرض روزے ہیں' میت کے فرض روزے اگر کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے رہ گئے ہیں تو اس کے ولی اس کی طرف سے روزے رکھیں تو اس کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ اس سلسلے میں بہت ساری احادیث ہیں' اس وقت دو بیان کرنا مقصود ہیں۔ پہلی حدیث صحیح بخاری' صحیح مسلم' ابوداود' نسائی' ترمذی اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ [1]

اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' فرماتے ہیں:

---

[1] سنن ابی داود' کتاب الأیمان والنذور' باب فی قضاء النذر عن المیت' حدیث: ۳۳۰۸.

«إنَّ امرأة رَكِبتِ البحر فنذرت إن أنجاها الله تبارك وتعالى أن تصوم شهرا».

ایک عورت نے سمندر کا سفر کیا' اس نے نذر مانی اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو صحیح سلامت سمندر کے سفر سے واپس لے آئے تو وہ ایک مہینے کے روزے رکھے گی۔

فَأنجاهاَ الله عزَّ وجلَّ.

تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس عورت کو سفر سے خیر خیریت کے ساتھ واپس لے آئے۔

فَلَم تَصُم حتّٰی ماتت.

وہ روزے نہ رکھ سکی' حتی کہ فوت ہوگئی۔

فَجاءَت قرابةٌ لَّها أُختُها او ابنَتُها إلیٰ رسول الله ﷺ.

اس کی قریبی رشتہ دار اس کی بیٹی یا اس کی بہن نبی کریم ﷺ کے پاس آئی۔

فأمرها أن تصوم عنها.

اس نے اپنی رشتہ دار بی بی کی نذر کا ذکر کیا' تو آپ ﷺ نے اس کو اس کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم دیا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أنَّهٗ كان علىٰ أُمِّها صوم شهرٍ أفأقضيه عنها.

اس عورت نے کہا' میری ماں کے ذمے ایک مہنے کے روزے ہیں' کیا میں ان کی قضا دوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فقال: لو كان عليها دينٌ كنتِ تقضِين». قالت: نعم.

اگر فوت ہونے والی عورت پر قرضہ ہوتا تو کیا وہ آپ نے ادا کرنا تھا کہ نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، وہ تو ادا کرنا ہی تھا۔

تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَن يُّقْضٰى».

تو اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔

اس نے مہینہ روزے رکھنے کی جو نذر مانی تھی یہ اللہ کا قرض ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَاقْضِي عَنْ أُمِّكِ».

اپنی ماں کی طرف سے نذر کے روزوں کی قضاء دے۔ (۱)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر نذر کے روزے کسی کے ذمے ہیں اور وہ نذر پوری کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا ہے تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کی طرف سے روزے رکھ لیں تو اس کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ اس کے ذمے جو بوجھ تھا وہ اللہ تعالیٰ ختم کر دیں گے۔ اس حدیث میں نذر کے روزوں کا ذکر ہے۔ دوسری حدیث میں فرض روزوں کا ذکر ہے۔ وہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ اس حدیث کو روایت کرنے والی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَن مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ».

جو کوئی فوت ہو جائے اور فرض روزے اس کے ذمہ ہوں تو اس کے ولی اس کے قریبی رشتہ دار اس کی طرف سے روزہ رکھیں۔ (۲)

---

(۱) سنن ابی داود، كتاب الأيمان والنذور، باب ما جاء فيمن مات وعليه صيام صام عنه وليه، حديث: ۳۳۱۰.

(۲) صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم، حديث: ۱۹۵۲. مسلم، حديث: ۱۱۴۷. ابوداود، حديث: ۳۳۱۱.

اس کے ذمے جتنے روزے ہیں اس کے قریبی رشتہ دار اس کی طرف سے روزے رکھیں۔ میت کو فائدہ پہنچے گا۔ اس کے ذمہ سے روزے ادا ہو جائیں گے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: «وَعَلَيْهِ صِيَامٌ» اس کے ذمے روزے ہیں۔ وہ روزہ فرض ہو یا نذر کا ہو یا کفارے کے روزے اس کے ذمے ہیں۔ یہ الفاظ عام ہیں ہر قسم کے فرض روزے کو شامل ہیں' یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے یہ نفلی روزوں کی بات نہیں' کیونکہ نفلی روزے میت کے ذمے نہیں۔ نفلی روزے قریبی رشتہ دار نہیں رکھیں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر مرنے والا جان بوجھ کر قصداً روزے نہیں رکھتا تو پھر بھی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھنے' کیونکہ کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا تو وہ دائرہ اسلام اور دائرۂ ایمان سے خارج ہے' اس میں اہلیت ہی نہیں رہی' اس میں کفر' بے دینی آ گئی ہے۔

اس کے لیے دعا بھی کرے گا تو قبول نہیں ہو گی' جس طرح کوئی نماز پنجگانہ جان بوجھ کر ادا نہیں کرتا' زکوۃ نہیں دیتا اور استطاعت کے باوجود بیت اللہ کا حج نہیں کرتا تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کے روزے جان بوجھ کر ترک کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس میں کفر آ گیا ہے' بے دینی آ گئی ہے۔ اس کی طرف سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر وہ مومن تھا کسی عذر شرعی کی بنا پر روزے نہیں رکھ سکا تو بعد میں اس کے ولی روزے رکھیں گے تو اس کو فائدہ پہنچے گا اور اس کی طرف سے روزے ادا ہو جائیں گے۔

میت کی طرف سے فرضی روزوں کی قضاء دینے پر اعتراض اور اس کا جواب:

کچھ لوگوں کا خیال ہے' میت کی طرف سے روزے ادا نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَن لَّیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴾

''انسان کو وہی چیز ملتی ہے جس میں اس کی اپنی کوشش ہو۔'' (۱)

لہٰذا دوسرے کے روزے اس کی طرف سے ادا نہیں ہو سکتے کیونکہ اس میں اس کی اپنی محنت اور کوشش نہیں ہے۔ ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں ہے' کیونکہ ﴿ وَاَن لَّیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴾ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ اس کی تفسیر اور تشریح کو خوب سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے قریبی رشتہ دار روزے رکھیں۔ اس کی نذر قریبی رشتہ دار پوری کر دیں۔'' لہٰذا یہ چیز ﴿ وَاَن لَّیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴾ میں شامل ہی نہیں' اگر شامل ہے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو مستثنیٰ قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق صحیح احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ اور بھی کئی چیزیں نبی کریم ﷺ نے مستثنیٰ قرار دی ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے میت کی طرف سے صرف نذر کے روزے ادا کیے جائیں گے' فرض روزہ ادا نہیں ہو سکتا۔

آدمی اگر نذر والی حدیث پر ہی غور کرے تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو فرمایا تھا:

«أَرَئَيْتِكِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ كُنْتِ تَقْضِينَ».

اگر فوت ہونے والی بی بی کے ذمے قرض ہوتا تو اس کو تو نے ادا کرنا تھا۔ (۲)

اس نے کہا' میں نے ادا کرنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا قرض

---

(۱) سورۃ نجم' آیت: ۳۹

(۲) سنن ابی داود' کتاب الأیمان والنذور' باب فی قضاء النذر عن المیت' حدیث: ۳۳۰۸.

زیادہ حق رکھتا ہے۔'' نذر کے روزے تو اللہ کا قرض ہوا اور فرض روزے' رمضان کے روزے' کیا وہ اللہ کا قرض نہیں؟ وہ بھی اللہ کا قرض ہے' نبی کریم ﷺ نے جو دلیل پیش کی ہے اس میں رمضان المبارک کے فرض روزے بھی آ گئے «مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ» (1) اس میں نذر کی بات ہی نہیں' یہ عام حدیث ہے' سب فرض روزوں کو شامل ہے۔ اور پہلی حدیث نذر کے روزوں کے متعلق ہے۔ دوسری حدیث عام ہے۔ سب فرض روزوں کو شامل ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بکری فوت ہو گئی' لوگ اس کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اس کے چمڑے کو اتار لو اور رنگ کر فائدہ اٹھا لو۔'' (2) اس حدیث میں بکری کی بات ہے۔ اب اگر کسی کی گائے مر جائے' یا اونٹ مر جائے تو کیا اس کی کھال کو کوئی رنگ سکتا ہے یا نہیں؟ رنگ سکتا ہے اور فائدہ اٹھا سکتا ہے' اگر کوئی عالم یہ بات بنائے کہ وہ بکری تھی' لہٰذا بکری ہی کی کھال کو رنگ کر فائدہ اٹھا سکتے ہو اونٹ اور گائے کی کھال کو رنگ کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیا اس کی یہ بات چلے گی؟ نہیں چلے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وہاں تو بکری کے متعلق ہی فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا دوسرا فرمان ہے:

«أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ».

جو بھی کھال' چمڑا رنگ لیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (3)

اس میں بکری بھی آ گئی اونٹ بھی آ گیا گائے بھی آ گئی۔ اب اس عام

---

(1) صحیح بخاری' کتاب الصوم' باب من مات وعلیه صومٌ' حدیث: ۱۹۵۲. مسلم' حدیث: ۱۱۴۷. ابو داود' حدیث: ۳۳۱۱.

(2) صحیح مسلم' کتاب الحیض' باب طهارة جلود المیتة بالدباغ' حدیث ۳۶۳.

(3) جامع ترمذی' کتاب اللباس' باب ما جاء فی جلود المیتة إذا دبغت' حدیث: ۱۷۲۸.

حدیث کو بھی بکری کے ساتھ ہی مخصوص کر لینا کوئی دانائی ہے؟ کوئی فقہ ہے؟ کوئی اجتہاد ہے؟

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث میں نذر کے روزوں کا ذکر ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث میں عام بات ارشاد فرمادی:

«مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ». [1]

لہٰذا صحیح اور درست بات یہی ہے کہ فوت ہونے والا سفر یا بیماری یا کسی شرعی عذر کی بنا پر روزے نہیں رکھ سکا، ارادہ اس کا تھا، تو اس کے قریبی رشتہ دار اس کی طرف سے روزے رکھیں گے خواہ وہ روزے نذر کے ہیں، یا رمضان المبارک کے ہیں۔ اگر جان بوجھ کر اس نے روزے نہیں رکھے تو اب اس کی طرف سے روزے رکھنے کا اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، حدیث: ۱۹۵۲. مسلم، حدیث: ۱۱۴۷. ابوداود، حدیث: ۳۳۱۱.

خطبہ نمبر: ۳۰

میت کی طرف سے قرضہ ادا کرنا

میت کو جن چیزوں کا فائدہ پہنچتا ہے وہ چیزیں آپ سماعت فرما رہے ہیں، دعا کا تذکرہ ہو چکا ہے، روزوں کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ تیسری چیز جس کا میت کو فائدہ پہنچتا ہے وہ ہے قرض۔ میت کے ترکہ سے قرضہ ادا کیا جائے گا، اگر اس کا ترکہ ہی نہیں تو پھر دوسرا کوئی آدمی قرضہ ادا کر دے تو اس میت کو فائدہ پہنچے گا۔ قرضہ کی بڑی اہمیت اور بڑی تاکید ہے۔ انسان کو فکرمند ہونا چاہئے کہ مرنے سے پہلے وہ خود ہی قرضہ ادا کر دے۔ اپنے ذمے کوئی چیز چھوڑ کر نہ جائے، اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، اگر ترکہ نہیں تو پھر کوئی دوسرا اس کی طرف سے ادا کر دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [1]

ایک جگہ فرمایا: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [2] چار دفعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے، اگر کوئی فوت ہو گیا ہے تو اس کے ترکہ سے وصیت اور قرضہ ادا کیے جائیں، پھر جو باقی بچے وہ وارثین کے درمیان تقسیم ہو گا۔

قرض کی ادائیگی کی اہمیت:

مذکورہ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ قرض کی ادائیگی کتنی اہم ہے، اللہ تعالیٰ

(۱) سورۃ نساء، آیت: ۱۲
(۲) سورۃ نساء، آیت: ۱۲

نے چار دفعہ اس کا ذکر کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا اگر میں دشمنان اسلام سے لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' وہ یہ مسئلہ پوچھ کر چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو بلاؤ۔ وہ واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِلَّا الدَّيْنُ، اَلْآنَ قَالَ لِي جِبْرِيلُ». ''شہادت فی سبیل اللہ سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن قرضہ معاف نہیں ہوگا۔ یہ بات جبریل امین نے ابھی مجھے بتائی ہے۔''[1] قرضہ ایسی چیز ہے جو شہادت فی سبیل اللہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ یہ ادا کرنا ہی پڑے گا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب زخمی کر دیے گئے اس وقت ان کو شربت پلایا گیا تو وہ پیٹ کے رستے باہر آ گیا۔ دودھ پلایا گیا وہ بھی باہر آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب میرا آخری وقت ہے۔ اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر تفصیلی وصیت فرمائی۔ وصیت کی مکمل تفصیل صحیح بخاری میں موجود ہے، اس میں یہ چیز بھی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹا میرے قرضے کا حساب لگانا اور وہ ادا کرنا، اگر سمجھو کہ میرا مال قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو پھر ہمارے خاندان بنو عدی سے اکٹھا کر کے قرضہ ادا کر دینا۔''[2] (کتنی فکر تھی ان کو قرضے کی)

رسول اللہ ﷺ کے صحابی زبیر بن عوام کا جب آخری وقت تھا، انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا، میرے قرضے کا حساب لگانا اور میرے ترکہ سے سب

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاه إلا الدین، حدیث: ۱۸۸۵۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان، حدیث: ۳۷۰۰۔

سے پہلے قرضہ ادا کرنا' اگر سمجھو کہ زبیر کا مال تھوڑا ہے' اس سے قرضہ ادا نہیں ہوتا تو پھر زبیر کے مولیٰ سے سوال کرنا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا' آپ کا مولیٰ کون ہے جس سے قرضے کا سوال کریں۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا' میرا مولیٰ اللہ ہے۔

اللہ سے دعا کر لینا اور قرضہ ضرور ادا کرنا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' ہم نے اپنے باپ کے قرضے کا حساب کیا تو وہ سولہ لاکھ قرضہ بنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے اگر آپ سے قرضہ پورا نہ ہو سکا تو مجھ سے تعاون لے لینا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد صاحب مجھے نسخہ بتا گئے ہیں' اگر کمی ہو تو میرے مولیٰ سے طلب کر لینا۔ ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ [1]

مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرضے کی بہت فکر ہوتی تھی' اب لوگ اس کو معمولی سمجھتے ہیں' لینے والے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں اور دینے والے ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں۔ سالہا سال گزر جاتے ہیں' آخری وقت آجاتا ہے قرضہ ادا ہی نہیں ہوتا۔

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام فرماتے ہیں' جس صبح غزوۂ احد تھا اس رات میرے والد صاحب نے مجھے بلایا اور کہا عبداللہ مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے' لیکن جتنی محبت مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اتنی محبت تجھ سے نہیں۔ آپ کو میں نے اس لیے بلایا ہے کہ صبح غزوۂ احد ہے اور میرا خیال ہے صبح میں نے شہید ہو جانا ہے' میرا قرضہ تو نے ضرور ادا کرنا ہے۔ اور اپنی بہنوں کا بھی ضرور خیال رکھنا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میرے والد صاحب کا قرضہ بہت زیادہ تھا۔ حساب لگایا تو تیس وسق قرضہ نکلا۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ تقاضا کرنے والے

---

[1] صحیح بخاری' کتاب فرض الخمس' باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا' حدیث: ۳۱۲۹۔

تقاضا کرتے۔ میں نے سفارش بھی کروائی کہ کچھ تخفیف ہو جائے لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم نے مکمل قرضہ لینا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، ابا جی کا قرضہ بہت زیادہ ہے اور قرضہ لینے والے معمولی سا قرضہ بھی معاف نہیں کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے جابر! آپ اپنے باغ کی کھجوریں ایک جگہ اکٹھی کریں اور ہر جنس کا ڈھیر الگ الگ لگانا۔ عجوہ کھجوروں کا الگ، برنی کھجوروں کا الگ، جتنی قسمیں ہیں اتنے ڈھیر بنا دینا۔ جابر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں چاہتا ہوں آپ بھی وہاں موجود ہوں۔ تاکہ قرض لینے والے آپ کو دیکھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ڈھیر بنائیں میں بھی آ جاؤں گا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور کھجوروں کے سب سے بڑے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ان کو ماپ ماپ کر دیتے جاؤ۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پورے تیس وسق کھجوریں ادا کر دیں اور وہ ڈھیر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس میں بھی کمی نہ آئی، جبکہ میں سمجھتا تھا پورے باغ کی کھجوریں تیس وسق نہیں ہوں گی۔ [1]

گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قرض بڑی اہم چیز ہے اس کا فکرمند ہونا چاہیے، آدمی اگر مقروض فوت ہو گیا تو اس کو قبر میں عذاب ہوگا۔

ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ پیش کیا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا میت کے ذمے کوئی قرضہ ہے، لوگوں نے کہا، جی! اس کے ذمے قرضہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا قرضہ کی ادائیگی کے لیے یہ کچھ مال چھوڑ گیا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس کا مال کوئی نہیں جس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب إذا قاص أو جازفه فی الدین تمرا بتمر أو غیرہ، حدیث: ۲۳۹۶.

سے اس کا قرضہ ادا کیا جا سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» اس کی نماز جنازہ تم خود پڑھو۔ میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے کہا اس کا جتنا قرضہ ہے وہ میں ادا کرتا ہوں' آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ (1) قرضہ کتنی اہم چیز ہے' کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی جب تک قرضے کا انتظام نہیں ہوا۔

ایک حدیث میں ذکر ہے' ایک آدمی فوت ہو گیا' نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھا فلاں آدمی فوت ہو گیا تھا اس کے ذمے قرضہ تھا' کیا کوئی ہے اس کی طرف سے قرضہ ادا کرنے والا؟ سب خاموش رہے' نبی کریم ﷺ نے دوبارہ پھر یہی بات دوہرائی' ایک آدمی بولا' میں اس کا قرضہ ادا کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو قریب بلایا اور کہا: ''کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا فوت شدہ بھائی عذاب سے سبکدوش ہو جائے؟'' وہ کہنے لگا جی ہاں' ہم چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس کا جلدی سے قرضہ ادا کرو۔'' (2)

لہٰذا قرضے کی ادائیگی از حد ضروری ہے۔ آج کل لوگ اس کو معمولی سمجھ رہے ہیں' ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ قرضہ جنت میں داخلے سے رکاوٹ بن جائے گا۔ (3) اس لیے اس رکاوٹ کو ختم کرنا ضروری ہے۔ میت کے ترکے سے سب سے پہلے قرضہ ادا کیا جائے گا۔

میت کا قرضہ کون ادا کرے:

اگر میت کے ترکے میں گنجائش نہیں تو پھر میت کے قریبی رشتہ دار ادا

(1) صحيح بخاري' كتاب الحوالة' باب إن أحال دين الميت على رجل جاز' حديث: ٢٢٩١.

(2) سنن نسائي' كتاب البيوع' باب التغليظ في الدين' حديث: ٤٦٠٦

(3) سنن أبي داود' كتاب البيوع' حديث: ٣٣٤١.

کریں گے' یا پھر کوئی دوسرا اجنبی جو اس کا رشتہ دار نہیں وہ اس کی طرف سے ادا کر دے پھر بھی ادا ہو جائے گا۔ جس طرح ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا قرضہ میں ادا کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے رشتے دار نہیں تھے۔ لہٰذا اگر کوئی دوسرا آدمی اجر اور ثواب لینے کے لیے قرضہ ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتا ہے۔ شروع اسلام میں تو رسول اللہ ﷺ اسی طریقے پر چلتے رہے' جب مال غنیمت آنا شروع ہوا' اور اللہ تعالیٰ نے اسلامی دولت کو مالا مال کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا: «اَنَا اَولٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ»۔ میرا ایمان والوں سے بہت زیادہ گہرا تعلق ہے۔ جو فوت ہو جائے اور وہ مال چھوڑ کر گیا فَھُوَ لِوَرَثَتِہٖ تو وہ مال اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ اور جو فوت ہو گیا اور اہل عیال چھوڑ گیا ہے' اور قرضہ چھوڑ گیا ہے تو وہ ہمارے ذمے ہیں' ہم اس کے اہل و عیال کی بھی کفالت کریں گے اور اس کا قرضہ بھی ادا کریں گے۔ [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے قرضہ ہو اور اس کے رشتہ دار بھی اس کا قرضہ ادا نہیں کرتے تو پھر اسلامی حکومت اس کا قرضہ ادا کرے گی۔ بیت المال سے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا۔

لیکن اب مسلمانوں کی حکومتوں کے خیالات اور پروگرام ہی کچھ اور ہیں اہل وعیال کی کفالت کرنے کی بجائے ان سے زیادتیاں کی جا رہی ہیں' اور شاید بیت المال میں یہ مد بھی نہ ہو کہ فوت شدہ کے اہل وعیال کی کفالت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے' ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اسلام ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الحوالات' باب من تکفل عن میت دینا ولیس له أن یرجع' حدیث: ۲۲۹۷.

خطبہ نمبر: ۳۱

میت کی طرف سے صدقہ کرنا

چوتھی چیز جس کا میت کو فائدہ پہنچتا ہے وہ ہے صدقہ' اگر میت کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت صرف چار بیان کی جائیں گی۔

پہلی حدیث:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي اِفْتَلَتَتْ نَفْسَهَا. وَلَوْ تَكَلَّمَتْ لَتَصَدَّقَتْ. فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں' بات چیت کرنے کا ان کو موقع ہی نہیں ملا۔ اگر وہ کلام کرتی تو ضرور صدقہ کرتی' لیکن اس کو موقع ہی نہیں ملا۔ میں اگر اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میری والدہ کو فائدہ پہنچے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر تو اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرے گا تو تیری والدہ کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔''[1]

[1] صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب موت الفجأة البغتة' حدیث ۱۳۸۸' مسلم' حدیث: ۱۰۰۴۔

ایک روایت میں ہے کہ اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کرنے کے بعد والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر اولاد والدین کی طرف سے صدقہ کرے تو والدین کو فائدہ پہنچے گا۔

دوسری حدیث:

صحیح بخاری میں ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا.

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کی والدہ فوت ہوگئی اور سعد گھر موجود نہیں تھے۔

سعد نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے:

إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟

میری والدہ فوت ہوگئیں ہیں اور میں غیر حاضر تھا۔ میں اگر کوئی شے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میری والدہ کو فائدہ پہنچے گا۔ (۲)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر تم اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرو گے تو اس کو فائدہ پہنچے گا۔'' یہ بات سن کر سعد بن عبادہ کہنے لگے اشهدك میں آپ کو

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضا ولم یبین الحدود فهو جائز، حدیث: ۲۷۷۰.

(۲) صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب إذا قال أرضی أو بستانی صدقة لله عن أمی، حدیث: ۲۷۵۶.

گواہ بناتا ہوں' کہ میرا باغ مخراف جو بڑا اعلیٰ اور عمدہ باغ ہے اس کو میں والدہ کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

اس کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ بڑا عمدہ باغ تھا' مخراف' خرف سے ہے' خرف عربی زبان میں پھلوں کے چننے کو کہتے ہیں' وہ باغ بہت پھل دیتا تھا اور اس کے پھل چنے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کا نام ہی مخراف رکھ دیا گیا تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوئی اگر اولاد اپنے فوت شدہ والدین کی طرف سے صدقہ کرے تو والدین کو فائدہ پہنچتا ہے۔

وصیت کرنا فرض ہے:

صحیح مسلم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالاً وَّلَمْ يُوصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقُ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کا مال ہے' لیکن اس نے وصیت نہیں کی (مال ہونے کے باوجود اس نے وصیت نہیں کی) اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ [1]

اس کے سوال سے پتہ چلتا ہے کہ اگر آدمی کے پاس مال ہو اور وہ وصیت نہ کرے تو وہ گناہ گار ہو گا۔ کیونکہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر میں صدقہ کروں تو کیا یہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔ اس کا گناہ تھا تو کفارے کا ذکر کر رہا ہے۔

قرآن مجید سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وصیت کرنا فرض ہے' عام طور پر

---

[1] صحیح مسلم' كتاب الوصية' باب وصول ثواب الصدقات إلي الميت' حديث: ۱۶۳۰.

لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾

''تم پر وصیت فرض کر دی گئی ہے کہ جب تم میں سے کسی ایک کی موت حاضر ہو اور وہ مال چھوڑ کر جا رہا ہے' تو والدین اور قریبی رشتے داروں' کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے' یہ متقین پر حق ہے۔'' (۱)

ہمارے ہاں وصیت میں بڑا ظلم کیا جاتا ہے' کوئی تو سارا مال ایک ہی لڑکے کے نام کر جاتے ہیں یا صرف لڑکوں کے نام وصیت کر دی اور لڑکیوں کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ یا جس سے کچھ روابط اور تعلقات ہوئے اس کے نام لگا دیے اور بعد والوں کے لیے مصیبت بن گئی' جو کام اس نے کرنا تھا وہ کیا نہیں اور جو نہیں کرنا تھا وہ کر لیا۔

لہٰذا اگر مال ہو تو پھر وصیت کرنا ضروری ہے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے پاس مال ہے اور وہ وصیت بھی کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک دو دن سے پہلے پہلے وصیت ضرور تحریر کر دے کیونکہ موت کا کوئی علم نہیں۔'' لہٰذا وصیت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے۔ (۲)

بہر حال رسول اللہ ﷺ کے اس صحابی کے والد فوت ہو گئے اور انہوں نے وصیت نہ کی' صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اگر میں والد کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا والد کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۸۰

(۲) صحیح بخاری' کتاب الوصایا' باب الوصایا' حدیث: ۲۷۳۸.

''ہاں! تیرا صدقہ کرنا اس کا کفارہ بن جائے گا۔'' صدقہ کرنے سے فوت شدہ کے گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔ کفارے کا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ فوت ہونے والے کے جتنے ورثاء ہیں وہ سب جمع ہو جائیں اور سوچیں کہ ہمارے والد صاحب وصیت نہیں کر کے گئے تو ہمیں چاہیے ہم ان کے مال سے کچھ مال زیادہ سے زیادہ ایک ثلث تک الگ کر دیں۔ اس طریقہ سے بھی اس کا کفارہ بن جائے گا۔

میت کو صدقہ کا فائدہ کیسے پہنچے گا:

ابوداود اور مسند امام احمد میں حدیث ہے' رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل سہمی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں' فرماتے ہیں کہ عاص بن وائل سہمی فوت ہو گیا اور وصیت کر گیا کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیا جائے' اس سے پتہ چلتا ہے عاص سخی آدمی تھا۔ عاص بن وائل کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیے۔

فَأَرَادَ اِبْنُهٗ عَمْرٌو أَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ الْبَاقِيَ.

عاص بن وائل کے بیٹے عمرو نے ارادہ بنایا کہ باقی پچاس غلام میں آزاد کر دوں۔

پھر خیال آیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں کیا اس کا فائدہ میرے باپ کو پہنچے گا کہ نہیں؟ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا عاص بن وائل فوت ہو گیا ہے اور اس نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی۔ ہشام نے پچاس آزاد کر دیئے ہیں' باقی پچاس آزاد کرنے کا میرا ارادہ بنتا ہے کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذٰلِكَ.

اگر عاص بن وائل مسلم ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد
کرتے یا صدقہ کرتے' یا حج کرتے تو یہ اس کو پہنچ جاتا۔ [1]

لیکن اب وہ مسلم نہیں تھا' آپ بے شک اس کی طرف سے غلام آزاد کریں' صدقہ کریں' یا اس کی طرف سے حج کریں اب اس کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔

آپ پہلے بھی سماعت فرما چکے ہیں' میت کو دعا کا فائدہ یا روزوں کا فائدہ تب ہوگا اگر اس میں اہلیت ہے' اسلام اور ایمان موجود ہو' اگر اہلیت اس میں نہیں تو پھر جتنی مرضی دعا کرو اس کی طرف سے عمل کرو اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

والدین کی طرف سے اولاد صدقہ کرے تو اس کا فائدہ والدین کو پہنچے گا بشرطیکہ والدین مومن ہوں اور والدین کے علاوہ دوسرے فوت ہونے والوں کو کسی کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب نہیں پہنچے گا' کیونکہ حدیث میں صرف والدین کا ذکر آیا ہے' دوسروں کا ذکر نہیں آیا۔

---

[1] سنن ابی داود' کتاب الوصایا' باب ما جاء فی وصیة الحربی لیسلم ولیه أیلزمه أن ینفذها' حدیث: ۲۸۸۳.

خطبہ نمبر: ۳۲

انسان کے وہ اعمال جن کا فائدہ اس کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے

میت کو فوت ہونے کے بعد کن اعمال کا فائدہ پہنچتا ہے' آج کی فرصت میں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی تین احادیث بیان کرنا مقصود ہے۔

پہلی حدیث:

صحیح مسلم میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ».

انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں (نماز نہیں پڑھے گا' روزے نہیں رکھے گا' حج نہیں ادا کرے گا' صدقہ زکوٰۃ نہیں دے گا) مگر اس کے تین اعمال ایسے ہیں جو وہ اپنی زندگی میں کر گیا ان کا اجر وثواب اس کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔[1]

﴿۱﴾ صدقہ جاریہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' «إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ» اس نے اپنی زندگی میں ایسا صدقہ کیا ہے جو جاری ہے' جتنی دیر تک وہ

﴿۱﴾ صحیح مسلم' کتاب الوصیة' باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته' حدیث: ۱۶۳۱۔

صدقہ جاری رہے گا' اتنی دیر تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔ یہاں صدقہ عام معنی میں ہے' خاص معنی میں نہیں جو صرف آٹھ مصارف میں لگتا ہے۔ صدقے کا عام معنی کا مطلب کیا ہے؟ صحیح بخاری میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «کُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ» ہر نیکی صدقہ ہے۔ اس مقام میں صدقہ نیکی کے معنی میں ہے' مرنے والا ایسی نیکی کر گیا ہے جو جاری ہے' جب تک وہ نیکی جاری ہے اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔

﴿۲﴾ دین کا علم: دوسرا عمل جس کا اجر وثواب اس کو ملتا رہے گا' آپ ﷺ نے فرمایا: «أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ». دین کا علم جو اس نے پڑھایا' لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں' اس کو فوت ہونے کے بعد بھی اس کا فائدہ پہنچتا رہے گا۔ غور کرو جو لوگ دین کا علم سکھاتے ہیں ان کو کتنا اجر وثواب ہوتا ہے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین کو دین کا علم سکھایا' تابعین کو بھی اجر وثواب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان کے اعمال کا ثواب ملتا رہے گا' تابعین نے تبع تابعین تک دین کا علم منتقل کیا' تابعین کو بھی ثواب اور تبع تابعین کو بھی ثواب' پھر ائمہ مجتہدین نے دین کا علم اپنے اساتذہ کرام سے حاصل کیا اور آگے تعلیم بھی دیتے رہے۔

ان کو یہ سارا اجر وثواب مل رہا ہے' اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا' آپ غور کریں ان لوگوں کو کتنا اجر وثواب مل رہا ہے' ہم سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سند پہنچتی ہے' ان تمام اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو یہ اجر وثواب پہنچ رہا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا اجر وثواب تو ختم ہی نہیں ہوتا۔ نہ زندگی میں ختم ہوتا ہے نہ زندگی کے بعد ختم

ہوتا ہے۔ اس کا اجر وثواب جاری وساری ہے۔ آپ غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کا اجر وثواب کتنا ہے' کیونکہ اسلام کے اصل معلم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: «بُعِثْتُ مُعَلِّمًا»۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا۔ اب ساری امت کا اجر وثواب رسول اللہ ﷺ کو بھی ملتا ہے۔

﴿۳﴾ نیک اولاد: تیسری چیز جو فوت ہونے کے بعد انسان کو پہنچتی رہتی ہے «أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے' نیک اولاد کی دعا کا اس کو فائدہ پہنچتا رہے گا اور اس کے علاوہ اولاد جو بھی نیک عمل کرے گی اس کا فائدہ بھی اس کو پہنچتا رہے گا۔ جو لوگ بد ہیں وہ سوچیں وہ اپنا بھی نقصان کر رہے ہیں اور اپنے والدین کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔ ہر انسان نے فوت تو ہونا ہی ہے اس کو کوشش کرنا چاہئے کہ اپنی زندگی میں کوئی ایسا عمل ضرور کر جائے جو اس کو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچائے کیونکہ بعد والوں کا کیا پتہ ایسے عمل کریں یا نہ کریں جو اس کو فائدہ پہنچائیں۔

حدیث رسول ﷺ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خاص لگاؤ:

ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ میں ایک روایت ہے اس کو بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خاص شرف عطا فرمایا تھا' کتب حدیث میں جتنی روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہیں اور کسی کی نہیں' ان کا اوڑھنا بچھونا ہی یہ تھا' نبی کریم ﷺ کی احادیث یاد کرتے تھے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں' مہاجر صحابی بازار تجارت میں مشغول رہتے اور انصار صحابہ کاشت کار تھے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نہ میری کوئی تجارت تھی اور نہ ہی کوئی زمین تھی' نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتا تھا۔ کھانا مجھے مل جایا کرتا تھا۔ ان کی زندگی ہی میں لوگوں نے یہ

کہنا شروع کر دیا تھا أَكْثَرَ أَبُوهُرَيْرَةَ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ایک دن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' کہنے لگے آج رات عشاء کی نماز باجماعت آپ نے پڑھی ہے؟ سب کہنے لگے جی ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے بتاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کون سی سورت پڑھی تھی؟

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' کسی کو پتہ ہی نہیں تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں فلاں سورت پڑھی تھی اور دوسری میں فلاں سورت پڑھی تھی۔ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ جتنی روایات یہ بیان کرتے ہیں اتنی اور کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں احادیث یاد کیا کرتا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو اور چاشت کی نماز بھی پڑھا کرو اور وتر رات سونے سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ احادیث یاد کیا کرتے تھے۔ تھکاوٹ کی وجہ سے رات بیدار نہیں ہو سکتے تھے۔ [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی وقت مجھے کوئی بات بھول جاتی تھی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چادر بچھاؤ' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور مجھے کہا چادر لپیٹ اپنے سینے سے لگا لو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن سے مجھے کوئی چیز نہیں بھولی۔ جو چیز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا مجھے من وعن یاد ہو جاتی۔ [3]

---

(۱) صحيح بخاری' كتاب العلم' باب حفظ العلم' حديث: ۱۱۸

(۲) صحيح بخاری: كتاب الجمعة' باب صلاة الضحى في الحضر' حديث ۱۱۷۸' ۱۹۸۱

(۳) صحيح بخاری' كتاب العلم' باب حفظ العلم' حديث: ۱۱۹

ہم نے اپنے استاذ اور شیخ مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ سے ایک واقعہ سنا کہ امیر مدینہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا امتحان لیا' امیر مدینہ نے ان کو پاس بٹھا کر کہا' میں آپ سے کچھ احادیث سننا چاہتا ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث سنانا شروع کر دیں۔ امیر مدینہ نے پس پردہ کاتب بٹھا دیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو احادیث سنائیں وہ نوٹ کرتے جانا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا کوئی علم نہیں' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث سنا کر واپس آ گئے' اس بات کو سال گزر گیا۔ امیر صاحب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پھر بلا لیا اور کاتب کو پس پردہ بٹھا دیا اور ابو ہریرہ کو کہا' پچھلے سال جو احادیث سنائی تھیں وہ احادیث پھر ایک مرتبہ سناؤ۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کوئی خبر نہیں کہ میرا امتحان ہو رہا ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پچھلے سال والی احادیث سنا دیں۔ کاتب نے پچھلے سال والی احادیث اور اس سال والی احادیث کا تقابل کیا تو کوئی فرق نہیں تھا۔ جو الفاظ پچھلے سال سنا کر گئے تھے اسی طرح اب بھی سنا دیے۔ (اللہ تعالیٰ نے اتنا حافظہ عطا کیا تھا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے یہ مقام ملا تھا۔ وہ اپنی طرف سے احادیث نہیں بناتے تھے۔ جیسا کہ کچھ لوگ یہ باتیں بناتے ہیں۔

جاری رہنے والے اعمال:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ». انسان کو فوت ہو جانے کے بعد اس کے اپنے عمل میں سے جو چیز پہنچتی ہے ان میں سے ایک علم ہے جس کی لوگوں کو تعلیم دے گیا اس کا اجر اور ثواب اس کو موت کے بعد بھی ملے گا۔ «أَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ». نیک اولاد چھوڑ گیا ہے' اس کی تمام نیکیوں کا ثواب اس کو بھی ملے گا «أَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهُ» یا قرآن مجید کا کوئی نسخہ کسی کو دے گیا ہے تاکہ وہ اس کی تلاوت کرے' تلاوت کرنے والا جب

تک اس کی تلاوت کرے گا اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔ «أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ». یا وہ کوئی مسجد بنا گیا ہے اس کو مرنے کے بعد بھی اجر وثواب ملتا رہے گا۔ مسجد میں لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، یا قرآن وسنت کی تعلیم دے رہے ہیں اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔ «أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ». مسافروں کے لیے کوئی عمارت بنا گیا، جب تک مسافر اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔ «أَوْ نَهَرًا أَجْرَاهُ». یا کوئی نہر جاری کر گیا ہے۔ کوئی نلکا لگوا گیا ہے، یا کنواں بنوا گیا ہے، لوگ جب تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔ [1]

یہ انسان کے اپنے اعمال ہیں جن کا اجر وثواب اس کو فوت ہونے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔

صحیح مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداود طیالسی، مسند امام احمد میں حدیث موجود ہے، جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ آدمی آئے، ان کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ چمڑے انہوں نے زیب تن کیے ہوئے تھے، انتہائی مفلس تھے، ان میں سے اکثر مضر خاندان کے تھے، بلکہ سارے ہی مضر خاندان کے تھے، ان کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ کو ان پر بڑا رحم آیا، کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے، پریشان تھے، کسی طرح ان کی امداد کی جائے، ظہر کا وقت ہوا آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، بعد میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، بعد میں فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾

"اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس نے تم کو ایک جان

---

[1] سنن ابن ماجه، باب ثواب معلم الناس الخير، حديث: ۲۴۲.

سے پیدا کیا۔'' (۱)

یہ آیت پڑھ کر آپ ﷺ نے لوگوں کو توجہ دلائی کہ آپ اصل میں ایک ہی آدمی کی اولاد ہو' بعد میں کوئی قریشی بن گیا' کوئی بنوتمیم' کوئی مضر' کوئی بنوعدی اور کوئی بنو ہاشم وغیرہ وغیرہ بن گیا۔ اصل میں تم ایک ہی ہو۔ مطلب یہ تھا کہ ان کو بھی اپنا ہی سمجھو۔

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ﴾

''اور جس اللہ کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اس اللہ سے ڈرو۔ اور رشتے ناطے کا بھی خاص خیال رکھو۔'' (۲)

نبی کریم ﷺ بھی قریش مضر خاندان سے تھے اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مضر خاندان کے تھے' آپ ﷺ نے اس آیت کے ذریعے توجہ ادھر مبذول کروائی کہ یہ لوگ بھی آپ کے خاندان کے ہی ہیں' ان کو اپنا ہی سمجھو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾

''رب تعالیٰ سے ڈرو اور سوچو ہم آگے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔'' (۳)

ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنھوں نے رب تعالیٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فراموش کر دیا۔

---

(۱) سورۃ نساء' آیت: ۱
(۲) سورۃ نساء' آیت: ۱
(۳) سورۃ الحشر' آیت: ۱۸

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں' بعد میں لوگوں کو ترغیب دلائی کہ کوئی دینار لے آئے' کوئی درہم لے آئے' کوئی کھجوریں لے آئے' کوئی گندم لے آئے' کوئی کپڑے لے آئے اور ان کو دے۔ آپ ﷺ نے بڑی ترغیب دلائی لیکن سب خاموش تھے' رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہو گیا۔ ایک انصاری صحابی اٹھا اور گھر سے ایک تھیلی دیناروں سے یا درہموں سے بھری ہوئی لے آیا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی گھر گئے اور کچھ لے آئے' عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی گھر گئے اور کچھ سامان لے آئے' مہاجرین گھروں سے سامان لے آئے' انصار بھی سامان لے آئے' سونے' چاندی' کپڑوں اور کھجوروں وغیرہ سے دو بڑے بڑے ڈھیر جمع ہو گئے' رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے' آپ ﷺ کا چہرہ چمکنے لگا' آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ».

جو اسلام میں نیک کام کرتا ہے اور اس کو دیکھ کر دوسرے بھی نیک کام کرتے ہیں تو پہلے نیکی کا کام کرنے والے کو اپنا بھی ثواب ملتا ہے اور دوسروں کا اجر و ثواب بھی اس کو ملتا ہے اور ان کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہیں آتی ان کو بھی اجر و ثواب پورا ہی ملتا ہے۔

لہٰذا جو صحابی رضی اللہ عنہ پہلے تھیلی لے کر آیا تھا اس کو بڑا ثواب ملا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ

أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ"۔

کوئی بدعمل کرتا ہے اور اس کو دیکھ کر دوسرے بھی بدعمل کرتے ہیں تو پہلے بدعمل کرنے والے کو اس کا گناہ ہوتا ہے اور اس کو دیکھ کر جو بدعمل کرتے ہیں ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور ان کو بھی گناہ ملے گا ان کے گناہ میں کمی بالکل نہیں ہوگی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی یہ تفصیلی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو آدمی کسی کو نیکی کی طرف راغب کرے جتنا اجر وثواب اس کو ہوگا اتنا ہی اجر وثواب اس کو بھی ہوگا زندگی میں بھی اجر وثواب کا سلسلہ جاری رہے گا اور مرنے کے بعد بھی۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

﴿1﴾ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو کلمة طیبة، حدیث: ۱۰۱۸.

خطبہ نمبر: ۳۳

قبرستان کی زیارت کرنا

قبرستان جانے کی دو صورتیں:

آج کی فرصت میں قبروں کو زیارت اور قبرستان میں جانے کے متعلقہ امور پر تبصرہ ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز!

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لو' قبرستان میں جانے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ دور دراز کے علاقے کے قبرستان میں سفر کر کے جانا' دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے علاقے' شہر اور اپنے دیہات کے قبرستان میں جانا۔

سفر کر کے قبرستان جانا منع ہے:

سفر کر کے قبرستان کی زیارت کے لیے جانا ممنوع ہے' عورتوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔ رخت سفر باندھ کے قبرستان جانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا ہے' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے' ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَشُدُّ الرِّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَالْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ هٰذَا».

رخت سفر نہ باندھا جائے مگر تین مساجد کی طرف' مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد' یعنی مسجد نبوی۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الصوم' باب صوم یوم النحر' حدیث: ۱۹۹۶' ۱۱۹۷

ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں رخت سفر باندھ کے نہیں جا سکتے' تو سفر کر کے کسی قبرستان یا کسی قبر کی طرف کیسے جا سکتے ہیں۔

اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کرنا:

البتہ اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کرنے جا سکتا ہے' نبی کریم ﷺ نے پہلے اپنے علاقے کے قبرستان کی زیارت کرنے سے بھی منع فرما دیا تھا' کیونکہ جاہلیت میں لوگ قبرستان جاتے اور ایسی حرکتیں کرتے جن کی دین اسلام میں قطعاً کوئی اجازت نہیں تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے سے منع کر دیا تھا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی' کہ اپنے علاقے کے قبرستان میں جا سکتے ہو اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ بہت زیادہ ہیں' آج کی فرصت میں صرف تین ذکر کی جائیں گی۔

پہلی حدیث:

ابوداود' نسائی' مسند امام احمد میں یہ حدیث موجود ہے' بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّی کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، وَلَا تَقُولُوا هُجْراً».

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے آپ کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا' اب آپ قبروں کی زیارت کر لیا کریں' اور فضول باتیں نہ کرو۔ [1]

قبروں میں جانے سے خیر و بھلائی میں اضافہ ہونا چاہئے اور آخرت کی یاد تازہ ہونا چاہئے۔ لیکن اب تو لوگ قبرستان جاتے ہیں نہ ان کو آخرت کی یاد آتی ہے اور نہ ان کی خیر و بھلائی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں

[1] مسند امام احمد' حدیث بریدة الأسلمی' حدیث: ۲۲۵۴۳.

جن سے گناہ ہوتا ہے۔ قبر والے کے لیے بخشش کی دعا کرنے کی بجائے الٹا ان سے مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔

قبرستان میں خلاف شرع کوئی بات نہیں کرنا چاہیے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب قبرستان جاؤ «وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا». فضول باتیں نہ کرو، خلاف شرع باتیں اور خلاف شرع کام قبرستان میں نہ کرو۔ کئی لوگ قبرستان میں عجیب وغریب باتیں کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح کوئی آدمی فوت ہو جائے تو خلاف شرع کوئی بات نہیں کہنا چاہیے اسی طرح قبرستان میں بھی کوئی خلاف شرع بات نہیں کہنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ کو بہت غم اور افسوس ہوا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا».[1] ہم زبان سے وہی بات نکالیں گے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

یہی بات آپ ﷺ نے قبرستان میں جانے والوں کو کہی کہ وہاں کوئی ایسی بات نہیں کہنا جس سے اللہ ناراض ہو جائے۔

صاحب سبل السلام امام امیر صنعانی رحمہ اللہ نے زیارت والی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت کی غرض وغایت اور مقصد بیان کیا ہے کہ قبرستان کی زیارت سے تمہیں عبرت حاصل ہو، آخرت کی یاد تازہ ہو۔ اگر کوئی آدمی قبرستان جاتا ہے اس کا مقصد عبرت حاصل کرنا نہیں، بلکہ ریاکاری مقصود ہے کہ لوگ کہیں بڑا متقی پرہیزگار انسان ہے، قبرستان بہت جاتا ہے۔ یا وہاں جا کر خلاف شرع باتیں کرتا ہے اور خلاف شرع کام کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کو قبرستان جانے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ إنا بك لمحزونون، حدیث: ۱۳۰۳

فرمایا ہے قبرستان اس لیے جانا ہے تاکہ آخرت یاد آئے اور عبرت حاصل ہو۔ اور شرع کے خلاف کوئی کام نہ ہو' جو آدمی نہ عبرت حاصل کرتا ہے اور نہ شرع کے خلاف امور سے اجتناب کرتا ہے' تو ایسے آدمی کو قبرستان جانے کی قطعا کوئی اجازت نہیں۔

قبرستان کی زیارت سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے:

دوسری حدیث:

مستدرک حاکم' بیہقی' مسند امام احمد اور مسند بزار میں موجود ہے' اس حدیث کو آپ ﷺ کے صحابی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِيهَا عِبْرَةً وَّلَا تَقُولُوا مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ».

میں نے آپ کو قبرستان سے منع کیا تھا' اب آپ جا سکتے ہیں' کیونکہ قبرستان جانے میں عبرت ہے' اور ایسے کلمات نہ کہو جو رب تعالیٰ کو ناراض کر دیں۔ [1]

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ اس میں عبرت ہے۔ آدمی جب قبرستان جاتا ہے تو اس کی طبیعت میں رقت طاری ہو جاتی ہے۔

تیسری حدیث:

مستدرک حاکم میں موجود ہے' اس حدیث کو آپ ﷺ کے صحابی اور خادم انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُرِقُّ

[1] مسند امام احمد' مسند ابی سعید خدری' حدیث: ۱۰۹۳۶.

الْقَلْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ».

میں نے آپ کو قبرستان کی زیارت سے منع کیا تھا' اب آپ قبرستان جا سکتے ہیں' کیونکہ قبرستان جانے سے انسان کے دل میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں اور آخرت کی یاد آ جاتی ہے۔ (۱)

کیونکہ قبر آخرت کی منازل سے پہلی منزل ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب قبر کا ذکر کیا جاتا تو وہ زار و قطار رونا شروع کر دیتے' اتنے آنسو بہتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی' کسی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جہنم کا ذکر ہوتا ہے' آخرت کا ذکر ہوتا ہے آپ اتنا نہیں روتے جتنا آپ قبر کے ذکر سے روتے ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قبر آخرت کی منازل سے پہلی منزل ہے' جو یہاں کامیاب ہو گیا وہ آگے بھی کامیاب ہو گیا اور جو یہاں ناکام ہو گیا وہ آگے بھی ناکام ہو جائے گا۔ اس لیے مجھے قبر کی یاد سے زیادہ رونا آتا ہے۔'' (۲)

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبروں کی زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔'' مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبرستان میں خلاف شرع باتیں نہ کہو کیونکہ خلاف شرع باتوں سے قبرستان کی زیارت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔'' کیونکہ قبرستان کی زیارت سے آخرت کی فکر اور رقت قلب مقصود تھی' جس نے وہاں خلاف شرع باتیں اور کام شروع کر دیے اس کو آخرت کی فکر کیا ہے؟ یہ تو انتہائی درجہ کا غافل انسان ہے جو قبرستان میں بھی خلاف شرع امور سے منع نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تین احادیث جو آپ نے سماعت فرمائی ہیں اس

---

(۱) مستدرك حاكم

(۲) جامع ترمذی' كتاب الزهد' باب ما جاء في ذكر الموت' حديث: ۲۳۰۸

بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی قبرستان جا سکتا ہے' اس کا اجر وثواب ملے گا بشرطیکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی پابندی کرتے ہوئے قبرستان کی زیارت کرے' خلاف شرع کوئی کام نہ کرے' آخرت کی فکر کرے ورنہ قبرستان جانا اس کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔

خطبہ نمبر: ۳۴

عورتوں کا قبرستان جانا

پچھلے جمعہ میں آپ نے سماعت فرمایا کہ سفر کر کے قبروں کی زیارت کے لیے جانا مردوں اور عورتوں کے لیے منع ہے۔ اپنے علاقے کے قبرستان میں بغیر سفر جانے کی نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے۔ پہلے نبی کریم ﷺ نے اپنے علاقے کے قبرستان میں بھی جانے سے منع فرما دیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔ منع آپ ﷺ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو کیا تھا۔ اجازت بھی آپ ﷺ نے دونوں کو دی۔ عورتوں کے قبرستان میں جانے کی یہ عمومی دلیل ہے۔

عورتوں کے قبرستان جانے کی دوسری دلیل:

صحیح مسلم میں حدیث ہے، بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ».

''میں نے آپ کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب آپ جا سکتے ہیں۔'' دوسرا حکم آپ ﷺ نے اس حدیث میں یہ دیا کہ ''میں نے آپ کو قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ جمع کرنے سے منع کر دیا تھا، اب آپ تین دنوں سے زیادہ جمع کر سکتے ہیں۔''

تیسرا حکم آپ ﷺ نے اس حدیث میں یہ دیا:

«وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا».

''میں نے آپ کو چمڑے کے مشکیزے کے علاوہ تمام برتنوں میں نبیذ اور کھجوروں کے شربت بنانے سے منع کیا تھا۔ اب تم جس برتن میں چاہو نبیذ اور کھجوروں کا شربت بناؤ' کوئی پابندی نہیں' صرف یہ پابندی ہے کہ «وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا». نشہ آور مشروب نہیں پینا۔'' (1)

کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ» ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' (2) خواہ وہ پینے والی ہے' خواہ کھانے والی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین حکم دیے ہیں' جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ پہلے آپ ﷺ نے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زائد جمع کرنے سے منع کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ یہ اجازت مرد اور عورت دونوں کو ہے۔ ایسا نہیں کہ مردوں کو تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور عورتوں کو نہیں دی۔ اسی طرح مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے دونوں کو منع کیا تھا' پھر آپ ﷺ نے دونوں کو اجازت دے دی۔ جس طرح ان دونوں حکموں میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں اسی طرح قبروں کی زیارت کے حکم میں بھی دونوں شامل ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے قبرستان جانے کی یہ دوسری عمومی دلیل ہے۔

---

(1) صحيح مسلم' كتاب الأضاحي' باب بيان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي' حديث: ۱۹۷۷.

(2) صحيح بخاري' كتاب المغازي' باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل الحجة الوداع' حديث: ۴۳۴۳.

عورتوں کے قبرستان جانے کی تیسری دلیل:

نبی کریم ﷺ نے قبرستان جانے کی اجازت دی اور اس کی حکمت اور علت بھی بیان کی کہ قبرستان کی زیارت سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں میں آنسو آتے ہیں اور آخرت یاد آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تین حکمتیں جو بیان فرمائی ہیں یہ صرف مردوں میں ہی نہیں بلکہ عورتوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

مرد قبرستان جائیں گے تو ان کے دل میں رقت پیدا ہوگی آنکھوں میں آنسو آئیں گے۔ آخرت یاد آئے گی اور اگر عورتیں جائیں گی تو ان کے دل میں بھی رقت پیدا ہوگی۔ آنکھوں میں آنسو آئیں گے اور آخرت یاد آئے گی۔ یہ حکمت مرد اور عورتوں دونوں میں مشترک ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ قبرستان کی زیارت کا حکم دونوں کے لیے ہے۔ صرف مردوں کے لیے نہیں۔ یہ کہنا کہ قبرستان کی زیارت کی اجازت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں، یہ بات درست اور صحیح نہیں۔

عورتوں کے قبرستان جانے کے خصوصی دلائل:

عورتوں کے لیے قبرستان جانے کے یہ عمومی دلائل تھے، عورتوں کے قبرستان جانے کے خصوصی دلائل بہت زیادہ ہیں اس وقت صرف دو ذکر کیے جائیں گے۔

مستدرک حاکم میں حدیث ہے، عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے کہا میں قبرستان میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرنے کے لیے گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، نبی کریم ﷺ نے تو قبرستان کی زیارت سے منع کیا ہے اور آپ قبرستان گئی ہوئی تھیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' پہلے آپ ﷺ نے منع کیا تھا' پھر آپ ﷺ نے رخصت دے دی۔ اس لیے میں قبرستان گئی تھی۔ [1] اس خاص حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے قبرستان کی زیارت کی اجازت عورتوں کے لیے بھی ہے۔

دوسری خصوصی دلیل:

صحیح مسلم میں ہے' محمد بن قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب اپنے شاگردوں کو کہتے ہیں' کیا میں آپ کو اپنی اور تمہاری ماں کا واقعہ نہ سناؤں۔ شاگرد کہتے ہیں' ہم سوچ میں پڑ گئے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جنم دینی والی ماں سمجھ لی۔ پھر محمد بن قیس نے کہا' مجھے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ سنایا ہے وہ واقعہ میں آپ کو سنانے لگا ہوں۔ شاگرد کہتے ہیں' اب ہمیں سمجھ آئی کہ ماں سے مراد مومنوں کی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا مراد لے رہے ہیں۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' نبی کریم ﷺ کی میرے ہاں باری تھی۔ میں بستر پر لیٹی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اپنی چارپائی پر لیٹ گئے' پھر تھوڑی دیر کے بعد جب آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ عائشہ سو گئی ہیں چپکے سے اٹھے اور اپنی چادر لپیٹ لی اور جوتا پہن لیا۔ اور آرام سے چل پڑے' پھر بڑے آرام سے دروازہ کھولا تاکہ عائشہ بیدار نہ ہو جائے' جبکہ میں بیدار تھی اور سارا معاملہ دیکھ رہی تھی۔ لہٰذا میں چارپائی سے اٹھی اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑی' آپ ﷺ بقیع الغرقد قبرستان گئے وہاں آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی پھر ہاتھ چھوڑ دیے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ دعا سے فارغ ہو کر آپ ﷺ واپس آنے لگے میں نے جلدی سے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ تاکہ آپ ﷺ مجھے دیکھ نہ لیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے قدم تیز کر دیے۔

---

[1] مستدرک حاکم ۱/۳۷۶' سنن ابن ماجه' كتاب الجنائز' باب ما جاء في زيارة القبور' حديث: ۱۵۷۰.

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اور تیز چلنا شروع کر دیا اور جلدی سے آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ میں ابھی لیٹی ہی تھی کہ نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور میری حالت یہ تھی کہ میرا سانس پھول رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے تیرا سانس کیوں پھوٹ رہا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا' کوئی بات نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' آپ مجھے بتا دیں ورنہ مجھے اللہ علیم وخبیر بتا دے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے سارا واقعہ سنا دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میرے پاس جبریل تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے کہا' اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قبرستان والوں کے لیے آپ دعا کریں۔ اس لیے میں قبرسان گیا تھا۔ اور وہاں جا کر میں نے دعا کی۔ جبریل امین نے یہ بات خفیہ رکھی تھی اس لیے میں نے بھی خفیہ رکھی۔ تو کیا تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ «أَن يَّحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ». اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کہ میں تیری باری کسی اور کو دے دوں۔ پھر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اگر میں قبرستان جاؤں تو کیا کہوں' کون سے کلمات کہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قولی' تو کہہ:

«اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ».

مومن اور مسلم گھر والوں پر سلامتی ہو اور جو ہم سے پہلے آ چکے ہیں اور جنہوں نے بعد میں آنا ہے ان پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے۔ اور یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب ما یقال عند دخول المقابر' حدیث: ۹۷۴

یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سکھائی۔

اگر عورتیں قبرستان کی زیارت کی اجازت کے حکم میں شامل نہ ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہتے کہ عورتیں تو قبرستان جا ہی نہیں سکتیں۔

عورتیں کثرت سے قبرستان نہ جائیں:

یہ خصوصی دلیل ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عورتیں بھی قبرستان کی زیارت کے حکم میں داخل ہیں۔ البتہ عورتوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ کثرت سے قبرستان نہ جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کثرت سے قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ ابو ہریرہ‘ حسان بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے ایک حدیث مسند امام احمد میں موجود ہے‘ «لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ». [1] ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں‘ «لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ». [2] قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو کثرت سے قبرستان جاتی ہیں خواہ بغیر سفر کے جائیں ان پر لعنت کی گئی ہے۔ لہٰذا عورتوں کو کثرت سے قبرستان نہیں جانا چاہئے۔ وقتاً فوقتاً جائیں۔ اس سے دل نرم ہوتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو آتے ہیں‘ طبیعت آخرت کی طرف مائل ہوتی ہے۔

---

[1] مسند امام احمد‘ حدیث: ۸۴۵۶

[2] سنن البیهقی الکبری‘ باب ما ورد فی نهیهن عن زیارة القبور‘ حدیث: ۶۹۹۶‘ (۴/۷۸)

خطبہ نمبر: ۳۵

قبرستان جانے کے آداب اور دعائیں

آج کی فرصت میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب مرد اور عورتیں قبرستان جائیں تو وہاں کیا کریں۔ آپ گزشتہ خطبہ میں سماعت فرما چکے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا میں قبرستان جاؤں تو کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' قولی' تو کہہ: «اَلسَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ». ❶

صحیح مسلم میں حدیث ہے' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی کریم ﷺ جب بقیع قبرستان میں جاتے تو......

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا وَإِيَّاكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ».

مومن قوم کے گھر والوں پر سلام ہو' اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں' اے اللہ بقیع الغرقد والوں کو معاف کردو۔ ❷

---

❶ صحيح مسلم' كتاب الجنائز' باب ما يقال عند دخول القبور' حديث: ٩٧۴

❷ صحيح مسلم' كتاب الجنائز' باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها' حديث: ٩٧۴.

جو شخص بھی قبرستان جائے وہ یہ کلمات پڑھے۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے' بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قبرستان جانے کی دعا تعلیم فرماتے تھے۔ پھر ہم اس پر عمل کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھاتے' جب ہم قبرستان داخل ہوں تو ہم کہیں:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ. أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَّنَحْنُ تَبَعٌ وَّأَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ».

مومن قوم کے گھر والو تم پر سلام ہو اور اگر اللہ نے چاہا ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں' تم ہم سے پہلے آ گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں' اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ [1]

صحیح مسلم میں ہی ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبرستان گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ».

یہ الفاظ کہنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَدِدْتُّ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا».

میری خواہش ہے کہ کاش ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔ [2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرنے لگے «أَلَسْنَا إِخْوَانَكَ؟» کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَلْ أَنْتُمْ أَصْحَابِي». بلکہ تم تو میرے

(۱) صحيح مسلم' كتاب الجنائز' باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها' حديث: ٩٧٥.

(۲) صحيح مسلم' كتاب الجنائز' باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء' حديث: ٢٤٩.

صحابی ہو۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کو اخوت کے ساتھ ساتھ صحبت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور میں تو ان کی بات کرتا ہوں جن کو صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا' صرف اخوت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ «اَلَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ» جو ابھی تک ایمان والے آئے نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا' اے اللہ کے رسول جو ایمان والے بعد میں آئیں گے آپ ان کو قیامت کے دن کس طرح پہچانیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ بتاؤ اگر کسی آدمی کے کالے سیاہ گھوڑے ہوں اور ان میں کچھ گھوڑے پانچ کلیان ہوں' یعنی ان کی پیشانی ماتھا اور ٹانگیں سفید ہوں تو کیا وہ سیاہ گھوڑوں سے اپنے سفید گھوڑے نہیں پہچانے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا' کیوں نہیں وہ تو فوراً پہچان لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت کے دن میرے امتی ایمان والے جب پیش ہوں گے تو ان کے وضو والے اعضاء سفید ہوں گے۔ چہرے ہاتھ اور پاؤں ان کے سفید ہوں گے۔ میں فوراً ان کو پہچان جاؤں گا یہ میرے امتی ہیں' کیونکہ اور کوئی بھی امتی پانچ کلیان نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں حوض پر پانی پلا رہا ہوں گا کچھ لوگ حوض کی طرف آ رہے ہوں گے تو اچانک ان کو حوض سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا یہ میری امتی ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کو آنے دو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے «إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ»۔[1] بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ «إِنَّهُمْ غَيَّرُوا بَعْدَكَ»۔ انہوں نے آپ کے بعد تبدیلی کر دی تھی۔ «رَجَعُوا عَلٰى أَعْقَابِهِمْ»۔ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹ گئے تھے۔ مرتد ہو گئے تھے۔ آپ نہیں جانتے اس لیے ان کو حوض سے روک دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: «سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ»۔

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب فی الحوض' حدیث: ٦٥٧٦.

جنہوں نے میرے بعد اپنے دین کو تبدیل کر لیا تھا ان کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ ❶

نبی کریم ﷺ کی قبر پر کون سی دعا پڑھنا چاہیے:

اسی طرح آدمی جب نبی کریم ﷺ کی قبر پر جائے تو وہاں بھی یہی دعا کرے «اَلسَّلَامُ عَلَیکُم أَهلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤمِنِینَ وَالْمُسلِمِینَ»۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے اسی بات کا پتہ چلتا ہے' لیکن لوگوں نے اپنی طرف سے بہت کچھ ایجاد کیا ہے جس کو نبی کریم ﷺ کی قبر پر پڑھتے ہیں' حالانکہ مسئلہ تو بڑا آسان تھا کہ نبی کریم ﷺ نے خود جس چیز کی تعلیم دی ہے اسی کے مطابق عمل کیا جاتا' آپ ﷺ کی قبر پر بھی وہی کلمات کہنے چاہئیں جو آپ ﷺ نے تعلیم دیے ہیں۔

سلام کہنا اور مُردوں کا سننا:

کئی لوگوں نے قبرستان میں سلام کہنے سے یہ مسئلہ نکال لیا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ حالانکہ سلام کہنے والی احادیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔

اصول اور قاعدہ قانون یہ ہے کہ فوت شدہ آدمی سنتا نہیں' سویا ہوا نہیں سن سکتا تو فوت شدہ کیسے سنے گا۔ البتہ اللہ تعالیٰ جن کو چاہے سنا دے۔ ﴿إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ﴾ اللہ تعالیٰ جن کو چاہے سنائے ﴿وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ ❷ آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ ایک مقام میں فرمایا: ﴿إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَآءَكُمْ﴾ اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کو سنتے نہیں۔ ﴿وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ﴾ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ﴾ اور قیامت کے دن تمہارے

---

❶ صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب فی الحوض' حدیث: ٦٥٨٥.

❷ سورة فاطر' آیت: ٢٢

شرک کا انکار کر دیں گے ﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ [1] اللہ خبیر کوئی آپ کو خبر نہیں بتا سکتا۔

عام قاعدہ قانون یہی ہے کہ مردے سنتے نہیں' جس طرح یہ قاعدہ ہے کہ زندہ سنتے ہیں لیکن کئی زندہ بھی نہیں سن سکتے۔ بہرے ہوتے تو زندہ ہیں لیکن سنتے نہیں۔ بہرے سنتے نہیں تو کیا اب ان سے سلام لینا چھوڑ دیں؟ نہیں۔ سلام ان سے لینا ہے۔ کیونکہ سلام کی دعا اللہ تعالیٰ سے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو سنتے ہیں قبروں والے بھی نہیں سنتے۔ ان پر سلام کہنا ہے سلام کی دعا تو اللہ تعالیٰ سے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔

سلام والی بات سے یہ بات نکالنا کہ مردے سنتے ہیں' یہ بات بے بنیاد اور غلط ہے۔

سلام مومن اور مسلم کو کرنا ہے:

سلام کہنے والی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سلام مومن اور مسلم کے لیے ہے کافر اور مشرک کے لیے نہیں کرنا۔ کیونکہ دعا والی حدیث کے الفاظ ہیں «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ». اور اللہ تعالیٰ نے بھی منع فرما دیا ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِي قُرْبٰى﴾ [2]

قبرستان میں قرآن خوانی کرنا:

نبی اکرم ﷺ نے قبرستان میں داخل ہونے کے آداب بیان کیے کہ قبرستان میں سلام کہنا ہے ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا ہے۔

---

[1] سورۃ فاطر' آیت: ۱۴

[2] سورۃ توبہ' آیت: ۱۳

آپ ﷺ سے پوچھا بھی گیا کہ قبرستان میں داخل ہوں تو کیا کہیں' آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ سلام کہو' مغفرت اور رحمت کی دعا کرو۔ قرآن خوانی کا آپ ﷺ نے ذکر نہیں کیا۔ جبکہ قرآن مجید اس وقت بھی موجود تھا بعد میں تو نازل نہیں ہوا اور اس وقت فوت شدگان کو اجر کی بھی ضرورت تھی۔ اور ان کے ورثاء کی خواہش بھی تھی کہ ہم اپنے فوت شدگان کو اجر پہنچائیں۔ تمام اسباب موجود تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے قرآن خوانی کی تعلیم نہیں دی۔

اصول وقواعد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو اس کے بیان کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا ٹھیک نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے قرآن خوانی کی تعلیم نہیں دی' اس کا مطلب ہے یہ کام قبرستان میں کرنا ٹھیک ہی نہیں۔ اگر یہ صحیح اور جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے پیغمبر علیہ السلام کو بتا دیتے کہ قرآن خوانی بھی اپنی امت کو سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ تو نہیں بھولتے۔ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾. [1] ﴿لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى﴾ [2] دوسرے کئی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو وحی کر کے بتا دیا لیکن قرآن خوانی کا نہیں بتایا۔ جس سے پتہ چلتا ہے قرآن خوانی کرنا صحیح اور جائز نہیں۔

یہ بات بھی نہیں کہی جا سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بتا دی لیکن نبی ﷺ نے لوگوں کو نہیں بتائی' نعوذ بالله من ذلك.

اس سے تو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر اعتراض وارد ہوتا ہے' جبکہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' جو یہ بات کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا تھا اس میں سے نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو نہیں بتایا

---

[1] سورة مريم' آيت: ٦٤

[2] سورة طٰه' آيت: ٥٢

فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ. ❶ ایسا آدمی بہت بڑا جھوٹ بولتا ہے۔ بہت بڑا افتراء باندھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے بلا کم و کاست من و عن نبی کریم ﷺ نے لوگوں تک پہنچا دیا' قرآن مجید میں ہے:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ ❷

لہٰذا قبرستان میں قرآن خوانی کرنا نہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے تو پتہ چلتا ہے کہ قبرستان میں قرآن خوانی نہیں کرنا چاہیے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے:

«لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ».

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ ❸

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ گھروں میں قرآن مجید پڑھنا ہے قبروں میں نہیں پڑھنا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں' گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ سورۂ البقرہ کی تلاوت کرو۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا».

گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔ ❹

کیونکہ قبروں میں جنازہ کے علاوہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور رسول اللہ

---

(۱) صحیح بخاری' کتاب التفسیر' باب سورۃ والنجم' حدیث: ۴۸۵۵.

(۲) سورۃ المائدۃ' آیت: ٦٧

(۳) صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا' حدیث: ۷۸۵.

(۴) صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا' حدیث: ۷۷۷.

ﷺ فرمارہے ہیں جن گھروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی وہ قبرستان بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ قبرستان قرآن پڑھنے کا مقام نہیں۔

ایک من گھڑت روایت:

اب تو قبرستان میں سائبان لگا کر بچے بٹھا دیے جاتے ہیں۔ خود بھی ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کئی کئی دن قرآن کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کا نہیں۔ اس سلسلے میں کچھ روایات بھی پیش کی جاتی ہیں لیکن ایک روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ امام شعبی فرماتے ہیں: كَانَتِ الأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ. انصار صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جب ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جاتے اور قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔

مذکورہ روایت کی تحقیق:

اولاً: یہ الفاظ اس روایت کے نہیں، کسی آدمی نے اپنی طرف سے بنا کر امام شعبیؒ کے ذمے لگا دیے ہیں۔ امام شعبی کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، وہاں الفاظ یہ ہیں کہ انصار صحابہ کا معمول تھا جب کوئی آدمی فوت ہونے کے قریب ہوتا تو اس کے پاس سورۂ بقرہ پڑھتے۔ [1]

اس روایت میں قبر کے الفاظ نہیں، بلکہ "فوت ہونے کے قریب ہوتا" کے الفاظ ہیں۔ روایت اصل میں اس طرح ہے لیکن کسی نے اپنی طرف سے الفاظ بنا کر امام شعبی کی طرف منسوب کر دیے ہیں تا کہ ان لوگوں کی بات بن جائے۔

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة

تنبیہ:

زندہ قریب المرگ آدمی کے پاس سورۂ بقرہ پڑھنے والی روایت بھی ثابت نہیں، امام شعبی سے اس روایت کو بیان کرنے والا راوی مجالد بن سعید ہے، اسماء رجال کی کتب میں لکھا ہے یہ انتہائی کمزور راوی ہے۔ اس راوی کی حدیث قابل اعتبار نہیں۔ اور آخری عمر میں اس کا حافظہ بھی ٹھیک نہیں رہا تھا۔

دو ضعیف روایات کی نشاندہی:

ایک روایت یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبر کے تیار ہونے کے بعد سر اور پاؤں والی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کرتے۔

یہ روایت بھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ اس میں ایک راوی ہے عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج، یہ مجہول راوی ہے، اس کا کوئی علم نہیں کہ کیسا آدمی تھا۔ (۱)

ایک روایت یہ بھی پیش کی جاتی ہے:

«مَنْ مَرَّ بِالْمَقَابِرِ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ إِحْدٰى عَشْرَ مَرَّةً. كَانَ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ».

جو قبرستان سے گزرے اور وہاں گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اس کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ (۲)

یہ روایت بڑے جوش سے بیان کی جاتی ہے اور سننے والے بھی جھوم جھوم کر اس کو سنتے ہیں۔

مذکورہ روایت کی تحقیق:

ایک کتاب ہے اس کا نام ہے ”نسخہ“ عبداللہ بن أحمد بن عامر عن أبيه عن علي الرضا عن آبائه. اس سند سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

---

(۱) میزان الاعتدال

(۲) نسخه عبدالله بن احمد بن عامر

اس میں یہ روایت آتی ہے۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں یہ نسخہ عبداللہ نے تیار کیا ہے۔ یا اس کے باپ نے تیار کیا ہے۔ یعنی یہ نسخہ موضوع ہے۔ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتا اور بھی بڑے محدثین نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے۔

اس قسم کی روایات لوگوں کو سنا کر خوش ہوا جائے' یہ علماء کی شان نہیں اور نہ یہ دین کی خدمت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قبرستان میں داخل ہونے کے آداب یہی سکھائے ہیں کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے۔ رحمت کی دعا کی جائے اور ان کو سلام کہا جائے۔

خطبہ نمبر:۳۶

قبرستان میں دعا کرنے کا طریقہ

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا:

پچھلے جمعہ میں آپ نے تفصیل سے یہ بات سماعت فرمائی کہ نبی کریم ﷺ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو اہل قبور کو سلام کہتے اور ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے اور یہی چیز آپ ﷺ نے امت کو سکھائی۔

قبرستان میں آدمی جب اہل ایمان کے لیے دعا کرے تو ہاتھ اٹھا لے اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ صحیح مسلم کی امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی تفصیلی روایت جو آپ نے گزشتہ خطبہ میں سماعت فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت بقیع الغرقد قبرستان گئے تو وہاں آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے دعا کی۔ جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں قبرستان والوں کے لیے دعا کروں تو میں اس لیے قبرستان ان کے لیے دعا کرنے گیا تھا۔ [1]

دوسری حدیث: مسند امام احمد میں حدیث ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رات کو بستر سے اٹھ کر چلے گئے۔ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا (یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھی) کو حکم دیا کہ دیکھو نبی کریم ﷺ کہاں گئے ہیں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا پتہ کرنے کے

لیے گئی تو نبی کریم ﷺ کو بقیع قبرستان میں قبر والوں کے لیے دعا کر رہے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ بریرہ یہ منظر دیکھ کر واپس آ گئی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساری خبر سنا دی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے صبح نبی کریم ﷺ سے پوچھا آپ رات کہاں گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں رات مقبرہ البقیع میں ان کے لیے دعا کرنے گیا تھا۔ (۱)

اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آدمی قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے۔

قبر پر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا:

تیسری حدیث: حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں یہ روایت نقل فرمائی ہے' نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے' نبی کریم ﷺ اس کے دفنانے میں شریک ہوئے۔ جب اس کی قبر تیار ہو گئی تو آپ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہو گئے اور کعبۃ کی طرف رخ کیا پھر ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے دعا کی۔ (۲)

اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں قبر پر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے۔

اس حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر پر کھڑے ہو کر جب دعا کرنا ہے تو منہ کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ عام طور پر لوگ قبر کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں کسی کا منہ قبلہ رخ ہوتا ہے اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اس کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا۔ جبکہ اس میں کوتاہی اور سستی نہیں کرنا چاہیے۔

---

(۱) مسند احمد' حدیث السیدۃ عائشۃ' حدیث: ۲۴۰۹۱ نسائی' حدیث: ۲۵۳۸

(۲) فتح الباری

ہر دعا کے لیے قبلہ رخ ہونا شرط نہیں:

کئی اہل علم نے اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ آدمی جب بھی دعا کرے تو وہ قبلہ رخ ہو۔ اس کی مزید یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ دعا عبادت ہے اور نماز بھی عبادت ہے۔ نماز میں قبلہ رخ ہونے کا حکم ہے تو لہٰذا دعا میں بھی قبلہ رخ ہونا چاہیے۔

لیکن ان اہل علم کی یہ بات صحیح نہیں' کیونکہ نماز میں قبلہ رخ ہونے کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نبی ﷺ نے بھی اس آدمی کو جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھتا تھا قبلہ رخ ہونے کا حکم دیا۔ نماز کے متعلق تو خاص حکم ہے قبلہ رخ ہونے کا۔ اگر اس سے یہ مسئلہ نکال لیں کہ نماز عبادت ہے اور اس میں قبلہ رخ ہونے کا حکم ہے تو ہر عبادت میں قبلہ رخ ہونا چاہیے۔ تو پھر زکوۃ اور روزہ بھی عبادت ہے اس میں بھی قبلہ رخ ہونا چاہیے۔ لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

جبکہ نبی کریم ﷺ سے قبلہ کے علاوہ دوسری جانب رخ کر کے دعا کرنا بھی ثابت ہے' نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' ایک آدمی نے کہا' اے اللہ کے رسول! جانور مر رہے ہیں' لوگوں نے سفر کرنا چھوڑ دیا ہے قحط سالی پڑ چکی ہے۔ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ بارش عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے منبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ہاتھ اٹھا لیے اور بارش کی دعا کی۔ «اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا». انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' آسمان میں بادل کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ جب ہم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' ابھی گھروں کو نہیں پہنچے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور مسلسل بارش برستی رہی۔ آئندہ جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ نبی کریم ﷺ پھر خطبہ دے رہے تھے' پھر وہی آدمی یا کوئی اور آدمی کہنے لگا کہ بارش بہت زیادہ ہو گئی ہے اب بارش زیادہ ہونے کیوجہ سے مویشی مرنا شروع ہو گئے ہیں۔ رستے بند ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بارش بند کر دے۔ رسول

کریم ﷺ نے خطبہ کے دوران ہی دعا کی «اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا». یا اللہ بارش ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس دعا کے کرنے کے ساتھ ہی آسمان مدینہ سے صاف ہو گیا۔ مدینہ کے اردگرد بادل تھے اور درمیان سے بالکل صاف ہو گیا۔ (1)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا قبلہ کی دوسری جانب رخ کر کے کی ہے۔ کیونکہ خطیب کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا۔ مقتدیوں کی طرف ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب منعقد کیا ہے کہ دعا قبلہ رخ ہو کر بھی کی جا سکتی ہے اور قبلہ کے علاوہ دوسری جانب رخ کر کے بھی دعا کی جا سکتی ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ نے قبرستان میں قبلہ رخ ہو کر دعا کی ہے۔ وہاں قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا بہتر اور افضل ہے۔ اگر قبلہ رخ نہ بھی ہو گا تو دعا ہو جائے گی۔ دعا کی حیثیت فرض نماز والی نہیں کہ قبلہ رخ ہو کر دعا نہ کی جائے تو دعا ہی نہ ہو۔ فرض نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نماز نہیں ہو گی۔ لیکن دعا کی حیثیت یہ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے نماز عبادت ہے۔ اور نماز میں قبلہ رخ ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن ہر عبادت کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔

نماز خاص عبادت ہے۔ اگر نماز والی شرائط ہر عبادت کے لیے لگا دی جائیں تو پھر وضو بھی ہر عبادت کے لیے ضروری ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے وضو فرض قرار دیا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ ......﴾

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ، حدیث: ۹۳۳.

''اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو وضو کر لیا کرو۔'' [1]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَّلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُولٍ».

طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں اور خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں۔ [2]

اس سے کوئی آدمی یہ مسئلہ اخذ کر لے کہ ہر عبادت کے لیے وضو شرط ہے، کیونکہ نماز کے لیے وضو شرط ہے، صدقہ اور زکوٰۃ کے لیے بھی وضو کو شرط قرار دے دے تو بات اس کی قطعاً درست نہیں ہوگی۔

بہرحال نبی کریم ﷺ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے، قبر تازہ تیار ہوتی پھر بھی، قبر پرانی ہوتی پھر بھی۔

یہ احکام اہل اسلام کے قبرستان کے ہیں، کفار کے قبرستان میں نہ سلام کہنا ہے اور نہ دعا کرنا ہے۔ کیونکہ سلام کہنا مسلم کا مسلم پر حق ہے اور دعا کرنا صرف اہل اسلام اور اہل ایمان کے لیے ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ [3]

نبی کریم ﷺ اور ایمان والوں کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

---

[1] سورۃ المائدۃ، آیت: ٦

[2] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حدیث: ۲۲۴.

[3] سورۃ توبہ، آیت: ۱۱۳

خطبہ نمبر: ۳۷

قبر پر پھول چڑھانا اور ٹہنیاں لگانا

قبرستان میں کون سے امور جائز ہیں اور کون سے ناجائز' اس کے متعلق مزید کچھ چیزیں آج کی فرصت میں بیان کی جائیں گی۔

کچھ لوگ قبر پر پھول ڈالتے ہیں' کئی پھولوں کی چادر چڑھاتے ہیں' کئی لوگ سبز ٹہنیاں قبر پر لگاتے ہیں اور کئی قبر پر درخت اگاتے ہیں' ان چیزوں کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے' اور ان چیزوں کا قبرستان کے پاس کاروبار بھی کیا جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ یہ امور رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت نہیں۔ ان میں یہ رواج نہیں تھا' خلفاء راشدین سے بھی ثابت نہیں' تابعینؒ سے بھی ثابت نہیں' ائمہ مجتہدین' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ ثابت نہیں' غیر مسلموں کی نقالی میں مسلمانوں نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ دلیل اس کی کوئی نہیں۔

البتہ اس سلسلے میں ایک دلیل پیش کی جاتی ہے۔ ویسے یہ دلیل بنتی نہیں' سینہ زوری سے اس کو دلیل بنایا گیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ» ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ «وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ». ان کو عذاب کسی بڑی مشکل چیز کی وجہ سے نہیں ہو رہا کہ جس سے پرہیز کرنا مشکل ہو ویسے وہ چیز گناہ کے لحاظ سے

بڑی ہے۔ «أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ». (۱) ان میں سے ایک پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ پردہ کر کے پیشاب نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو گناہ ہو رہا ہے۔

صحیح ابن حبان میں حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ. فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ».

''پیشاب سے پرہیز کیا کرو۔'' قبر کا عام عذاب پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (۲)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَّا الْآخَرُ فَيَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ».

دوسرے آدمی کو عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ چغل خور تھا۔

غیبت اور چغلی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ فرمان باری ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾

''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے۔'' (۳)

ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی پسند نہیں کرتا تو پھر غیبت کیوں کرتے ہو۔ غیبت کا مطلب یہ ہوتا ہے: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ». اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا، اس کے متعلق ایسی باتیں کہنا جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول حديث: ۲۱۸

(۲) صحیح ابن حبان

(۳) سورۃ حجرات، آیت: ۱۲

أَقُوْلُ؟ جو میں بیان کررہا ہوں وہ اگر اس میں موجود ہوتو پھر بھی غیبت ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ». جو اس کے نقص اور عیوب آپ بیان کررہے ہیں وہ اگر اس میں موجود ہیں تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ نقص اور عیوب موجود ہی نہیں تو پھر بہتان ہے۔ (۱)

غیبت کے ساتھ آدمی کی نیت یہ ہو کہ ان کی آپس میں لڑائی ہوتو چغلی ہو جاتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''دوسرے قبر والے کو عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ چغل خور تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی منگوائی' اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے' ایک ٹکڑا ایک قبر پر لگا دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر لگا دیا۔ پھر فرمایا:«لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا». شاید اللہ تعالیٰ ان کا عذاب ہلکا کردے جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں۔ (۲)

اس حدیث سے مسئلہ استنباط کرتے ہیں کہ قبر پر ٹہنیاں لگانا درخت لگانا پھول ڈالنا' پھولوں کی چادر ڈالنا جائز ہے۔

آدمی اگر غور کرے تو اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ اس سے یہ امور ثابت نہیں ہوتے۔

اولاً: کیونکہ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں صرف یہ دو قبریں ہی نہیں تھیں اور بھی بہت ساری قبریں تھیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے پوری زندگی میں صرف ان دو قبروں پر ہی ٹہنیاں لگائی ہیں اور کسی قبر پر نہیں لگائیں۔ کیا

---

(۱) صحیح مسلم' كتاب البر والصلة والآداب' حديث: ۲۵۸۹.

(۲) صحیح بخاری' كتاب الوضوء' باب ما جاء في غسل البول' حديث: ۲۱۸

نبی کریم ﷺ نے صرف ان دو کے ہی عذاب میں تخفیف کروائی تھی۔ کیا دوسروں کے عذاب کی تخفیف آپ ﷺ نہیں چاہتے؟ آپ ﷺ دوسروں کے عذاب کی بھی تخفیف چاہتے تھے اسی لیے تو آپ ﷺ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے' نماز جنازہ پڑھاتے۔ لیکن آپ ﷺ نے دوسروں کی قبروں پر ٹہنیاں نہیں لگائیں۔

ثانیاً: نبی کریم ﷺ کو بتا دیا گیا تھا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے' جب آپ ﷺ کو عذاب ہونے کا پتہ چل گیا' پھر آپ ﷺ نے ٹہنیاں لگائیں۔ اگر نبی ﷺ کے طریقے پر چلنا ہے تو پھر پہلے پتہ لگانا چاہئے کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ پھر ٹہنیاں لگانی چاہئیں۔ لیکن اب کسی کو پتہ چل ہی نہیں سکتا۔ وحی کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ختم کر دیا ہے۔

ثالثاً: پھول چڑھانے والے ٹہنیاں لگانے والے کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے عزیز' بزرگ جو قبر میں دفن ہیں' ان کو عذاب ہو رہا ہے؟ اس لیے ٹہنیاں لگا رہے ہیں۔

لہٰذا یہ حدیث دلیل بنتی نہیں۔

کئی لوگوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ نبی ﷺ نے سبز ٹہنیاں لگائی ہیں' خشک نہیں لگائی۔ کیونکہ سبز ٹہنیاں تسبیح کرتی ہیں۔ اور ان کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے تو جو کوئی درخت لگائے گا وہ زیادہ تسبیح کرے گا زیادہ تخفیف ہوگی۔

یہ بات بھی بے بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

تَسْبِيحَهُمْ ﴾

''ساتوں آسمان اور زمین اور جتنی چیزیں ان میں ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ ہر شی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے' لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔'' (1)

﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ﴾ میں سبز ٹہنیاں بھی آجاتی ہیں اور خشک ٹہنیاں بھی آجاتی ہیں۔ درخت' پتھر' مٹی ہر شے اس میں آجاتی ہے کوئی شے باقی رہ نہیں جاتی۔

اگر تسبیح کی ہی ضرورت ہے تو قبر پر مٹی بھی تسبیح کر رہی ہے۔ قبر کے اوپر منوں مٹی اور اس کے اردگرد کی مٹی تسبیح کر رہی ہے۔ ہر طرف تسبیح ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زمین تسبیح کر رہی ہے۔ اگر تسبیح کی بات ہے تو پھر تسبیح تو پہلے ہی موجود ہے' ٹہنیوں کی تسبیح سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔

بعض اہل علم نے بڑا زور لگایا ہے کہ سبز ٹہنیوں سے یہ نکتہ نکالیں لیکن یہ نکتہ نکلتا نہیں۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت کو سامنے رکھیں تو یہ نکتہ نکلتا نہیں۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت کو سامنے رکھیں تو یہ نکتہ بے سود اور بے فائدہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر شے خواہ وہ خشک ہے خواہ تر ہے۔ خواہ وہ حیات والی ہے یا نہیں۔ اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ پھر کئی لوگوں نے اس سے یہ مسئلہ بھی کشید کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب سبز ٹہنیاں تسبیح کرتی ہیں اور ان کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو پھر قرآن مجید کی تلاوت سے عذاب میں اور تخفیف ہو گی۔ کیونکہ قرآن مجید کا مقام تو تسبیح سے زیادہ ہے' اس سے عذاب میں اور تخفیف ہو گی۔ لہٰذا قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہیے۔

لیکن یہ بات بھی ان کی درست نہیں' جس طرح تسبیح والی بات درست نہیں جب تسبیح والی بات درست نہیں تو تلاوت والی بات بالاولیٰ درست نہیں۔

---

(1) سورة الإسراء' آیت: ۴۶

ایسی باتیں بے بنیاد' خواہ مخواہ زبانی کلامی جمع خرچ والی باتیں ہیں۔

ان دو قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کی اصل وجہ نبی ﷺ کی دعا تھی۔

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ آتے ہیں:

«فَأَحْبَبْتُ أَنْ يُرَفَّهَ عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ».

''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی میری سفارش کی وجہ سے ان کا عذاب ہلکا رہے گا۔'' [1]

عذاب کی تخفیف کا اصل سبب نبی کریم ﷺ کی دعا تھی۔ اور عذاب میں تخفیف کا وقت نبی ﷺ نے مقرر کیا «مَا دَامَتَا رَطْبَتَيْنِ». جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے پھولوں' درختوں اور ٹہنیوں کا جواز نکالنا صحیح نہیں۔

اور اس طرف توجہ دینا چاہئے کہ آدمی چغلی نہ کرے' طہارت کا خاص خیال رکھے ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [2] اللہ کا محبوب بننے والے کام کرے' عذاب کے اسباب سے بچے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں ثواب عطا کریں گے۔

---

[1] صحيح مسلم' كتاب الزهد والرقاق' باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر' حديث: ۳۰۱۴.

[2] سورة بقره' ۲۲۲

خطبہ نمبر: ۳۸

قبر پر کیے جانے والے ناجائز اور حرام کام

آج کی فرصت میں نبی کریم ﷺ کے چند فرامین پیش کرنا مقصود ہیں۔

پہلا فرمان......قبر پر جانور ذبح کرنا:

سنن ابی داود اور مسند امام احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا عَقْرَ فِی الْاِسْلَامِ».[1] اسلام میں عقر نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عقر کی نفی فرما دی ہے۔ جاہلیت میں رواج تھا کہ لوگ گائے یا بکری قبر کے پاس ذبح کرتے تھے۔اس کو عقر کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ یہ اس صورت میں ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر قبر کے پاس ذبح کرے۔

اور اگر وہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے' خواہ گھر میں کرے' یا قبر کے پاس کرے یا مسجد کے پاس کرے یا خانہ کعبہ کے پاس کرے وہ حرام ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلَى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝﴾

جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہیں کیا گیا۔ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے اس کو نہ کھاؤ کیونکہ وہ فسق ہے۔ شیطان اپنے

دوستوں کو یہ وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔''[1]

دوسرے مقام میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾

''اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو چیز غیر اللہ کے نام مشہور کر دی گئی ہے حرام کر دی ہیں۔''[2]

ایک مقام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

''اے نبی! کہہ دیجئے جو وحی میری طرف کی گئی ہے اس میں مردار حرام ہے اور خون جو بہہ جاتا ہے وہ حرام ہے' خنزیر کا گوشت حرام ہے کیونکہ وہ رجس ہے' اور وہ فسق بھی حرام ہے جو غیر اللہ کے نام مشہور کیا گیا ہے۔''[3]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام پر جو چیز ذبح کی جائے اس کو فسق کہا ہے اور غیر اللہ کے نام کی چیز جہاں مرضی جس مقام پر بھی ذبح کی جائے وہ حرام ہے۔

قبر کے پاس اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کرے وہ بھی حرام ہے' کیونکہ نبی

{۱} سورۃ الانعام' آیت: ۱۲۱

{۲} سورۃ بقرہ' آیت: ۱۷۳

{۳} سورۃ الانعام' آیت: ۱۴۵

ﷺ نے اس کی نفی کر دی ہے «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ»

آدمی اپنے آپ کو اہلحدیث بھی کہلوائے اہلسنت بھی کہلوائے اور کام وہ کرے جو حدیث اور سنت کے خلاف ہیں تو یہ کیسا اہلسنت اور کیسا اہلحدیث ہے۔

اب کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو قبروں کے پاس جانور ذبح کرتے ہیں اور ان کو تبرک سمجھتے ہیں، نبی کریم ﷺ اس کی نفی کر رہے ہیں اور یہ اس کو تبرک سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا فرمان:

صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، بیہقی میں حدیث ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ أَوْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ. (۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے امت کو پانچ چیزوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) پختہ قبر بنانا: قبر کو چونا گچ کرنا، پختہ بنانا۔ اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے۔ امام محمد شیبانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الآثار میں لکھتے ہیں۔ ہمارے استاد اور شیخ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ اور یہی قول ہے، یعنی قبر کو چونا گچ کرنا منع ہے۔ (۲)

نبی کریم ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ پختہ قبریں بنانے والے غور کریں، ایک تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی نافرمانی کی اور دوسرا لوگوں کے حق کی حق تلفی کی۔ قبر اگر کچی ہو تو وہ کبھی ختم ہو جاتی ہے

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه، حديث: ۹۷۰. نسائي، كتاب الجنائز، حديث: ۲۰۰۰.

(۲) كتاب الآثار

دوسرا کوئی قبر بنالیتا ہے۔ اگر قبر پکی ہو تو پھر قبرستان کی جگہ روز بروز تنگ ہو جاتی ہے۔ جہاں وہ دیواریں بناتے ہیں وہاں کوئی دوسرا قبر بنا سکتا ہے لیکن یہ اس کی حق تلفی کرتے ہیں۔

سنت اور حدیث کی جی بھر کر اور کھل کر مخالفت کرنا اور کہلوانا اہلسنت اور اہلحدیث' یہ کہاں کا انصاف ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں' ہمارے استاذ اور شیخ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی قول تھا کہ قبر میں پکی اینٹ بھی نہیں لگانا۔ لیکن یہاں سیمنٹ کی بنی ہوئی سلیٹیں قبر پر لگاتے ہیں اور کہلاتے اہلسنت ہیں اور کہتے ہیں ہم حنفی ہیں۔ یہ کاہے کے حنفی ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تو مخالفت کر رہے ہیں۔

﴿۲﴾ قبر پر بیٹھنا: قبر پر بیٹھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔ قبر پر بیٹھنا گناہ ہے۔ لیکن عام لوگ اس کا بالکل خیال نہیں رکھتے' قبر پر بیٹھ بھی جائیں گے اور کھڑے بھی ہو جائیں گے۔

کچھ اہل علم نے اس سے خاص بیٹھنا مراد لے لیا ہے' یعنی قضائے حاجت اور بول و براز کے لیے بیٹھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ عام بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ عام ہیں' أَن يُّقْعَدَ عَلَيْهِ. بیٹھنا عام ہے۔ بول و براز کے لیے بیٹھے یہ بھی منع ہے۔ اور ویسے بیٹھنا بھی منع ہے۔ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام ہے۔ کوئی امتی اس کو خاص نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے خاص ہونے کی دلیل کتاب و سنت میں موجود نہ ہو' تو یہاں اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ بعض علماء نے أَن يُّقْعَدَ عَلَيْهِ. سے قبروں کی مجاوری کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ مجاور قبروں کے اوپر تو نہیں بیٹھتے لیکن عرف میں اس کو قبر پر بیٹھنا ہی سمجھا جاتا ہے۔ کسی سے پوچھیں آپ کا فلاں رشتے دار کہاں ہوتا ہے' وہ جواب دیتا

ہے اس نے قبر پر ڈیرہ جما لیا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرٍ فَتُحْرِقُ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصُ إِلٰى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ».

تم میں سے کوئی آگ کے انگارے پر بیٹھ جائے وہ اس کے کپڑے جلا دے اس کا بدن راکھ کر دے یہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (1)

کتنا بڑا گناہ ہے، قبر پر بیٹھنا۔

مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں روایت ہے، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں تلوار پر بیٹھ جاؤں وہ مجھے کاٹ ڈالے اور میں اپنے جوتے اپنے پاؤں سے سی لوں یہ میرے لیے بہتر ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے۔

لِأَنْ أَقْضِيَ فِي الْقُبُوْرِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْضِيَ فِي السُّوقِ.

''قبروں میں بول و براز (قضائے حاجت) کرنے سے زیادہ بہتر ہے کہ میں بازار میں قضائے حاجت کروں۔'' (2)

جس طرح کھلے بازار میں لوگوں کے سامنے بول و براز کرنا حرام ہے، اسی طرح قبروں میں بول و براز کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔

لہٰذا قبر پر کسی بھی صورت میں بیٹھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔

(۳) قبر پر عمارت بنانا: قبر پر کوئی عمارت کھڑی کی جائے، اس سے بھی نبی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیه، حدیث: ۹۷۱.

(۲) مصنف ابن ابی شیبه ۱۳۳/۴. سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النهی عن المشی علی القبور والجلوس علیها، حدیث: ۱۵۶۷.

اکرم ﷺ نے منع کر دیا ہے۔ لیکن اب کتنے کتنے بڑے قبے قبروں پر تیار ہو رہے ہیں اور اس کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک چیز سے منع کریں وہ کارِ ثواب نہیں بن سکتا کارِ عذاب تو بن سکتا ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی اپنے استاذ اور شیخ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قبر پر عمارت بھی نہیں بنائی جا سکتی۔ نبی کریم ﷺ بھی قبر پر عمارت بنانے سے منع کر رہے ہیں۔ حرام قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے قبروں پر عمارتیں بنائے جا رہے ہیں۔ لوگوں سے پیسہ اکٹھا کر کے لگائے جا رہے ہیں۔ قبروں کو آباد کرتے جا رہے ہیں اور مسجدوں کو بے آباد کرتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ اہلسنت اور اہلحدیث اور حنفی بننے والی بات ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی منع کر رہے ہیں اور نبی ﷺ بھی منع کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ.»

اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے انبیاء اور صالح لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ [1]

وہاں عمارتیں بنائیں اور سجدے کرنے شروع کر دیے۔ ام المومنین امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئیں، وہاں ان کا خاوند فوت ہو گیا۔ پھر حبشہ سے مدینہ گئیں۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بتایا کہ میں نے حبشہ میں عیسائیوں کا ایک عبادت خانہ دیکھا وہاں انہوں نے تصویریں بنائیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے

﴿1﴾ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، حدیث: ۱۳۳۰۔

فرمایا' یہ مخلوق سے بدترین آدمی ہیں۔ جب ان کا کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی تصویر بنا لیتے۔ [1]

قبروں پر عمارتیں بنانا' مسجدیں بنانا' تصویر لٹکانا یہ یہود اور نصرانیوں کا کام تھا۔ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ اب پھر مسلمانوں نے وہ کام شروع کر دیا ہے۔ بلکہ مسلمان ممالک میں باقاعدہ ایسے محکمے مختص کر دیے گئے ہیں جو ان کاموں کو فروغ دیتے ہیں۔

اور اس کا نام رکھ دیا ہے محکمہ اوقاف' چاہیے تو یہ تھا کہ اس کام کو ختم کیا جاتا لیکن الٹا اس کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے ختم کیا تھا اس کام کو فروغ دیا جا رہا ہے اور برسرپیکار لوگ اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ جتنی مرضی آیتیں اور حدیثیں ان کو سنائیں سر پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو آیتیں وہ ملتی ہیں جو ہمارے خلاف ہیں۔ افسوس ہے کس قسم کے مسلمان ہیں کہ آیتیں اور حدیثیں جن کے خلاف ہوں۔ غور کرو' کہ آیتیں آپ کے خلاف ہیں یا آپ آیتوں کے خلاف ہیں۔ دماغ بالکل ہی الٹ ہو گیا ہے۔ شنوائی ہی نہیں۔

کسی نے کہا ہے:

لَقَدْ أَسْمَعْتَ لَو نَادَيْتَ حَيًّا
وَلٰكِنْ لَا حَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِيْ
وَلَو نَارًا نَفَخْتَ بِهَا أَضَاءَتْ
وَلٰكِنْ أَنْتَ تَنْفُخُ فِيْ رَمَادِيْ

بات تو بڑی قیمتی اور بڑے زوردار الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری' کتاب الصلاۃ' باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد' حدیث: ۴۲۷.

''اگر تو زندوں کو آواز دیتا ہوتا تو وہ سن لیتے۔تم تو آواز ہی ان کو لگا رہے ہو جن میں زندگی ہی نہیں۔آگ میں اگر پھونک لگاتے تو وہ روشن ہو جاتی' لیکن تم تو پھونکیں راکھ میں لگا رہے ہو۔ وہ کیسے روشن ہو۔''

اصل بات یہ ہے کہ اسلام والی زندگی ہی ختم ہوگئی ہے۔

﴿۴﴾ قبر پر زیادہ مٹی ڈالنا: جتنی مٹی قبر کھودنے سے نکلی ہے اس سے زیادہ مٹی ڈالی جائے۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا دیا۔

جتنی قبر سے نکلی ہے اتنی ڈال لو۔ٹرالیاں بھر بھر کے ڈالنا۔اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کر دیا۔البتہ اگر قبر بالکل زمین کے برابر ہوگئی ہے تو اس پر اتنی مٹی ڈال لو جس سے پتہ چل سکے کہ یہ قبر ہے۔

بہت زیادہ بلند و بالا اونچی قبر بنانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔صحیح مسلم میں ہے علی رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج اسدی کو کہا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهِ؟ «أَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ».

کیا میں تیرے سپرد وہ کام نہ کروں جو کام رسول اللہ ﷺ نے میرے سپرد کیا تھا؟ جو مورتی تصویر ملے اس کو توڑ ڈالنا۔ [1]

نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جو تصویر ذی روح کی دیکھتے اس کو توڑ دیتے۔

اب کلمہ پڑھنے والے اہلحدیث' اہلسنت کہلانے والے تصویریں اور مورتیاں الماریوں میں رکھ رہے اور دیواروں کے ساتھ لگا رہے ہیں۔اگر ان سے پوچھیں تو کہتے ہیں یہ بچوں کے کھلونے ہیں۔اگر یہ بچوں کے کھلونے

﴿۱﴾ صحیح مسلم' کتاب الجنائز' باب الأمر بتسویة القبر' حدیث: ۹۶۹.

ہیں تو پھر بچوں کو دو۔ الماریوں میں محفوظ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ سب بہانے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کی یہ ڈیوٹی بھی لگائی کہ جو قبر بھی اونچی نظر آئے اس کو صحیح کر دو۔ تھوڑی سی اونچی یا تھوڑی سی کم ہو تو ٹھیک ہے۔ زمین پر صرف قبر کی علامت ہو۔ اس سے زیادہ اونچی ہو تو اس کو ختم کر دو۔

﴿۵﴾ قبر پر لکھائی کرنا: قبر پر لکھنا۔ اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کر دیا ہے۔ لکھائی شناخت کے لیے ہو یا وعظ و تبلیغ کے لیے ہو جس طرح کئی لوگوں نے شعر وغیرہ لکھے ہوتے ہیں، کسی بھی قسم کی لکھائی ہو نبی کریم ﷺ نے منع کر دیا ہے' ان چیزوں کا ہمیں خیال کرنا چاہیے بالخصوص اہلحدیث اور اہلسنت کو اگر ہم نے حدیث اور سنت کی پابندی نہیں کرنا تو کیا یہودیوں اور نصرانیوں نے کرنا ہے؟ سوچو اور غور کرو۔

اب بھی قبرستان جا کر دیکھ لو لوگوں نے لوہے کی تختیاں بنا کر' سیمنٹ کی سلیٹیں بنا کر لکھوائی کرائی ہوئی ہے۔ یہ سب چیزیں حرام اور ممنوع ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

خطبہ نمبر: ۳۹

قبرستان میں نماز پڑھنا

قبر اور قبرستان کے متعلق بہت ساری چیزیں آپ سماعت فرما چکے ہیں۔ آج کی فرصت میں مزید کچھ چیزیں بیان کی جائیں گی۔ [1]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے «وَلَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ». قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جس آدمی نے قبر یا قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے وہ دوبارہ نماز پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

اس حدیث میں تو رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ قبریں اس کے پیچھے ہوں یا دائیں ہوں یا بائیں ہوں نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔ مسند بزار میں ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَيْنَ الْقُبُورِ». ''نبی اکرم ﷺ نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔'' [2] رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان چاروں صورتوں کو شامل ہے۔ قبریں آگے ہوں، پیچھے ہوں، دائیں ہوں یا بائیں ہوں۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیه، حدیث: ۹۷۲۔

(۲) مسند البزار، حدیث: ۴۴۱، ۴۴۲. المعجم الاوسط للطبرانی۔

ابوداود' ترمذی' ابن ماجہ میں ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں «اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ». (۱) ساری زمین مسجد ہے۔ (جہاں بھی نماز کا وقت ہو نماز پڑھو یہ اس امت کا خاصہ ہے' پہلی امتوں کے مخصوص عبادت خانے تھے وہ صرف وہاں ہی نماز پڑھ سکتے تھے) مقبرے اور حمام کے علاوہ ساری زمین مسجد ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان عام ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف دو چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ لہٰذا مقبرے میں نماز نہیں ہوگی۔ قبریں آگے ہوں پھر بھی نماز نہیں پڑھنا' پیچھے ہوں پھر بھی نماز نہیں پڑھنا' دائیں ہوں پھر بھی نماز نہیں پڑھنا' بائیں ہوں پھر بھی نہیں پڑھنا۔ کچھ لوگوں کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی قبر کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ قبریں انبیاء علیہم السلام کی ہوں یا بزرگوں کی ہوں۔ یا عام مسلمانوں کی ہوں۔ یا کافروں کی ہوں کسی بھی قسم کی قبریں ہوں وہاں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کسی قبر کو خاص نہیں کیا' اپنی طرف سے کوئی خاص کرے تو یہ حق اس کو نہیں پہنچتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: «لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ». اللہ تعالیٰ یہود و نصاری پر لعنت بھیجے انہوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (۲)

---

(۱) سنن ابی داود' كتاب الصلاة' باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة' حديث: ۴۹۲.

(۲) صحيح بخاری' كتاب الجنائز' باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور' حديث: ۱۳۳۰.

وہاں انہوں نے عبادت شروع کر لی' قبر والوں کی بھی اور اللہ کی بھی۔ قبر والوں کی عبادت کرے تو یہ شرک ہو گا اور اگر قبروں میں اللہ کی عبادت کرے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا۔

البتہ نماز جنازہ قبر پر پڑھنے کی اجازت ملتی ہے' صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے' ایک مرد یا ایک عورت تھی۔ جو مسجد کی صفائی کرتا تھا' وہ فوت ہو گیا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع نہ کی' یہ سمجھ کر کہ آپ آرام کر رہے ہیں اور آپ کو کیا تکلیف دینا ہے۔ نبی ﷺ کو جب مسجد کا خادم نظر نہ آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا وہ خادم کہاں ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا وہ فوت ہو گیا ہے' ہم نے اس کو دفن کر دیا ہے۔ آپ کو اس لیے اطلاع نہیں کی کہ آپ آرام فرما رہے تھے اور ہم نے تکلیف دینا اچھا نہیں سمجھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ آپ ﷺ ساتھیوں کے ساتھ اس کی قبر کی طرف گئے اور قبر پر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دفن شدہ آدمی جس کی نماز جنازہ آپ نہیں پڑھ سکے اس کی نماز جنازہ قبر پر پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی نماز قبرستان میں نہیں پڑھ سکتے۔ کسی میت کی چارپائی قبرستان میں رکھ کر جس طرح جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اس طرح قبرستان میں نہیں پڑھ سکتے۔

نبی کریم ﷺ نماز جنازہ مسجد میں پڑھتے تھے' یا جنازہ گاہ میں یہ آپ ﷺ کا معمول تھا۔ مقدسی نے ایک کتاب لکھی ہے ''الاحادیث المختارۃ'' اس

---

(1) صحیح بخاری' کتاب الصلاۃ' باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان' حدیث: ۴۵۸.

میں حدیث ہے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تُصَلُّوا فِي الْقُبُوْرِ عَلَى الْجَنَائِزِ». [1] قبروں میں نماز جنازہ نہ پڑھو۔ اس حدیث میں نماز جنازہ کے الفاظ موجود ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے عام نماز تو قبرستان میں ممنوع ہے لیکن نماز جنازہ میت کی چارپائی آگے رکھ کر پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ خیال ان لوگوں کا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] الأحاديث المختارة للمقدسي.

خطبہ نمبر: ۴۰

قبروں کو عبادت گاہ بنانا

قبور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرامین آپ سماعت فرما چکے ہیں' مزید چار فرمان بیان کرنا مقصود ہے۔

پہلا فرمان:

مسند امام احمد میں ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا. لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ». ❶

یا اللہ میری قبر کو وثن نہ بنانا۔

وثن کا لفظ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں استعمال فرمایا ہے:

﴿ وَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ ﴾

''اوثان سے اجتناب کرو۔'' ❷

اوثان' وثن کی جمع ہے' اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے' اسے وثن کہتے ہیں۔ وہ حجر ہو' یا شجر ہو' جو بھی ہو جس کی بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی قبر کھلی جگہ پر نہیں بنائی' بلکہ کمرے کے

---

❶ مسند امام احمد' حدیث: ۷۳۱۱۔ حسب شرح احمد شاکر: ۷۳۵۲

❷ سورۃ الحج' آیت: ۳۰

اندر بنائی ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر عبادت شروع کر دیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی باہر بنائی جاتی۔ کمرے میں خدشہ کی وجہ سے بنائی گئی ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔''

دوسرا فرمان:

صحیح مسلم میں ہے، جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَّمُوتَ بِخَمْسٍ يَقُولُ: «إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَّكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللهَ قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا».

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ دن پہلے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے براءت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم سے میرا کوئی خلیل ہو۔ مقصد یہ تھا کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا».

اگر میں نے اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر

{1} صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، حدیث: ۱۳۳۰۔

صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بنا لیتا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ. أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ. إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ».

''تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تم کو اس چیز سے منع کرتا ہوں۔'' [1]

تیسرا فرمان:

مسند امام احمد میں ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ».

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے بدترین وہ ہیں جن پر قیامت آئے گی اور وہ زندہ ہوں گے اور وہ ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ [2]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں کو بدترین لوگ کہا ہے۔

«أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ».

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور، حدیث: ۵۳۲.

(۲) مسند امام احمد، حدیث: ۳۸۴۴. مسند عبدالله بن مسعود.

''یہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مخلوق میں سب سے زیادہ بدترین ہوں گے۔'' ❶

قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو تو اہلسنت اور اہلحدیث کہلا رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق بدترین مخلوق بن رہے ہیں۔

چوتھا فرمان:

ابوداود اور مسند امام احمد میں ہے' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا وَّلَا تَتَّخِذُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي».

میری قبر کو عید نہ بنانا (جس طرح عید کے موقع پر اجتماع کیا جاتا ہے اور اللہ کی عبادت ہوتی ہے) یعنی میری قبر پر اجتماع نہ کرنا کہ وہاں عبادت شروع کردو۔ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ ❷

اہل علم نے اس کی دو تفسیریں بیان کی ہیں:

﴿۱﴾ گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ نماز پڑھا کرو۔

﴿۲﴾ گھروں میں مردے دفن نہ کرو' گھروں میں قبریں نہ بناؤ۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو' مجھ پر درود پڑھو۔ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

﴿۱﴾ صحيح بخاري' كتاب الصلاة' هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد' حديث: ۴۲۷.

﴿۲﴾ سنن ابي داود' كتاب المناسك' باب زيارة القبور' حديث: ۲۰۴۲. ومسند امام احمد.

نسائی میں حدیث ہے' کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ کو درود کیسے پہنچتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو مجھ تک درود پہنچاتے ہیں۔ [1]

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو عید بنانے سے امت کو منع کر دیا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو عید نہیں بنا سکتے۔ تو دوسروں کی قبر کو کیسے بنا سکتے ہیں۔

لیکن امت نے قبروں کو عید بنالیا ہے' اور قبروں پر اجتماع شروع کر دیے ہیں۔ اور جس طرح عید سال بعد آتی ہے اسی طرح قبروں پر بھی سال بعد اجتماع منعقد ہوتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

عالم ربانی شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے "**تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد**" یہ بہت شاندار کتاب ہے' اگر کسی کو دستیاب ہو جائے تو ضرور اس کا مطالعہ کرے' اس میں انہوں نے قرآن مجید کی آیات' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سلف صالحین کے آثار درج کیے ہیں۔

قبروں پر میلے لگانا' اجتماع کرنا اس کی انہوں نے پوری حقیقت واضح کی ہے۔

---

[1] سنن النسائی' کتاب السھو' باب السلام علی النبی ﷺ' حدیث: ۱۲۶۵

خاتمہ الکتاب

حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں۔ حافظ صاحب اپنے نام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی لقب پسند نہیں کرتے۔ جو درس کا ٹائم لینے آتا ہے اسے کہہ دیتے ہیں اگر میرے نام کے ساتھ کوئی لقب لکھا تو میں نے درس نہیں دینا۔ اور ایسا کئی مرتبہ ہوا بھی ہے۔ حافظ صاحب صرف قرآن اور حدیث کی بات کرتے ہیں اِدھر اُدھر کی بات سے گریز کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کے یہ خطبات جن لوگوں نے سُنے ہیں ان کا کہنا ہے ہم نے ایسی باتیں اور جنازہ کے متعلق ایسے احکام پہلے کبھی نہیں سنیں، کیونکہ عام علماء ایسے مسائل بیان ہی نہیں کرتے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب ہر خاص و عام آدمی کی مسائل جنازہ پر پوری رہنمائی کرے گی۔

حافظ صاحب خطبہ پنجابی زبان میں ارشاد فرماتے ہیں۔ میں نے کیسٹ سے یہ خطبات پوری احتیاط سے اُردو زبان میں کاغذ پر منتقل کیے۔ اور ہر خطبہ پر مضمون کی ہائیڈنگ قائم کی اور ہر بات کو مکمل حوالہ یعنی جس کتاب میں حدیث ہے اس کا باب "حدیث نمبر" اور کتاب کے نام کے ساتھ تخریج کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حافظ صاحب کیلئے میرے لیے اور جو بھی اس کو پڑھے سب کیلئے اخروی کامیابی کا ذریعہ بنائے (آمین)

محمد طیب محمدی

مدرس جامعہ شمس الہدیٰ اہلحدیث ڈسکہ (0300-7453436)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس کی جامعیت وکاملیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، انسانی پیدائش سے لے کر وفات تک جتنے مراحل ہیں، ہر ایک مرحلے کے متعلقہ احکامات وتعلیمات کو بڑے جامع اور پُر از حکمت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

انہی مراحل میں ایک مرحلہ وہ ہے، جب ہر ایک انسان کو اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے۔ دین اسلام اس آخری سفر میں بھی انسان کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کرتا ہے، مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے جنازے میں حاضر ہوتی ہے، جو بزبان مقال اس کی شفاعت کے لیے اللہ کے حضور دست بدعا ہوتی ہے، بالآخر انتہائی احترام واحتشام اور رقت قلبی وخشیت الٰہی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اسے سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔

چونکہ جنازے کے احکام ومسائل کی عموماً ضرورت پیش آتی رہتی ہے، اسی اہمیت وضرورت کے پیش نظر استاد محترم حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ نے اپنے خطبات جمعہ میں جنازہ کے احکام ومسائل بیان کیے، تقریباً چالیس خطبات جمعہ میں اس موضوع کے متعلقہ مباحث پر سیر حاصل گفتگو کی، متانت کلامی، محققانہ اور دوٹوک انداز بیان جو حضرت حافظ صاحب کا طرۂ امتیاز ہے، کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت حافظ صاحب نے موضوع کے متعلقہ جزئیات وتفصیلات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور جنازہ ومیّت سے متعلقہ معاشرتی رسوم ورواج اور مروجہ بدعات وخرافات کا بھرپور ردّ ونقد کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء!

اس کتاب کو تحریری شکل میں پیش کرنے کے لیے برادر محترم محمد طیب محمدی صاحب نے خوب محنت کی ہے، انہوں نے اسے تحریر کیا، ترتیب دی، ذیلی عناوین قائم کیے، قرآنی آیات کی نشاندہی کی اور احادیث وآثار کی تخریج وتحقیق کی، جس کی بدولت اس کتاب سے استفادہ نہایت آسان ہو گیا ہے، تقبل اللہ جهوده وجعلها في ميزان حسناته!

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ تمام اہل اسلام کو اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے خطیب، مدون اور ناشر کو اجر جزیل عطا فرمائے، آمین یارب العلمین!

حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

ادارہ تحقیقات سلفیہ گوجرانوالہ
گلی ماہنا گجر، آبادی محبوب عالم، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ
فون: 0300-7453436